







نیکوں دل شکن ہر خیال عزم ہے اک خوشہ نیم ہلال عزم  
 فیکے اندھ بھابی سے جہاں کج مرغ میں ہے لڑھکیں کا اسلام کے چراغ میں ہے  
 شمس (المصنوع)

محرم نمبر



مکتبہ اسلامیہ  
 لاہور

زید و پستی امیر الامار کا راجہ محمد احمد صاحب بہانہ محمود آباد  
 زید و پستی حضرت تاج العلماء جناب لانا سید محمد ذکی صاحب قلم مجتہد العصر  
 زید و پستی سید آغا محمد سی رضوی

۱۳۶۶ھ



## مقاصد

- (۱) مذہب اسلام کا مکمل الادیان ہونا۔
- (۲) پیغمبر اسلام کا افضل اخلاق ہونا۔
- (۳) اسلامی شریعت کی حکمت اور اسکی جامعیت۔
- (۴) اسلامی اخلاق و آداب کی افضلیت۔
- (۵) اسلامی تمدن کی فوقیت۔
- (۶) اسلامی احکام اور قوانین شریعت
- (۷) ائمہ طاہرین کے کمالات و ہدایات۔
- (۸) سلف صالحین کے تاریخی حالات
- (۹) قرآن مجید کا افضل الکتب ہونا
- (۱۰) اثبات اصول اسلام بدلائل عقلیہ و نقلیہ
- (۱۱) فلسفہ قدیم و جدیدہ اور دیگر مذاہب کے مقابلہ
- میں حمایت اسلام و ازالہ الشبهات
- (۱۲) اکتشافات جدیدہ و حقائق اسلام
- (۱۳) اخبار علیہ۔

## قواعد

- ۱۔ یہ رسالہ بالفعل ہر انگریزی مہینہ کی آخری تاریخوں میں شائع ہوگا۔
- ۲۔ ہر خریدار کو کم از کم ایک سال کے لئے رسالہ خریدنا ہوگا۔
- ۳۔ نمونہ کا پرچہ ۴ کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہو سکتا ہے۔
- ۴۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے۔
- ۵۔ اشتہارات کی اجرت بذریعہ خط و کتابت

طے ہو سکتی ہے۔

۶۔ علمی محاطات کے متعلق خط و کتابت دارالرسالہ مضامین بنام مدیر اور دیگر امور کے متعلق بنام منیجر ہونا چاہئے۔

۷۔ شرح قیمت و سار و دالیاں لکھنے سے جو حر

زائیں۔ عام خریداروں سے لئے، غریب و طلباء سے بشرط تصدیق

بیت و سار و دالیاں لکھنے سے جو حر

## ہدایات

- (۱) مقاصد رسالہ کا لحاظ رکھ کر مضمون لکھا جائے ورنہ درج نہ ہو سکے گا۔
- (۲) مضامین عموماً مختصر ہونا چاہئے۔ ادنیٰ تر کو تغیر و تبدل کا اختیار ہوگا
- (۳) عبارت حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہو جائے۔
- (۴) مضامین صاف خط میں تحریر کئے جائیں اور عبارت غریب و اعراب لگائے جائیں۔ نیز عربی عبارت کا دور سے کام میں ترجمہ ہونا چاہئے۔
- (۵) حتی الامکان کتب منقول عنہا کا حوالہ دیا جائے۔
- (۶) ناقابل اشاعت مضمون واپس نہ ہوگا اگر ضرورت ہو تو صاحب مضمون کو ٹکٹ بھیجتا چاہئے۔

زیادہ سلام سے سب بے تعلقی مرکز دستہ اول اعظم ہیں

## اعمال عاشورہ

جب صبح عاشورہ ہو تو دن بھر فاقہ سے ہے۔ کھانا پینا بیڑی سگریٹ حقہ بان تمام سامان راست کو چھوڑے اور آخر روز بعد عصر دو گھنٹہ دن ہے افطار کر لے اگرچہ پانی کے گھونٹ سے ہو پورا روزہ نہ رکھے۔ اور اپنے کپڑوں کے بند کھول دے اور آستین کو کتنی تک اٹا دے مصیبت زدوں کے طریقہ سے اور صحرائی جانب یا کوٹھے پر جائے اور خضوع و خشوع کے ساتھ باجشم گریاں اُل روز جب سورج بقدر ایک نہیسن کے اونچا ہو۔ پہلے روضہ منور یعنی قبر مبارک شہید کر بلا کی حنبا منھ کر لے اور معرکہ کر بلا اور شہادت امام مظلوم کو خاطر میں لائے اور انگلی سے اشارہ کرے اور مختصر زیارت پڑھے کہ

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا ابْنَ مَرْسُوْلِ اللّٰهِ  
وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ

پھر دو رکعت نماز زیارت مثل نماز صبح بجا لاوے اس کے بعد قصد کرے زیارت پڑھتا ہوں میں جناب امام حسین علیہ السلام کی روز عاشورہ سنتِ مسترّ الی اللہ پھر کہے۔  
اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا ابْنَ مَرْسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ

(ب)

عَلَيْكَ يَا بَنَ امِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَابْنَ سَيِّدِ الْعَرَبِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ  
يَا بَنَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ سَيِّدَةِ النَّسَاءِ الْعَالَمِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا  
خَيْرَةَ اللَّهِ وَابْنَ خَيْرَتِهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَارَ اللَّهِ وَابْنَ نَارِهِ  
وَإِلَى ثَرَمِ الْمَوْ تَوَسَّلَ السَّلَامُ عَلَيْكَ وَ عَلَى الْأَرْوَاحِ الَّتِي حَلَّتْ  
بِفِتْنَتِكَ وَأَنَاخَتْ بِرَحْلِكَ عَلَيْكُمْ مِنِّي جَمِيعًا سَلَامُ اللَّهِ أَبَدًا أَمَا  
لَقِيتُ وَ لَقِيَ اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ  
عَلَيْكَ لَقَدْ عَظُمَتِ الرَّزِيَّةُ وَ جَلَّتِ الْمُصِيبَةُ بِكَ عَلَيْنَا وَ عَلَى  
جَمِيعِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ وَ جَلَّتْ وَ عَظُمَتِ مُصِيبَتُكَ فِي السَّمَوَاتِ  
وَ عَلَى جَمِيعِ أَهْلِ السَّمَوَاتِ فَلَعَنَ اللَّهُ أُمَّةً أَتَتْ أُسَاسَ الظُّلْمِ  
وَ الْجَوْرِ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ لَعَنَ اللَّهُ أُمَّةً دَفَعَتْكُمْ عَنْ مَقَامِكُمْ  
وَ أَمَرَ التَّكْذُوبَ عَنْ مَرَاتِبِكُمُ الَّتِي رَتَّبَكُمْ اللَّهُ فِيهَا وَ لَعَنَ اللَّهُ أُمَّةً  
قَتَلَتْكُمْ وَ لَعَنَ اللَّهُ الْمُتَمَهِّدِينَ لَهُمْ بِالتَّمْكِينِ مِنْ قِتَالِكُمْ وَ  
بَرَّيْتُ إِلَى اللَّهِ وَ أَلَيْكُمْ مِنْهُمْ وَ مِنْ أَشْيَاعِهِمْ وَ اتَّبَاعِهِمْ وَ  
أَوْ لِيَا حَيْهَمُ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْكَ إِنِّي  
سَلَمْتُ لِعَنَ سَأَلَكُمْ وَ حَرْبٌ لِعَنَ حَارَبَكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ  
لَعَنَ اللَّهُ أَلْ زِيَادِي أَلْ مَرْوَانَ وَ لَعَنَ اللَّهُ مَبْنَى أُمَيَّةَ قَاطِبَةً  
وَ لَعَنَ اللَّهُ ابْنَ مَرْجَانَةَ وَ لَعَنَ اللَّهُ عُمَرَ ابْنَ سَعْدٍ وَ لَعَنَ  
اللَّهُ شِمْرًا وَ لَعَنَ اللَّهُ أُمَّةً أَسْرَجَتْ وَ الْجَمَتْ وَ تَنَقَّبَتْ  
وَ تَهَيَّأَتْ لِقِتَالِكَ يَا بَنِي أُمْتٍ وَ أُمِّي صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ  
عَلَيْكَ لَقَدْ عَظُمَ مُضَايِي بِكَ فَاسْأَلُ اللَّهَ الَّذِي أَلَزَمَ مَقَامَكَ

يَا أَكْرَمَنِي يَا أَنْ يَرْزُقَنِي طَلَبْتُ نَاسَكَ مَعَ إِمَامٍ مَنْصُوقٍ مِنْ  
 أَهْلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي عِنْدَكَ  
 وَجِيهًا بِالْحُسَيْنِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ صَلَوَاتُ اللَّهِ  
 وَسَلَامُهُ عَلَيْكَ إِنِّي أَتَقَرَّبُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ وَإِلَى  
 أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَإِلَى فَاطِمَةَ وَإِلَى الْحُسَيْنِ وَإِلَيْكَ بِمَوَالِي  
 نِكَ وَإِلَى الْبَرَاءَةِ مِمَّنْ قَاتَلَكَ وَنَصَبَ لَكَ الْحَرْبَ وَالْبَرَاءَةَ  
 مِمَّنْ أَشَسَّ أَسَاسَ الظُّلْمِ وَالْجَوْرِ عَلَيْكُمْ وَابْرَأُ إِلَى اللَّهِ  
 إِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمُ مِمَّنْ أَشَسَّ أَسَاسَ  
 ذَلِكَ وَبَنَى عَلَيْهِ بُيُوتَهُ وَجَرَى فِي ظُلْمِهِ وَجَوْرِهِ عَلَيْكُمْ  
 وَ عَلَى أَشْيَاءِكُمْ بَرَأْتُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَيْكُمْ مِنْهُمْ وَأَتَقَرَّبُ إِلَى اللَّهِ  
 ثُمَّ إِلَيْكُمْ بِمَوَالِيكُمُ وَالْآلِ وَإِلَيْكُمْ بِالْبَرَاءَةِ مِنْ أَعْدَائِكُمْ  
 وَالنَّاصِبِينَ لَكُمْ الْحَرْبَ وَالْبَرَاءَةَ مِنْ أَشْيَاءِهِمْ وَأَتْبَاعِهِمْ  
 وَأَوْلِيَائِهِمْ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ إِنِّي سَلَّمْتُ لِمَنْ سَأَلَكُمْ وَحَرْبُ  
 لِمَنْ حَارَبَكُمْ وَإِلَيَّ لِمَنْ وَالَاكُمْ وَعَدُّ لِمَنْ أَعَدَّكُمْ  
 فَاسْأَلُ اللَّهَ الَّذِي أَكْرَمَنِي بِمَعْرِفَتِكُمْ وَمَعْرِفَةِ أَوْلِيَائِكُمْ  
 وَرَزَقَنِي الْبَرَاءَةَ مِنْ أَعْدَائِكُمْ أَنْ يُجْعَلَنِي مَعَكُمْ فِي الدُّنْيَا  
 وَالْآخِرَةِ وَأَنْ يُثَبِّتَ لِي عِنْدَكُمْ قَدَمَ صِدْقِي فِي الدُّنْيَا  
 وَالْآخِرَةِ وَأَسْأَلُهُ أَنْ يُبَلِّغَنِي الْمَقَامَ الْمُحْمَدِي الَّذِي  
 لَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَأَنْ يَرْزُقَنِي طَلَبَ نَاسِرَتِي مَعَ إِمَامٍ مُهْدِي  
 ظَاهِرٍ نَاطِقٍ بِالْحَقِّ مِنْكُمْ وَأَسْأَلُ اللَّهَ بِحَقِّكُمْ وَبِالشَّانِ

الَّذِي كَلَّمُ عَنْدَهُ أَنْ يُعْطِيَنِي بِمُصَافِي بِكْرُ أَفْضَلِي مَا يُعْطَى مُصَابَا  
 بِمُصِيبَةٍ يَا لَهَا مُصِيبَةٌ مَا أَعْظَمَهَا أَعْظَمَ رَزَقَتَهَا فِي الْأَ  
 سْلَامِ فِي جَمِيعِ أَهْلِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي  
 فِي مَقَامِي هَذَا أَمَّنْ تَنَالَهُ مِنْكَ صَلَوَاتُكَ وَرَحْمَةٌ وَمَغْفِرَةٌ  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ قِيَامِي قِيَامَ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمَمَاتِي مَمَاتِ  
 مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُكَ وَسَلَامُكَ عَلَيْهِمُ اللَّهُمَّ إِنَّ  
 هَذَا الْيَوْمَ تَبَرَّكْتَ بِهِ بَنُو أُمَيَّةَ وَابْنُ إِكْلَةَ الْأَكْبَادِ اللَّعِينُ  
 ابْنُ اللَّعِينِ عَلَى لِسَانِكَ وَلِسَانِ نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
 فِي كُلِّ مَوْءٍ مِنْ مَوْءٍ وَقِفْ وَقِفْ فِيهِ نَبِيَّكَ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَ  
 إِلَيْهِ اللَّهُمَّ الْعَنِ أَبَا سُفْيَانَ وَمُعَاوِيَةَ ابْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَبَزْدَ  
 ابْنِ مُعَاوِيَةَ الْفَرَوَاقِ إِنَّ عَلَيْهِمْ مِنْكَ اللَّعْنَةُ أَبَدًا لَا  
 يَدِينُ وَهَذَا الْيَوْمَ فَرَحْتُ بِهِ الْزِيَادِ وَالْمَرْوِ إِنَّ  
 عَلَيْهِمُ اللَّعْنَةَ بِقَتْلِهِمُ الْحُسَيْنَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ  
 اللَّهُمَّ فَضَاعِفْ عَلَيْهِمُ اللَّعْنَةَ مِنْكَ وَالْعَذَابَ الْأَلِيمَ اللَّهُمَّ  
 إِنِّي أَتَقَرَّبُ إِلَيْكَ فِي هَذَا الْيَوْمِ فِي مَوْءٍ هَذَا أَوْ أَيَّامِ  
 حَيَاتِي بِالْبَرَاءَةِ مِنْهُمْ وَاللَّعْنَةَ عَلَيْهِمْ بِالْمَوْ الْأَةِ  
 لِنَبِيِّكَ وَآلِ نَبِيِّكَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اللَّهُمَّ الْعَنُ أَكْثَرَ  
 ظَالِمٍ ظَلَمَ حَقَّ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَآخِرَتَابِعِلَهُ عَلَى نَدَائِهِ  
 اللَّهُمَّ الْعَنِ الْعَصَابَةَ الَّتِي جَاهَدَتِ الْحُسَيْنَ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ  
 وَشَايَعَتْ وَتَابَعَتْ عَلَى قَتْلِهِ اللَّهُمَّ الْعَنُكُمْ جَمِيعًا

پھر تیسری مرتبہ کہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ وَ عَلٰی الْاَیْرِ اِیْحَ الَّتِیْ حَلَّتْ  
یَفْنَائِیْكَ وَ اَنَا حَتَّ بِرَحْمَتِكَ عَلَیْكَ مِنِّیْ سَلَامُ اللّٰهِ اَبَدًا  
مَا بَقِیْتُ وَ بَقِیَ اللَّیْلُ وَ النَّهَارُ وَ لَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اٰخِرَ الْعَمَلِ  
مِنِّیْ لِزِیَارَتِكَ اَلسَّلَامُ عَلٰی الْحُسَيْنِ وَ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَيْنِ  
وَ عَلٰی اَوَّلِ اَدِ الْحُسَيْنِ وَ عَلٰی اَصْحَابِ الْحُسَيْنِ

پھر کہے

اَللّٰهُمَّ خُصَّ اَنْتَ اَوَّلَ ظَالِمٍ بِاللُّعْنِ مِنِّیْ وَ اَبَدًا اَبِیْ  
اَوَّلَ لَا شَرَّ الثَّانِی ثُمَّ الثَّالِثُ ثُمَّ الرَّابِعُ اَللّٰهُمَّ الْعَنُ  
یَزِیدَ ابْنِ مُعَاوِیَہِ خَامِسَاۗی الْعَنُ عُبَیْدَ اللّٰہِ بْنِ زِیَادِ  
وَ ابْنِ مَرْجَانَةَ وَ عُمَرَ بْنَ سَعْدٍ وَ شِمْرًا وَ اِلَ اَبِی  
سُفْیَانَ وَ اِلَ زِیَادِ وَ اِلَ مَرْ وَ اِنَ اِلِیْ یَوْمِ الْقِیَامَةِ

پھر سجدہ میں جا کر اور کہے

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدَ الشَّاكِرِیْنَ لَكَ عَلٰی مُصَابِحِهِم  
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی عَظِیْمِ رَزِیْقِیْ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ شِفَاعَةَ  
الْحُسَيْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَوْمَ الْقُرْفِ وَ ثَبَّتْ لِیْ قَدَمَ  
صَدِیْقِ عِنْدَكَ مَعَ الْحُسَيْنِ وَ اَوَّلِ اَدِ الْحُسَيْنِ وَ اَصْحَابِ  
الْحُسَيْنِ الَّذِیْنَ بَدَلُوْا اَمْوَالَهُمْ دَفْنَ الْحُسَيْنِ عَلَیْهِ  
السَّلَامُ

اس کے بعد دعائے علقمہ پڑھے اور دو رکعت نماز زیارت نازح کی طرح پڑھ کر فارغ

(۴)

ہوئے اور اپنے لئے اور برادران ایمانی کے لئے دعا کرے (عمل عاشور) میں بعض علماء نے اصل روایت پر عمل کرنے میں جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ طول کلام سے خالی نہیں ہے۔ ہم نے وہ طریقہ تحریر کیا ہے جسکو جناب حجتہ الاسلام سید ابو صاحب قبلہ محمد مہر موم لکھنؤ نے تحفہ احمدیہ کے طبع اول میں تحریر کیا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ہر از مرتبہ قاتلان حسین پر لعنت کرے اور کہے

اللَّهُمَّ الْعَنْ قَتْلَةَ الْحُسَيْنِ وَ أَصْحَابِهِ  
اس کے بعد جس جگہ کھڑا ہو دہاں سے چند قدم آگے بڑھے اور کہو  
إِنَّا لِلَّهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاْجِعُونَ رِضًا بِقَضَائِهِ وَ تَسْلِيمًا  
لَاكُمُ ۝

پھر چھپے اور پھر کہے اسی طرح ساتھ مرتبے اور محزون و غمگین ہو پھر اپنے تمام پرہیزگار کے  
اللَّهُمَّ عَذِّبِ الْفَجْرَةَ الَّذِينَ شَاقُوا سِرْسُ كَلِّ وَ خَاسِرُوا أَوْلِيَاءَ  
وَ عَبْدُ غَيْرِكَ وَ اسْتَدْحَلُوا خَاسِرَ مَكِّ وَ الْعَيْنِ الْقَالِدَةَ وَ الْأَشْبَاءَ  
وَ مَنْ كَانَ مِنْهُمْ فَغَنَبَ وَ أَوْضَعَ مَعَهُمْ أَوْ رَضِيَ بِتَعْلِيهِمْ  
لَعْنًا كَثِيرًا اللَّهُمَّ وَ عَجَّلْ فَرَجَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ اجْعَلْ صَلَاتِكَ  
عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِمْ وَ اسْتَنْقِذْهُمْ مِنْ أَيْدِي الْمُنَافِقِينَ الْمُضِلِّينَ  
وَ الْكَفَّةِ الْبَاجِدِينَ وَ افْتَحْ لَهُمْ فَتْحًا يَسِيرًا وَ ائْتِ لَهُمْ  
رَوْحًا وَ فَرَجًا قَرِيبًا وَ اجْعَلْ لَهُمْ مِنْ لَدُنْكَ عَلَى عَدُوِّ  
وَ عَدُوِّهِمْ سُلْطَانًا نَصِيرًا

# شہادتِ عظمیٰ کا مقصد

معزز افراد قوم ! کر بلا کا انسانیت سوز واقعہ جس نے کائنات کو سو گوار بنایا تبلیغ کو اور ترویج مذہب و ملت کے لئے ظہور میں آیا فرزند رسول نے اپنی گراں قدر قربانیوں سے دنیا کو بتادیا کہ ضرورت پڑ جائے تو مذہب پر جان مال عزت تیار کر دینا چاہئے۔

حسین اور اصحاب حسین کی فقیہ المثال قربانی نے زیدیت کے سر بلند قصر کو بچ و بنیاد سے منہدم کر کے دین محمدی کے گرتے ہوئے قصر کو سنبھال کر اس قدر استوار اور بلند کر دیا کہ قیامت تک کوئی مادی سیلاب و ہائٹک پہنچ نہیں سکے گا۔

محرم اور عزا کا مہینہ جس میں ۱۰۰ سالہ یگانہ بون کا خون بیدردی سے بہا گیا امامت کے اس جذبہ تبلیغ کو زندہ کرتا ہے جو یہ مقدس نفوس اپنے مجروح سینوں میں لیکر کر بلا کی تبتی ہوئی زمین پر ہمیشہ کے لئے آرام کر گئے۔ وہ زندہ ہیں اور یقیناً وہ زندہ ہیں ان کے نقوش عمل بھی ستاروں کی طرح درخشندہ اور تابندہ ہیں اور اس کی روشنی میں ہمارے تبلیغی جد جہد میں جان پڑتی ہے۔

اس ہدایت آفرین مہینہ میں مدرالاعظمین کے تبلیغی خدمات اور اپنے کارناموں پر آپ کی توجہ مبذول ہونا ضروری ہے مدرسہ نے ملک کے طول و عرض اور بیرون ہند میں جو اہم دینی خدمات انجام دیے ہیں اور مقصد حسینی کی تکمیل تجریم مساعی جمیل اختیار کئے ہیں اس سے قوم واقف ہے آپ مختلف طریقوں سے اس ادارہ کی طرف توجہ فرما سکتے ہیں۔

(۱) انصار دین کے زرین سلسلہ میں شریک ہو کر اور دوسروں کو ترغیب دلا کر۔

(۲) یہاں کے واعظین اور مبلغین کو تبلیغی سہولتیں مہیا فرما کر۔

(۳) یہاں کے والے تصنیف اور تالیف (موسد العلوم) کے شائع شدہ تبلیغی قرا کر



الف۔ مسلم ریویو (انگریزی ماہانہ رسالہ) جو ہر ماہ کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوتا ہے اور یورپ، افریقہ امریکہ اور انگلینڈ وغیرہ میں نہایت خاموشی سے تبلیغی خدمات کو بحسن و خوبی انجام دے رہا ہے جس کا سالانہ چندہ صرف مسلمانوں سے چھ روپیہ ہے اور غیر مسلمین کی خدمات میں بلا قیمت حاضر کیا جاسکتا ہے۔  
ب۔ الواعظ رسالہ الواعظیہ مدتہ الواعظین کے تبلیغی آرگن کے (جو ۲۷ سال سے اپنے فرائض کو حسن و خوبی سے ادا کر رہا ہے، جو اصطلاحی میدان مناظرہ سے بچتا ہوا انتہائی تہذیب منانہ سے دشمنان اسلام کے مقابلہ کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے جو ہر ماہ کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوتا ہے اسکا سالانہ چندہ چار روپیہ ہے) خریدار بن کر اور دوسروں کو توجہ دلا کر۔

۵۔ الواعظ صفدر برنی پریس (اردو) اور مسلم پریس (انگریزی) میں ہر قسم کا عربی فارسی اردو ہندی اور انگریزی (زنگین اور سادہ) کام چھپو کر اور دوسروں کو توجہ دلا کر آپ اپنے اس دینی اور تبلیغی مرکز کی امداد فرما سکتے ہیں

منیجر

## انصار دین کا زرین سلسلہ

جملہ اہل اسلام اور حقیقی تبلیغ اسلام کے شائقین میں یہ خبر نہایت مسرت سنی جائے گی کہ دنیا اسلام کے سب سے بڑے تبلیغی مرکز مدثر الواعظین لکھنؤ کی عظیم الشان خدمات پر نظر کرتے ہوئے کارکنان ادارہ مدرسہ کے لئے **مائتہ مستقل** جمع کرنا فیصلہ کر لیا ہے اور کام شروع کر دیا گیا ہے اور یہ طے پایا ہے کہ جو رسم مستقل کے نام سے جمع ہو صرف اُسکے منافع کے صرف کرنا حق مدرک ہوگا، اصل رسم کا نصف کسی وقت جائز نہ ہوگا۔ بنابرین چند پر جوش افراد قوم نے عوام کی سہولت کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ادارہ عالیہ کیلئے ہر مومن اپنے گھر کے تمام نفوس کی طینت سے عمر بھر میں فی کس صرف ایک سو چھتہ کدوے یہ رسم الہ آباد بنک میں مائتہ مستقل کے نام سے جمع ہوگی قوم کے تمام افراد ادا کر لیں کہ اس مقصد کو بہت کچھ مدد پہنچا سکتے ہیں اور وہی امید کہ طبعی بار خاطر نہ ہوگا۔ اور ہر سر شخص اپنا پہلا اور آخری عطیہ دیکر انصار دین میں شامل ہوتا

تحويل سابق سرکیت نقل اما - ۴۰۰/۰- R

## فہرست اسماء حضرت معطیان چند براء سرمایہ مستقل

| نمبر رسید | نام معطی معہ پتہ                                     | وصول شدہ | ذریعہ         |
|-----------|--|----------|---------------|
| ۱۸۴۲      | جناب مولانا اختر حسین صاحب متعلم مدرسہ الوداعین      | ۱۰       | محمد تقی زیدی |
|           | بنگم صاحبہ   | ۱۰       |               |
| ۱۸۴۳      | محسن الملک مولانا سید محمد محسن صاحب قلیہ بیرہ سرکار | ۱۰       |               |
|           | نجم الملک علی اللہ مقامہ کوچہ شاہچہڑا                | ۱۰       |               |
|           | معظمہ بگم صاحبہ                                      | ۱۰       |               |
|           | دختران   | ۱۰       |               |
|           | جناب لانا سید محمد کاظم صاحب قلیہ علی اللہ مقامہ     | ۱۰       |               |
|           | الیہ مرحومہ  | ۱۰       |               |
| ۱۸۴۴      | جناب مولانا سید معصوم علی رضا متعلم مدرسہ الوداعین   | ۱۰       |               |
| ۸۴۵       | جناب نواب سید محمد حسین صاحب رئیس لکھنؤ حاکم روڈ     | ۱۰       |               |
|           | جناب اب فیض جہاں بیگم صاحبہ                          | ۱۰       |               |
|           | جناب وزیر جہاں بیگم صاحبہ                            | ۱۰       |               |
|           | جناب حضور جانی صاحب                                  | ۱۰       |               |
|           | امراؤ بیگم صاحبہ                                     | ۱۰       |               |
|           | مرتضی بیگم صاحبہ                                     | ۱۰       |               |
|           | آبادی خانم صاحبہ                                     | ۱۰       |               |

|                           |     |          |   |      |
|---------------------------|-----|----------|---|------|
| محمد تقی زیدی             | عمر | حامد رود | شرفین   |      |
| "                         | عمر | "        | نقن صاحب  |      |
| "                         | عمر | "        | بهو کلو   |      |
| "                         | عمر | "        | جناب سید محمد عباس صاحبیم، لے کوچ میر نہیں لکھنؤ  | ۱۸۴۶ |
| "                         | عمر | "        | جناب سید تقی حسین صاحب بک بانڈر محمود آباد        | ۱۸۴۷ |
| "                         | عمر | "        | جناب سید محمد شفیع صاحب جعفری انپکٹر پولیس        | ۱۸۴۸ |
| منی اردور                 | عمر | "        | فیض آباد  |      |
| محمد تقی زیدی             | عمر | "        | جناب سید ظفر حسن صاحب عرف ورن صاحب                | ۱۸۴۹ |
| "                         | عمر | "        | یل زرنگی محل لکھنؤ                                |      |
| "                         | عمر | "        | سیکم صاحبہ  | ۱۸۵۰ |
| "                         | عمر | "        | جناب ذواب سید ظہور الحسن صاحب عرف ذواب غاغا       | ۱۸۵۰ |
| "                         | عمر | "        | رئیس لکھنؤ ڈیورٹی آفیسر                           |      |
| "                         | عمر | "        | معظمہ سیکم صاحبہ                                  |      |
| "                         | عمر | "        | برخوردار سید تابہ دار آغا صاحب                    |      |
| "                         | عمر | "        | وزیر سیکم صاحبہ ملازمہ                            |      |
| "                         | عمر | "        | اجپین   |      |
| مولانا سید آغا احمدی صاحب | عمر | "        | جناب سید غلام حسین صاحب قبائی و ضیائہ             | ۱۸۵۱ |
| محمد تقی زیدی             | عمر | "        | رائے بریلی  |      |
| "                         | عمر | "        | جناب سید الطان حسین صاحب بقدرہ عالیہ گولہ گنج     | ۱۸۵۲ |
| "                         | عمر | "        | جناب سید باقر حسین صاحب والد جناب الطان حسین صاحب |      |
| "                         | عمر | "        | الطیہ محترمہ والدہ                                |      |

|               |     |  |      |
|---------------|-----|--|------|
| محمد تقی زیدی | عمر | ابلیه محترمه جناب سید سلطان حسین صاحب گوله گنج |      |
| "             | عمر | عشیرگان  |      |
| "             | عمر | سید محمد عابد صاحب فرزند                       |      |
| "             | عمر | جناب محمد تار حسین صاحب برادر                  |      |
| "             | عمر | جناب سید محمد اکبر صاحب                        | ۱۸۵۳ |
| "             | عمر | سیکم صاحب                                      |      |
| "             | عمر | جناب اسحاق حسین صاحب محمود آباد                | ۱۸۵۴ |
| "             | عمر | سیکم صاحب جناب ذاب مظفر علی انصاری صاحب کابل   | ۱۸۵۵ |
| "             | عمر | دختر جناب سید احمد حسین صاحب مصلح سنگ پائمال   | ۱۸۵۶ |
| "             | عمر | مظفر جناب سلطان سیکم صاحب تھوئی ڈال            | ۱۸۵۷ |
| "             | عمر | جناب سید بادشاہ حسین مرحوم والد                |      |
| "             | عمر | مظفر جناب فاطمه سیکم صاحب                      | ۱۸۵۸ |
| "             | عمر | جناب ثریا سیکم صاحب                            |      |
| "             | عمر | جناب سید کریم صاحب سید ابن جناب اعظمی صاحب     | ۱۸۵۹ |
| "             | عمر | مسجد بخشی علی خاں چوک                          |      |
| "             | عمر | جناب مولانا سید حسن صاحب قبلہ                  | ۱۸۶۰ |
| "             | عمر | مہتمم کتب خانہ مدرستہ الوداعین لکھنؤ           |      |
| "             | عمر | جناب امامی سیکم صاحب مرحومہ دکن دیہ گنج        | ۱۸۶۲ |
| "             | عمر | مظفر جناب خوشدل ابن صاحبہ محمد زور اور صاحب    | ۱۸۶۳ |
| "             | عمر | شیش محل  |      |
|               |     | لکھنؤ  |      |

|               |     |   |      |
|---------------|-----|---|------|
| محمد تقی زیدی | عمر | موظفہ اہلیہ محترمہ جناب مولانا سید انصار حسین صاحب<br>کاظمین رود لکھنؤ        | ۱۸۶۴ |
| منی آرڈر      | عمر | دختر سلمہ جناب<br>جناب اللہ ذاعنایت حسین صاحب عرب علوی<br>اپنے متعلقین کی طرح | ۱۸۶۵ |
| محمد تقی زیدی | عمر | رسول نگر عزت رام نگر ضلع گجرات<br>جناب ذاب سید زین العابدین صاحب عرف          | ۱۸۶۶ |
| "             | عمر | ذاب حیدر صاحب متصل مدرسہ الوداعین   | ۱۸۶۷ |
| "             | عمر | جناب قاری مرزا علی امجد صاحب ناظر دینیات                                      | ۱۸۶۸ |
| "             | عمر | شیعہ یتیم خانہ لکھنؤ  | ۱۸۶۹ |
| "             | عمر | جناب محمد رضا صاحب فرزند سلطان مرزا صاحب                                      | ۱۸۷۰ |
| "             | عمر | دیر گنج لکھنؤ   | ۱۸۷۱ |
| "             | عمر | اہلیہ محترمہ جناب سید ذاب صاحب کوچہ حکیم                                      | ۱۸۷۲ |
| "             | عمر | میر یاقوت حسین صاحب مرحوم   | ۱۸۷۳ |
| "             | عمر | جناب بادشاہ مرزا صاحب غم گولہ گنج لکھنؤ                                       | ۱۸۷۴ |
| "             | عمر | جناب سید مبارک غنی صاحب رضوی محلہ   | ۱۸۷۵ |
| منی آرڈر      | عمر | شکر کوئی ادوے پور میواڑ   | ۱۸۷۶ |
| "             | عمر | جناب سید علی ثامن صاحب مرحوم والد   | ۱۸۷۷ |
| "             | عمر | جناب والدہ موظفہ  | ۱۸۷۸ |
| "             | عمر | دختر نیک اختر   | ۱۸۷۹ |
| "             | عمر | اہلیہ مرحومہ  | ۱۸۸۰ |
| باقی آئندہ    |     |   |      |

# الواعظا

| جلد ۲     | ابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۴۶ء مطابق ذیحجہ و محرم ۱۳۶۶ء | نمبر الور  |      |
|-----------|--|--|------|
| نمبر شمار | مضمون  | مضمون نگار   | صفحہ |
| ۱         | حدود ذاکری   | ادبیر  | ۳    |
| ۲         | مسلم ریویو   | ۴  | ۱۰   |
| ۳         | اسلام اور جہاد                                       | اعجاز مولوی سید قائم ممدی صاحب صدر الافاضل                     | ۱۲   |
| ۴         | تقلم   | حضرت رزوم راولوی   | ۱۵   |
| ۵         | ۴  | ہمدرد صاحب کھنوی   | ۱۶   |
| ۶         | سبط نبی کا سلامی دنیا پر احسان                       | جناب تاج العلماء مدظلہ العالی                                  | ۱۷   |
| ۷         | اربعی  | عالیجناب سید محمد عباس صاحب ایم۔ اے                            | ۱۸   |
| ۸         | صحابہ حسین کی بے مثال وفات                           | عالیجناب مولانا اختر حسین صاحب الافاضل تعلیم مدرسہ اعظمی کھنوی | ۱۹   |
| ۹         | ہتھال سرکار علامہ صفحانی طاب ثراہ                    | ادبیر  | ۲۳   |
| ۱۰        | سیر حسینی  | عالیجناب حکیم سید فواد صاحب زیدی                               | ۲۴   |
| ۱۱        | محرکہ عاشورہ کا ایک منظر                             | عالیجناب مولوی سید محمد اطہر صاحب کاشف کھنوی                   | ۲۵   |
| ۱۲        | سلام   | عالیجناب سید افضل مرزا صاحب قسیم کھنوی                         | ۲۶   |
| ۱۳        | صحابہ حسین کے خصوصیات                                | تاج الاعظمین مولانا سید محمد رفیق صاحب قسیم سہانپور            | ۲۷   |
| ۱۴        | سلام   | جناب منشی سید حمید الحسن صاحب عیش کھنوی                        | ۲۸   |

| نمبر شمار | مضمون                              | مضمون بھکار   | صفحہ |
|-----------|------------------------------------|---|------|
| ۱۵        | بہادر کربلا                        | عالمجناب حکیم ملک سید محمد حسن صاحب بڑا گاؤں جو بنہور         | ۳۱   |
| ۱۶        | اشتمار                             | نظامی پیرس لکھنؤ  | ۳۲   |
| ۱۷        | شہادت حسین سے سبق                  | عالمجناب سید حسن علی شاہ صاحب وظیفہ یاب دکن                   | ۳۳   |
| ۱۸        | مرثیہ کے چند بند                   | حضرت خبیر لکھنوی  | ۴۱   |
| ۱۹        | ذبح عظیم                           | عالمجناب مرزا باقر علی صاحب انسرہ لے منشی قاضی                | ۴۲   |
| ۲۰        | کربلا کا عجیب منظر                 | ایم اے اکمل صاحب منشی کامل شاہچاوری                           | ۴۳   |
| ۲۱        | شہادۂ امام علیہ السلام             | عالمجناب مولوی محمد بشیر صاحب کوٹلوی                          | ۴۴   |
| ۲۲        | واقفہ کربلا                        | عالمجناب پروفیسر نواب علیہ صاحب سابق وزیر تعلیمات جوگڑہ       | ۴۹   |
| ۲۳        | دھنی شہادت نامے                    | عالمجناب مولوی نصیر الدین صاحب شمس منشی قاضی فضل علی شاہچاوری | ۵۳   |
| ۲۴        | نئے حضرت امام حسین کیا دیتے ہیں    | عالمجناب ڈاکٹر نجم الدین احمد صاحب جعفری                      | ۵۷   |
| ۲۵        | کربلا کے معتمد والدولہ             | عالمجناب شیخ مصدق حسین صاحب یڈوکیٹ لکھنؤ                      | ۵۹   |
| ۲۶        | حسین کے قدموں میں عقیدے کے پھول    | عالمجناب حکیم شرف الدین صاحب شرف احمد آبادی                   | ۶۳   |
| ۲۷        | سلام                               | حضرت شہید لکھنوی  | ۶۴   |
| ۲۸        | کیا ائمہ معصومین شریک مجلس تہ ہیں؟ | عالمجناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قلیہ کراروی از بنہور       | ۶۵   |
| ۲۹        | کیا رونا جائز ہے؟                  | عالمجناب سید شمیم حیدر صاحب ضوی ریشا لکھنؤ                    | ۶۸   |
| ۳۰        | حیثیت اور دنیاوی مذاہب             | عالمجناب پنڈت دیاس دیو صاحب بھرا ایڈوکیٹ دہلی                 | ۷۰   |
| ۳۱        | شاخ غریباں                         | عالمجناب مرزا فدا علی صاحب خیر لکھنوی                         | ۷۳   |
| ۳۲        | نظم                                | خان بہادر سید احمد علیہ صاحب بہادر پنہ                        | ۷۹   |
| ۳۳        | راس الحسین                         | عالمجناب مولانا کاظم رضا صاحب دلا ناہل شہنشاہ لکھنؤ           | ۸۱   |
| ۳۴        | رزم گاہ کربلا                      | عالمجناب مولانا محمد مختار صاحب صدر الانا قاضی                | ۸۲   |
| ۳۵        | سلام                               | جناب چودہری سید شریف الحسن صاحب بہادر                         | ۸۷   |
| ۳۶        | "                                  | جناب چودہری سید نظیر الحسن صاحب بہادر فوق                     | ۸۸   |
| ۳۷        | موت و شہادت                        | جناب سید آک سبطین صاحب جعفری پیرسری                           | ۸۹   |

باسمہ بجاہ

## الواعظ

ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۴۶ء

اے کہ چاہے ایک علم انہوں نے ایک حد و ذاکری میں جیتا ہے تری زلف کے سر پہ لٹکتا

(تیسری اور آخری قسط)

تلك حد ودالله ومن يتعد حد ودالله فقد ظلم نفسه

ہے یہ دیکھتے ہو گئے کہ مذہب شیعوہ کا اساس عباداری پر قائم ہے اور خدا نخواستہ ایسا نہ کہ ہماری مجلس تجد و پندی سے افراط و تفریط کی نذر ہو چاہے گزشتہ دو سال سے ذاکری کے تحفظ کی ضرورت محسوس کی اور صد و ذاکری پر ڈرتے ڈرتے قدم اٹھایا صد لہ بند نصرت ہمیشہ تلخ معلوم ہوتی ہے اور صلاحی آواز سننے کے لئے دنیا تیار نہیں ہوتی مگر پر خلوص مشورہ رائے نکال بھی نہیں جاتا واضح اور یقین دلیل انتر کر کے رہتی ہے اب حقیقت کا وجود جب کسی شکل میں بھی پیش نہ کر دیا جائے طبع سلیم قبول کرتی ہے۔

صلاح کا ٹیکہ اٹھانے والے کامیاب ہوتے ہیں اور قوم ساتھ دیتی ہے، اس اقدام کے بعد ناجیزہ مدبر کو ہمت افزائی کے جو خطوط موصول ہوئے اور شیعہ جو اند فطاس علمی مقام کو اپنے اجملات میں نقل کر کے قبولیت کی جو عملی سند دی اس کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنے کے بعد آخری قسط بھی حاضر ہے۔

اس مضمون کے مطالعہ کے سبب بتایا ہو گا کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ذاکری کے کیا حدود ہیں ضرورت تو اسکی تھی کہ عباداران سید الشہداء روحی فداہ اس مضمون کو کتابی صورت میں چھپو کر تمام دنیا کے عباداروں میں مفت تقسیم کرتے۔

اصلاح کی حقیقی لذت اور مستقل فائدہ تو جب ہی حاصل ہو سکتے ہیں جب ہماری گزراؤ و آواز سالہ کے صفحات سے مستحاذ ہو کر مستقل حیثیت میں آجائے تاکہ ہر پروردگار نے انہیں ذاکری حدود کے مطابق ہوا و رہی بار سوم تو ان میں جو ہلاکت کی طرف توجہ ہے ہوں ان سے یکھم علم لگائی اختیار کرنی چاہئے ذاکری کے وادی پر فرائض قدم رکھنا دشوار ہے اہل قلم زمانہ کی گونا گوں ذہنیت اور ذاکروں کو مختلف انداز میں بحث کرتے دیکھ کر بڑی ضرورت تھی کہ جدید و مقرر کردہ مسائل



یہ حق ہو کہ جو کچھ اصل ہوا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث ابو ذر میں فرمایا ہے قتل لحدق و انکات  
متراد لا تخف من اللہ لوصۃ لا تم (مکارم اخلاق طبری) یہ حدیث بات کہو اگرچہ وہ تاریخ بھی کیوں نہ معلوم ہو۔  
جناب ابو ذر مین کا ارشاد ہے کہ میرے پیغمبر خدا کی ایک تلوار کے قبضہ پر لکھے ہوئے دیکھا۔۔۔ صل من قطعک و قتل المحی  
و دلو علی نفسک (مجموعہ درام ص ۱۲۳) جو قطع رحم کرے اس کے ساتھ بھی اچھا سلوک کر داور حق بات کہو اگرچہ تم خود بھی  
اسکی زد میں کیوں نہ گئے ہو۔

**ذاکرین کی ذہنیت کا جائزہ** بعض محدود معلومات اور محدود خیال کے ذاکر یہ سمجھتے ہیں کہ انکو منبر پر جا کر  
صرف فضائل بیان کر نیکیا حق ہے موعظہ و نصیحت کے قریب بھی نہ جانا چاہئے اگر موعظہ و موعظان کی قیود  
بند سے اپنے تئیں ترہم کر چکے ہوں تو موعظہ و موعظان میں اور حدیث ذہنیو احوال السکر سے ہٹ کر لال کرتے  
ہیں ان سے کون پوچھے کہ اس حدیث سے یہ کہاں ثابت ہے کہ فضائل کے سو کوئی اور اخلاق تاریخی علمی بحث ممنوع  
ہے یہ ناممکن ہے کہ کھائے و عظیم جب منبر پر جائیں تو وہاں تقریریں کوئی ایک گوشہ فضائل کا نہ کہائے اور ذکر  
فضائل ہوا اور حدیث پر عمل ہو گیا، یا کم از کم  
غیر متعلق موضوعات پر تقریر کرنے میں  
اگر اس  
مضمون کی انکی دستاویز  
کے لئے وہ کافی نہیں ہے۔ یہ مسئلہ حقیقت و کھنا جانتے ہیں تو ایک وسیع  
اگر دل منزل عرفان تک نہیں پہنچا ہذا روایت کو دیکھئے کہ نہ شے  
سال کا محرم منبر حاضر کر دیا  
جائے  
مکتبہ نظریہ صحیح ہو تاکہ ذاکر کو منبر پر جا کر  
صرف فضائل پر موعظہ چاہئے تو علامہ شیخ جعفر نیو مری

کے تقریرات فوائد الشاہاد مفتی علامہ جناب مولانا سید محمد غنی اس صاحب قلم کے منابر اسلام پر قلم نسخ و پیر دیا جاتا  
اس قسم کی ذہنیت کے ساتھ افسانہ نگاری کی ایک دبا بھیل رہی ہے ظاہر نظر میں تو اسکو ذاکری سے کوئی تعلق  
نہیں ہے اسکا اختیار اہل قلم کو جھگٹنا پڑ رہا ہے شخص شخص علمی مضامین نہیں پڑھتا افسانہ میں دل لگتا ہے۔  
لیکن فی الحقیقت اسکا فردا ذاکری پر بھی ہے اور عوام کو قرآن و حدیث سمجھ کر منبر پر دہراتے ہیں کبھی انکے خود ساختہ  
نظریات سے استدلال کرتے ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

اس میں کیا ہوتا ہے؟ یہ سوال بالکل بیکار ہے ایسے مقالات جیسا کہ سامنے ہیں تو ہم سے کیوں پوچھتے  
ہیں اور اگر آپ فرض تشریح نہیں کر سکتے تو ہم سے سنئے اصلیت اور حقیقت کو چھوڑ کر افسانہ نگاری کے کمالات کا دل کھول کر  
مظاہرہ ہو تو اسے تاریخ سے اعلان جنگ، حدیث سے جھگٹ پیکار، عصمت پر ضرب، دوسرے کو فروغ۔ ایک جملہ کو  
افزادہ کر دینا دیکھ جائیں ہاتھ کا کھیل ہے کاش۔۔۔ زبان حال کی لفظیں استعمال کر کے عمدہ براہوں جیسے بعض  
فارسی تعال کا رویہ ہے، لیکن زبان حال کا فقرہ انکی سخن نگاری میں نہیں لگا دے گا اس طرز کے موجد بیباک

صاحبِ مابلی حضرت عباسؓ کی خدمت کے محل پر اُن کا یہ ارادہ ظاہر کرتے ہیں :-

۱۱ اجازت نہ لی تو کسی بیاز سے سرگرم کر جاؤ گنا یا دریا میں ڈوب مرونگا۔ (انجیا شیعہ لاہور مجرم ۱۳۵۸ء ص ۲۶)

عراق کے ایک محتاط عالم کا دورِ اہل علم بیان کرتے ہیں کہ ذاکر نے واقعات مصائب بیان کرتے وقت اہل علم کی دہائی زینب زینب دومرتہ کہا تو آپ نے قہر کو دنگاہ سے دیکھ کر فرمایا۔ "پائین بیائے فاسق حضرت دوبارہ یازینب نہ گفتہ۔" اے فاسق بمنہ سے اتر آ، امام نے دوسریتہ زینب نہیں کہا۔ اہل علم اپنے فرائض کو خود سمجھتے ہیں اور ان کو بسا اوقات ٹوک دینے کی ضرورت ہوتی ہے کیوں اس لئے کہ ورام بن ابی فراس علیہ الرحمہ مشہور شیعہ عالم کی زریں رائے ہے :-

قد ثبت بالدلیل العقلی والنقلی ان الراضی بفعل الحسن شریک له فی احسانه والراضی بفعل  
المسئ شریک له فی اسائه من جهة المدح والذم والجر وکذا ثم المجموعه ورام  
عقلی اور نقلی دلیل سے ثابت ہے کہ کسی نیک شمار کے فعال پر راضی رہنے والا اس نیک میں شریک سمجھا جاتا ہے  
اور گنہگار کے کسی فعل پر راضی رہنے والا اس گناہ میں شریک کر دیا کرتا ہے۔

ہمارا یہ مقالہ اسی نظریہ کے تحت میں ہے اور گزشتہ اقسامیں جن پابندیوں کا تذکرہ کیا ہے وہ کل حکام اللہ سے ماخوذ ہیں۔ روضہ خوان کو غلط بیانی، افتر، مبالغہ سے اپنا دامن بچانا اور ضروری ہے اور مجالس میں سادگی، پچائی، خلوص، معظوف نصیحت، فضائلِ اہلبیت، تعلیماتِ ائمہ، درود، گریہ و بکا کا ہونا ہی مجلس کی روح رواں ہے بزمِ صحبت کو کشتِ زعفران بنانا ہرگز مجلس کا مفاد نہیں ہے۔

[illegible]

یا ذیتنا مال هذا للكتاب لا منا و صغیرة ولا کبیرة الا احصاها۔ ج ۱۸  
 ہائے گاہے شامت یہ کسا کہتے ہیں نہ چھوٹے ہی گناہ کو بے تکلف نہ کئے چھوڑ دیتے ہیں نہ بڑے گناہ کو مگر یہ کہ اس کتاب پر

حادی ہے یہ نامہ اعمال کی دعوت ہے جس نے انسانی زندگی کے ہر اقدام کو گھیر لیا ہے حدیث میں ہے کہ صغیرہ سے مراد مسکراتا اور کبیرہ سے اشارہ ہنسنے کی طرف ہے (مجموعہ درام) ذکر کریں کہ مزاج چاشنی سے دور رکھو کہ یارب وہ نہ کچھ ہیں نہ کچھیں گے میری بات : دے اور دل انکو جو نہ کچھ کوزہ پاں اور کوشش کرو کہ ہماری مجلس میں کاجان اعمال آہ و بزاری نالہ و پیاری کے گواہ ہو کہ قلم اٹھائیں اس قسم کی تمام کمروری اسوقت دور ہو سکتی ہے جب منبر کو منبر سٹول کھدیا جائے۔ سبز بنیاد کی جگہ ہے انکے حقیقت افروز موعظا منبری پر جوتے تھے۔

حضرت ابراہیم اور منبر سیرت نلیل کو زندہ کرنے والے محمد وآل محمد ہیں اور انکو اپنے سلف صالحین کے کارنامہ کو ابھارنے میں خاص شخص تھا اور بنو ابھی چاہے ہر صانع فرزند اپنے آبا و اجداد کے نام کو باقی رکھنے کا دلدادہ ہوتا ہے قرآن نے داتبعوا ملة ابراہیم حنیفاً کما کانت عروہم میں اس پر زیادہ کچھ پیکر کر دی مرسل نے شبہ اچ انحضرت کو منبر پر دیکھا اور امت سے اسکی ترجمانی کی۔

جب مجھے شبہ معراج آسمان پر لگنے اور میں تیسرے آسمان پر پہنچا تو ایک خبر نو میرے لئے نصب کیا گیا اور میں منبر کے عرش پر بیٹھا اور حضرت ابراہیمؑ مجھ سے ایک درجہ بہت دوسرے زین پر گئے اور تمام انبیاء و رسلین منبر کے گرد حجب جمع ہو گئے تو اسوقت علیؑ کی سواری اس طرح نکلی کہ وہ ایک نایتیو پر سوار تھے اور چہرہ ان کا چاندی طرح چمکتا تھا اور وہ اب انکے ستاروں کی طرح گھوم رہے ہوئے تھے، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اے محمدؐ یہ کوئی خدا کا قابل تعظیم نبی ہے یا مقرب بالیگاہ فرشتہ۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ نہ خدا کا نبی ہے نہ فرشتہ یہ میرا بھائی اور چچا کا فرزند اور دادا دایرے علم کا درختہ دار علیؑ بن ابیطالب ہے حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا یہ کون کونکے ہیں جو تاروں کی طرح انکے گرد ہیں فرمایا یہ انکے شیعوں ہیں خلیل اللہ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کیا اللہ صراحہ لینی من شیعۃ علی بارگاہ مجھے شیعان علیؑ میں قرار دے مرسل کا ارشاد ہے (اس وعائے خلیل کے بعد) جبرئیل امین یہ آیت لائے (ان من شیعۃ کا ابراہیم) مجمع البحرین و مطلع الزین تحت حدیث لفظ شیعۃ ص ۳۸ مطبوعہ طران ۱۳۳۶ھ اگرچہ یامین خلیل اللہ من فرشتین نوئے تو آسمان پر انھیں منبر پر چکر نہ ملتی۔

جناب داؤدؑ اور منبر خدا کا وہ نبی جسکو خطیب الانبیاء کہا گیا ہے وہ منبر پر عطا و نصیحت میں مصروف ہے اور اپنے وحی آموز کلمات سے امت کو راہ ہدایت دکھا رہا ہے اگلی مقدس زندگی کے لحاظ ختم ہو رہے ہیں اور آئندہ کیلئے رب لعزت کے ایما سے سلیمان کو خلافت دے چکے ہیں اسرئیل کے سین رسیدہ عابد اور دنیا کو ترک کئے ہوئے صاحب اس انتخاب پر راضی ہو کر عرض کرتے ہیں اور خود ہی ہمایہ تر کیا کہ ہم سلیمان سے ایک سئلہ پوچھتے ہیں اگر انھوں نے صحیح جواب دیا تو وہی آپ کے بعد خلیفہ ہونگے سلیمان نے جواب دیا سلونی وما لوفیق الا باللہ

باجو مجھ سے میں جو کچھ ہونگا وہ تو فقیق یزدی کا اثر ہو گا نقلوالہ ماالشی الذی اذا صلح صلح کل شیئ  
 من الانسان واذا فسد فسد کل شیئ من الانسان فقال هو القلب علی ابنی اسرائیل نے کہا  
 وہ کون شیئ ہے جو اگر صالح رہتی ہے تو انسان کا پورا جسم صالح رہتا ہے اور اگر فاسد ہو جاتی ہے تو پورے انسانی  
 فاسد ہو جاتا ہے، سلیمان نے جواب دیا وہ دل ہے اور جبریل علیہ السلام نے اس مقام پر فرمایا ہے ۔

فقام داؤد فصد المنبر فحمد الله وأثنى عليه ثم قال ان الله تعالى امرني ان استخلف عليكم سليمان۔ (تاریخ طبری حالات سلیمان ص ۲۴۵) حضرت داؤد واٹھ کھڑے ہوئے اور منبر پر جا کر حمد و ثناء الہی بجالائے اور فرمایا کہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں سلیمان کو خلیفہ بناؤں۔

انتخاب خلافت کا اعلان منبری پر مناسب تھا اور اسی پابندی نے غالباً بیخود کو غدیر میں جہاں کہ منبر نہ تھا بالان شتر کا منبر بنانے پر مجبور کیا۔

جناب سلیمان اور زبیر رضوان اللہ علیہما فیہ میں تخت و تاج کے مالک حضرت سلیمان کے لئے بھی منبر پر جانے میں سطوت ذاتی بڑھتی تھی مگر طبری کا بیان ہے کہ وہ دھرم مندوں کا دھرم فی وسط البساط فیقعد علیہ وحولہ ثلث الاف کرسی من الذهب والفضة (تاریخ الامم والملوک ص ۲۷) سلیمان کے لئے ایک طلائی منبر بساط کے بیچ میں رکھا جاتا تھا وہ اُس پر بیٹھتے تھے اور گرد اس کے تین ہزار کرسیاں سولے چاندی کی ہوا کرتی تھیں۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ منبر کی جگہ وسط مجلس ہے۔ جناب سرور کائنات اور زبیر قیامت کے دن جناب سوخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی منبر پر تشریف رکھتے ہوئے خود آپ کا ارشاد ہے۔

اذا كان يوم القيامة ذهب لا براھیم منہ عن عین العرش و نصب فی منبر عن شمال  
العرش ثم رعد علی بکرسى عال یزھر نوراً فی نصب بین المنبرین فیکون ابراھیم علی منبرہ  
وانا علی منبری و یکون اخى علی عا ذلک الکرسى فمارأیت احسن منه حبیباً بین  
الخلیائین (تأویل الایات الظاہرہ) ترجمہ۔ جب قیامت کا دن آئیگا تو حضرت ابراہیمؑ کے لئے عرش کا  
واہنی طرف ایک منبر نصب ہوگا اور بائیں طرف میرے لئے دوسرا منبر رکھا جائیگا اور درمیان میں انکے ایک  
بہت بلند کرسی بچھائی جائے گی جس سے نور ساطع ہوگا اور ابراہیمؑ اپنے منبر پر ہونگے اور میں اپنے منبر پر ہو گا میرے  
بچائے علی اس کرسی پر ہو گئے میں اس جیبت زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا جو دو ظیلوں کے درمیان میں گ  
شبیہ علیؑ اور منبر عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردت ذیلہ  
اسرى الى السماء الرابعة فاذا اتم ملک جالس علی منبر من نور والملائکة تحلق به

فقلت یا جبرئیل من هذا الملك قال ادن منه وسلم عليه فدوت منه وسملت عليه فاذا  
 باخی وابن عقی علی فقلت یا جبرئیل سبقتنی علیا الی السماء الرابعة فقال لی یا محمد لا ذلک  
 الملائکة شکت جها علی فخلق الله هذا الملك من نور علی صورته علی فلاملائکة تنوره فی  
 کل لیلۃ جمعه و یوم جمعه سبعین مئة بیسون و یهدی سموت الله و یهدون ثوابه لبحی  
 علی (اخرجه عبد الله بن یوسف الکبیری السافی) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے شب معراج جب میری تھیں آسمان پر لائے گئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک فرشتہ نور کے منبر پر  
 بیٹھا ہوا ہے اور تمام فرشتے اس کے گرد حلقہ زن میں بیٹھے جبرئیل سے کہا یہ فرشتہ کون ہے جبرئیل کہنے لگے آپ اس کے  
 پاس جا کر سلام کریں ہم اس کے پاس گئے اور سلام کیا، کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ہمارا بھائی اور ابن عم علی ہے مجھے جبرئیل  
 سے کہا کہ کیا تم مجھے پہلے علی کو جو تھے آسمان پر لے آئے ہو جبرئیل کہنے لگے یا محمد انہیں، مگر فرشتوں نے علی کی  
 محبت سے شکایت کی تھی میں خدائے تعالیٰ نے نور سے اس فرشتہ کو علی کی صورت پر پر کیا ہیں ہر شب جمعہ  
 اور روز جمعہ کو فرشتہ شتر تہ اسکی زیارت کرتے ہیں اور خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور اسکی پاکی بیان کرتے ہیں اور  
 اسکا ثواب علی کے مجتوں کو پہنچاتے ہیں۔ (درج الطالب ص ۲۷)

یہ منظر اور حقیقت ایک مجلس کی حقیقت کہتے ہیں جو عالم بالائیں آفتوں دن منعقد ہوتی ہے شب جمعہ  
 کی مجلس کی تائیس اسی بیان سے ہے۔

علیؑ کے کرام اور منبر اہل علم کمالات انبیاء کے وارث ہیں۔ اور العلماء و رتہ الانبیاء مشہور حدیث ہے  
 اسلئے خلاق عالم علم کی قدر کرتے ہوئے علم کو بھی منبر پر بٹھایا گیا اسود اعظم کے امام خوالدین مازنی تفسیر کرتے ہیں  
 کہتے ہیں :-

ابن عمر مرفوعاً اذا کان یوم القیامة حفت منابر من ذهب علیہا قیاد من فضة منضدة  
 بالذی روایا قوت و الزمر و جلالہا السندس و الا ستبرق ثمرینادی منادی الرحمن ابن من  
 حمل الی امة محمد علیاً یرید بہ وجهہ الله اجلسوا علی هذه المنابر فلاحون  
 علیہم حتی یدخل الجنة (مناجیح الغیب جلد اول چاپ مصر ص ۱۷) خلیفہ فائدہ نے اپنے سلسلہ سند سے  
 روایت کی ہے کہ جب روز قیامت ہوگا تو ملائی منبر چاندی کے قبة بنے ہوئے اور ان میں یا قوت اور زمر و  
 اور سونی جڑے ہوئے نصب کئے جائیں گے اسکی پیش سندس اور ستبرق کی چوکی چھراک منادی بجا کر کہے گا  
 کہ کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے امت مرحومہ کو علم پہنچایا اور اس خدمت کو بڑے خلوص سے انجام دیا وہ  
 آئیں اور ان بہزوں پر ٹھہریں ان پر قسمی تم کا خون نہیں ہے وہ سید طرح بہشت میں پہنچیں گے۔

**شیخان علی اؤنیر** اہل علم و سیرت پر مبنی ایک نئی فوج میں ہے جو محبت الہیت بھی ترقی قدرت میں اس قدر باعث ہے کہ قیامت کے دن دست درازان الہیت کو بھی اس بلند منزل پر پہنچایا جائے گا۔ مناقب ابن مغازی اور مناقب اخطب احمد و سبطہ المتجد میں اس قدر کلمات مطالب اور لائق ترقی تفصیل مختلفہ اور کتاب اشعار و شریعت الہیہ میں ہے عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انت غذائی کائنات اقرب الخلق منی وانت علی الخوض خلیفتی وان شیعتک علی منابر من نور مبیضہ وجوہہم حولی اشفع لہم و فکونون فی الجنة جبرائی (ارزاج المطالب باب ۲ صفحہ ۷۵)

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب سید المرسلین علیہ السلام نے جناب امیر سے فرمایا یا علی تم کل قیامت کو سب خلقت سے زیادہ میرے قریب اور حوض کوثر پر میرے غلط ہو گے اور تم کے شبہ و تردید کے بغیر ہر عقیدہ والے میرے بعد گوردہ ہو گئے میں انکی شفاوش کروں گا و جنت میں میرے پیروں میں ہوں گے۔ معلوم ہو گا کہ بنو تیار و ادویہ اور عیالین عصمت و طہارت کی جگہ ہے، اسکی عورت ڈاکو ہیں، و اطمینان مداحان الہیت کا پہلا فرض ہے یہاں پر جو کچھ حکام کما و میرت مستحق ہیں و حقائق و سب کی ترجمانی میں جو کچھ کہہ کر قدم رکھنا چاہیے۔ اور ایسا ہو کہ حرمت مہر ضائع نہ ہو۔

امید ہے کہ میرے ان خیالات کو اہل سیرت و فکر رکھیں گے میں نے جو کچھ حوالہ نقل کیا ہے وہ لکھا ستونہ ہے جس سے میرا ذاتی کوئی فائدہ نہیں ہے اگر اس جرأت پر تجھے کوئی دریدہ دین بھی کہے گا تو قصہ تعلیم کی اہمیت دیکھتے ہوئے نے کوئی عذر نہ ہو گا۔

قالب برار زبان جو واعظ اہل کلمے ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے خاتمہ بیان ہر واقعہ اور حکم کا مختصر بیان واقعہ کر کے مرتب ہو گا اور اس کے نظریہ میں روح و دوزخ کے گہر و بڑی عروج و ہرج و مرج سے واقعہ کو بلا مرتبہ جو سکتا ہے اور ذکر کا و الکلام ہے و عرش سے فرش تک کسان و زمین دنیائے ہر وقت سے واقعہ کو بلا کی یاد تازہ ہو سکتی ہے اور کائنات کا کوئی ذرہ نہیں جس سے غم حین کا جوڑ نہ ہو۔

نباتات، جادات، حیوانات و دنیا کوئی طبقہ نہیں جس پر بحث کرتے ہوئے ربط و صائب ہو زمین کے حالات میں ارض کر کے خاک تربت کی خصوصیت یاد آتی ہے، اگر درختوں کے حال پر نظر ہو تو ترسٹن کا شاخ و دشت میں آویزاں کرنا، اشجار سے خون تازہ جاری ہونا، اگر ہوائیں پر کشتہ کجائے تو معصوم کا ارشاد اذ الجبال قطعت و انتفوت پہاڑیں ہر گئے اور پہرےوں سے خون ابکنا، پہرےوں سے زندگی میں جین مبارک پر چلا اور بعد شہادت و فداں مبارک پہرے کی بوٹ اودام حاکم کی لے لا دی، ایک حضور کا دامن کوہ میں غائب ہونا بیان کیا جا سکتا ہے، دیورات برجن کامر و معدنیات میں اگر کھنگو ہو تو و ہر س نام کاسی منزل پر علم نامت سے ایک

یہ تہ کے لئے نگو خراسے خریدنا، اور کسی خاتم کا بیدردی  
 میں بھر جاتا ہے، سونے کا ذکر تو مجلس یزید میں طشت طلا سامنے آئے۔ خود منہ دہنیلو تو وہ انگوٹھی جو قاسم  
 کو دی اور وہ خاتم جو علی اکبر کو عطا ہوئی اور وہ انگوٹھی جو بکدر نے بھارتیاری یادگاہاتی ہے یہی اثبات کا تذکرہ کیا جائے  
 تو صنف جوان میں ہر طبقہ حقیقت کو یاد دلاتا ہے، حشرات الارض میں ارد گرد کا زندان خاتم میں انظار بیدردی  
 اسیر میں کے قدموں پر ہونا، ابن زیاد کے سر میں سوراخ بینی سے سانپ کا داخل ہونا اور پھر کلکانا چوٹیوں کا عشر  
 کے دن بے آب و دانہ رہنا حیوت بھلون دیمری اجیزہ جانوروں میں حضرت اسمعیل کی دنیویوں کا روز عاشر  
 نرات سے پانی نہ پینا، حضرت عیسیٰ کے وقت میں کر بلا چوٹ کا ہوان صحرانم حنین میں حصہ لینا صحران شیر کا  
 صرت اس گھر کی ایک خادم کے آواز دینے پر حفاظت کے لئے نکل آنا تاریخی حقائق ہیں، پرندوں کے باب میں  
 خبر غراب، اباہیل کا پر اگندہ خاطر اترنا (خصل) کیوتروں کا ایک ایک سمت سلیمان کر بلا کی سنائی لیکھا تاہم کا  
 اباہیل کو چھوڑ کر صحرانم رکھ کر رہ کر دنا، گھوڑوں کی وفانا توں کا ماہ کو نہ میں ایک دوسرے سے سفارش کرنا  
 کہ ہمارے پشت پر ہنسی زادہ ہیں کون نہیں جانتا۔

انسانیت پر گفتگو ہو تو سر، چپائی، رخسار، کان، چشم، ہر دو حاسن، دندان، گھو، سینہ، بازو، کلائی، ہاتھ  
 پہلو، کمر، پیر، غرض میں پہلوئے مصیبت نکل سکتے ہے، اٹھنا بیٹھنا قیام سونا جاگنا واقعہ کر بلا کو یاد دلانے غیر ذریعہ ہے گا  
 اسکے علاوہ انسانی عمر کے تغیرات میں بچپن پر بخت ہو تو علی صغر طولیت پر بخت ہو تو عبداللہ بن حسن فوجانی پر بصرہ  
 ہو تو قاسم شباب پر گفتگو ہو تو علی اکبر پری پر بخت ہو تو حبیب بن مظاہر اسدی اگر حسن پر بخت ہو تو قاسم شرمین پر  
 روشنی دالی جائے تو کس مجاہدوں کے بجزیرہ رجز اور چار برس کی لڑکی کا نوہ سے

مات الفخار ومات المجدود والکرم  
 معجزہ ہے شہید کر بلا کی عظمت واقعہ ہار کا  
 واخذت الارض والافاق والحرم

## مسلم ریویو

مدرسہ عثمانیہ جب سے قائم ہوا اس کے خدمات کی ترجمانی الواظا اور سلم ریویو و دیگر مدوں کی متفقہ کوشش سے ہوتی  
 رہی لیکن سلم ریویو کے بندہ جو جانے سے ہمارے بازوؤں کی قوت ختم ہو گئی تھی اور الواظا کی ذہنیاتھا اھتک عالم میں  
 جد و جہد کرنا تھا خدا کا شکر کہ جدید انتظامات میں سلم ریویو پھر میدان عمل میں آیا اور ملک کے قابل ترین اہل قلم  
 ایس امیر علی صاحب معصومی ایم اے بی ایل ایف بی ایس ایف او آریس ایم جی آئی (لندن) کی فاضلانہ  
 ادارت میں نکل رہا ہے اگر آپ مذہب و ملت کے لئے اگر تری ترجمان کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو ہر گھر میں





# اسلام اور حبس

از سید ابوالاعلیٰ مولا نا قاضی محمد قاضی صاحب کتب نوی صدق لانا فاضل دامت برکاتہ

بانی اسلام علیہ السلام ۶۰ برس پیدا ہوئے بچپن کی شبی نے پہلے دوا کو پھر چاکو کو مرنے نہایا۔ جوان ہوئے تو صدق و دیانت و قدامت ایسے صفات حمیدہ اور اعلیٰ کمالات دیاں زندہ خلائق ہو گئے۔ جبکہ کئی سچائی کا کھرب تلمبہ بڑھ گیا تو چالیس برس کے سن میں ہدایت خلق کے ذمہ دار بن گئے۔ اعلان حق کے بعد بڑی کدو کاؤس سے ایک قلیل جماعت حلاوت ایمان سے محفوظ ہوئی اور باقی تمام گمہ گئی آبادی تلخ کام پھر خون کی پیاسی ہو گئی۔ بہشت میں آپ کے تابعین ہجرت حبشہ پر مجبور ہوئے مگر کچھ کہیں میں مافوق التصور اور ناقابل عقل مصائب بھیجتے رہے۔

اسلامی کشش سے متنی تعداد مسلمانوں کی بڑھتی گئی اتنی ہی جہاں عرب و کفار قریش کی آتش خدا و نسا و شعل ہوتی گئی۔ بہشت کے بعد کل تیرہ برس مکہ میں کثرت فرمایا ہے مگر اس قحطی و عرصہ کے مصائب کی مثال ایک لاکھ تیس ہزار نو سو ننانوے سو جنوں کے زمانہ میں نہ مل سکے۔ آنسو لے کر زاریاں خدا کے لئے مدینہ منورہ سے مکہ منورہ پہنچ کر شمع رسالت کے بے رونے ہو جاتے ہیں اور مدینہ منورہ پہنچ کر سلامی و کلمات کا حق ادا کرتے ہیں جس سے رختہ بختہ عین اسلام کی تعدادیں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور حق اپنی بلندی کے اعلیٰ حدود تک پہنچنے میں کامیاب

ہو رہا ہے کفار قریش کی کے درپے ہوتے ہیں مگر خدا کا مہم ہے اور آپ مدینہ پہنچ جاتے ہیں بعد وہاں کے وہ سال قیام میں اسلام کی وہ شانیں جو دین الہی کے مناسب اور خالص شانیں ہے ظاہر و آشکار ہوتی ہے سید نبوی کی خلیفہ بننے کی حدائے واحد و قدوس کی خاص صفت کا آثار ہوتا ہے اسلامی احکام نافذ ہوتے ہیں اخلاقی تعلیم، معاشرتی جہاد کی درس دینا ہے یہی اخوت و ہمدردی مختلفاتی کی حکیمہ دی ہوتی ہے دید خلوت فی دین اللہ اخراج کا مظهر

اپنا جلوہ دکھاتے غمت کفر کا فورہ ہوتی ہے اسلام کی تابندہ کرنیں عالم کو منور کرتی چلی جاتی ہیں۔ کفار آخری حربہ جنگ کا استعمال کرنے پر آمادہ ہو کر بیتھال اسلام اور اہل اسلام کے لئے بیش قدمیاں شروع کرتے ہیں نورس کے عرصہ میں کسی مرتبہ تو مارا ٹھانے کی نوبت آتی ہے جو ہر مرتبہ رحم کا سہو لے ہوئے اٹھتی ہے اور صلح کا خیال رفیق و مدار کا ہوتا ہے بہر حال بیش نظر دہشت ہے عمرہ ادا کرنے کے لئے کہہ کا ادا کرتے ہیں لیکن اثنائے راہ میں قریش کی جارحانہ آگاہی کی خبر پا کر منزل مدینہ میں رگ جاتے ہیں اور صلح کر کے واپس آتے ہیں۔ قریش اس صلح کو حضرت کی پہائی سمجھ کے مشہور ہیں شرائط صلحی مکہ حلاوت و رزی سے حضرت کو پریشان کرتے ہیں اور آپ مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت کو ساتھ لیکر مکہ پہنچ

جانتے ہیں شہر کے کچے حصے میں آگیا ہے مگر سخت سے سخت دشمنوں کے مقور معائنہ کر دیتے ہیں تمام شہر میں عام صفائی کا اعلان ہوتا ہے۔ اس شخص سلوک سے باغیگان کو دور رکھار کی ایک بڑی جمعیت مغرب کو اسلام کے لکھی مذہب کے نیکو تہذیب سے اعتراف کرتی ہے اس طرح ۱۲ سال کے عرصہ میں مکہ مندر کے قیام کی ہر روزہ سالہ زندگی کو ایسا منظور ماند زندگی ہے جسے آپ نے تلواروں کی چھاؤں میں کاٹا۔ اب یہ دس برس قیام مدینہ منورہ کے جو جی کارناموں کے لئے مشہور ہیں ان میں بھی کوئی مثال ایسی نہیں پائی جیسا کہ جس میں آپ نے کسی کو مذہبی یا ذاتی یا کسی اور قسم کا نقصان پہنچایا ہو کسی قسم کے تشدد اور زیادتی کو بردار کھا ہو۔ اس تمہید کے بعد واضح ہو گیا کہ اگر اسلام کی اشاعت تشدد اور سختی کے بغیر ہو سکتی ہے تو خود خداوند قادر و توانا ہی ارکان سلطنت کو مضبوط کر دیتا اور ان کی لازوال قدرت سے نڈال دیا۔ انقلاب کے پھانٹ پھوٹے بڑے لیکن صورت حال اسکے برعکس ہے۔

پروفیسر رام دیپنی نے اپنے ایک کھیر میں کہا تھا کہ یہ غلط ہے کہ اسلام محض تلوار سے پھیلا یا مروجی ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے تلوار کبھی نہیں اٹھائی گئی اور اگر مذہب تلوار سے پھیل سکتا ہے تو کج کوئی مذہب تلوار سے پھیلا کے دکھائے۔

علوم ہو کہ اسلام نے جب تلوار اٹھائی اپنی حفاظت کے لئے اشاعت مذہب کے تلوار سے کوئی ربط نہیں اسلام کے مخالف اپنے خاص اہل میں یہ سب سے بہت اہتمام سے پیش کرتے ہیں کہ قرآن میں اکثر مقامات پر جہاد کا تذکرہ آیا ہے اس سے وہ یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ مسلمان باوجود مذہب قومیت کے دعویدار ہونے کے دشت و دربریت کے طیف ہیں۔ وہ قرآن کی مدد سے اپنے آپ کو غیر مسلم حریف کو قتل پر مجبور پاتے ہیں اس لیے کہ ان کے قانون کی کتاب میں اسکے لئے خاص مقام ہیں۔ مجاہدین غزوہ بدر کے بعد مجاہدین اہمیت نہیں رکھتا۔ جو حضرات فئات عرب کی حقیقت سے باہر ادا کے عادات اور ان کی طرز ادا سے واقف اور میان و میان قرآن سے آگاہ اندکیات کلام اللہ کے معانی و مطالب میں گہری نظر ڈالنے کے بعد ہی ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ جہاد کی غلط فہم کے مختلف سولوں میں اکثر سے لکھی ہے اور ہر مقام پر ایک خاص معنوں میں مستعمل ہوتی ہے۔ سنی و کوشش۔ حب مشقت۔ دست و طاقت۔ حجاج و استدلال۔ اعمال و معاوضہ اعمال۔ اتفاق مل اکراہ و اجارہ۔ مبالغہ و اصرار۔ انتہائے سعی و جہد و قتل۔ صبر و تحمل۔ عزم و استقلال۔ اول کے معنوں میں بطریق حقیقت اور آخر کے معنوں میں بطریق مجاہدہ۔ ایسا نہیں ہے کہ ہر مقام حدال و قتال ہی کے معنوں میں مستعمل ہو۔ جب ایسا نہیں ہے تو صرف اس نفا کے گوش زد ہوتے ہی خود ساختہ تحیل کی بنا پر مجرک جانا بجز غلط فہم اس کے کسی دوسری چیز سے تعبیر نہیں ہو سکتا۔ ہر کسی سے انکار نہیں کہ قرآن مجید میں جہاد کا لفظ کہیں بھی عار یا دو مخالف کے معنوں میں مستعمل نہیں ہے اور جنگ جہاد کے احکام مطلق مذکور نہیں ہیں۔ میں اور فرد جس اور ہوتا بھی چاہیے تھے کہ قرآن ایک مکمل قانون ہے جس میں دنیا و مافی کی کوئی

انہی ضرورت میں تو کونداشت نہیں ہو سکتی تھی۔

یہ عجب منطقی ہے کہ جو بات حق و کمال کی دلیل ہو کو نامہ اندیشہ سکویہ ناما باس پنا نیکی کو شش کریں یا اعتراض بظاہر ان لوگوں کی طبع آزمائی کا نتیجہ ہے جو انہیں مقدس کو احکام جنگ سے خالی پاکر قرآن مجید کو عیب فرس نکالوں سے دیکھ رہے ہیں حالانکہ انہیں میں ایسے احکام کی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ قریت کی ناسخ نہ تھی اور قرآن مجید چونکہ تمام سابقہ کتب کا ناسخ تھا اسلئے اگر قرآن مجید میں جنگ کے احکام نہ ہوتے تو انکھٹ اعراض بلند ہو سکتی تھی اور کہا جاسکتا تھا کہ قرآن مجید تمام ضروریات کے لئے کافی نہیں ہے۔ جدال و قتال کے احکام کا تذکرہ اسکے کمال و جامعیت کی دلیل ہے مگر وہ نبی عربی اور ان کے اصحاب و اہل بیت کے لئے کافی نہیں ہے۔ جدال و قتال کے احکام کا تذکرہ اسکے کمال و جامعیت کی دلیل ہے مگر وہ اور مدد دہنی و بغاوت ہے اور ہر زمانہ کے مسلمان اپنے غیر مسلم حریف کے قتل پر بنا قرآن مجید میں اسی لئے قرآن کی تسلیم اور اسلام و اہل اسلام کی تہذیب پر کوئی حق نہیں آسکتا۔ اسلام کی روحانیت ہرگز ایسی متغی نہیں ہے کہ وہ اپنے تابعین کو غیر تابعین کے قتل پر مجبور کرے یہ تو ایک آخری تہذیب ہے جو خدا اسلام میں امن کے قائم کرنے میں اور اسلام اور اہل اسلام کو سہیتصال کلی سے محفوظ رکھنے کے لئے ان لوگوں کے مقابلہ میں مجبوراً اختیار کی جاتی تھی جو بلا وجہ سہیتصال اسلام اور اہل اسلام کے خواہاں ہو کر مشغول کر کے پتھے یا معاہدہ کے بعد مدد شکنی کر کے قتل و فساد و نقصان من کے مرتکب ہوتے تھے اور وہ بھی جب اپنے خیر کات سے تائب ہو کر علم اسلام کے نیچے آجاتے تھے تو انکو ایمان دیدی جاتی تھی۔ اسلام کا جہاد اگر جامعہ لغائی ہے جہاد جہاد کی اصلی ترین قسم اور مہمہ بلشان نوع نفس ناطقہ در نفس حیوانی کا مقابلہ ہے۔ جس میں نفس ناطقہ کی مقدس طاقت کو نفس حیوانی اور قوت تنہوانی پر فوج و ظفر حاصل ہو۔ نفس ناطقہ کی کد و گشتش نفس حیوانیہ پر غالب آئے اور اسکے وبالینہ میں جہاد سے تحریر کی جاتی ہے۔ پس جبکہ نفس ناطقہ نفس حیوانیہ کا مقابلہ کرتا ہے اور اسکے لشکر نفس ناطقہ کے قبضہ میں آکر مقتول یا مقید ہو جاتے ہیں تو امر مطلوب تمام و کامل اور صلاح بلد حاصل ہو جاتی ہے اور زمین عادل و انصاف کی مضبوط بنیادوں پر قائم اور کلمہ اسلام کل کلمہ پر بلند ہو جاتا ہے۔ اور تمام جہادوں کے مشروع ہونے کا یہی سبب ہے کہ وہ سب سبب ہات در یا ضیات ہیں یہی وجہ ہے کہ جتنی چیزیں میں توبہ کو شش اور جن عمل کو مدخلیت ہے ان سبکو جہاد کہتے ہیں چنانچہ حج کو بھی جہاد سمجھا جاتا ہے کہ اس میں بہت زیادہ عمل کو شش کی حاجت ہوتی ہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام کچھ ابلا خدیں ارشاد فرماتے ہیں الجہاد کل ضعیف حج ہر ضعیف کے لئے جہاد ہے۔

اور نماز کو بھی اسی وجہ سے جہاد کہتے ہیں کہ اس میں بھی توبہ و شفقت برداشت کیجاتی ہے۔ اور قول ہود و ہود نماز کی داغ بیل مسکرت جہاد ہی میں پڑی تھی۔ جب سالتاب کا لشکر کسی بلندی پر چڑھتا تھا تو گیکر کہتا تھا اور جب بلندی سے اترتا تھا تو گیکر کہتا تھا اور اسی بنیاد پر نماز کی بنیاد ڈالی گئی۔ جنگ و جدال کو بھی ایسی وجہ سے

جہاد کئے ہیں کہ اس میں بھی علی جد و جہد کی بہت ضرورت ہوتی ہے چنانچہ ہر محاہد نے اپنی قوت عمل کے مطابق مشقت برداری کی لیکن جیسا تعویذ مشقت جہاد فی سبیل اللہ میں حسین ناز پروردہ رسول نے گوارا کیا، اسکی نظیر صحن عالم میں تلاش کرنے سے بھی ملنا دشوار ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حدیثی جہاد کو جہاد کونوں یا حکلیت خاص اسلئے کہ جہاد میں شریعت نے جو شرائط ذکر کے واجب کیا ہے اس کا محاسب جہاد میں اس محاہد کیلئے مشیت نے نہیں کیا ہے۔ خدا پہلے یہ حکم تھا کہ ایک مجاہد کو دس کافروں کے مقابلہ میں جتنا واجب ہے پھر مسلمانوں کا ضعف دیکھتے ہوئے حکم دیا کہ دو کے مقابلہ میں ایک کو بڑا واجب ہے۔ اور یہاں کم از کم تین ہزار کے مقابلہ میں ثبات قدم واجب قرار دیا گیا ایک شرا یہ بھی ہے کہ جہاد میں کفار پر بھی پانی بند نہ کروا دے یہاں چالوں کا کیا ذکر ہے جس نے چھپنے پر بھی تین دن پانی بند رکھا گیا۔

اسے کہ کو فیض کی سنگدلی کی کوئی حد بھی ہے کہ چھ ماہ کے بچہ تک پر پانی بند کر دیا ممکن ہے کوئی کہے کہ چھ مہینہ کے بچہ کو پانی سے کیا کام سکی غذا تو شیر مادر ہے۔ میں کہوں گا یہ ٹھیک ہے مگر شیر مادر پر بھی تو کھانا پانی قنات و عداوت یہ تھی کہ جب کوئی لشکر لڑتا تھا اور قریب خیمہ کے پہنچتا تھا تو گھوڑے سر پٹ ڈال دیتا تھا اسکا اثر یہ ہوا کہ گھوڑوں کی تالپوں کی آواز سے اور تلواروں کی جھنکار سے دوسرا در علی شہر کا خشک ہو گیا تھا۔ اب غذا علی شہر کی سڑا پانی کے اور کیا تھی؟۔

## دائے ازل

حضرت رزم ردو لوی  
شبیر کا غم احمد نے کیا ماتم کے لئے فرما بھی گئے  
خود مجلس غم برپا بھی کی اور روئے بھی رُوا بھی گئے  
تا یہ عزا سے ابھرے گا احساس وفادار دولت  
یہ راز بقا سمجھے ہی نہیں دائے ازل سمجھا بھی گئے  
زندہ ہی نہیں مقتول جفا میں وجہ حیات ایمانی  
جاں گھوئی تو جاں بخشی ادا سر دینے والے پا بھی گئے  
اسلام مٹانے والے خود نظروں سے گئے ذہنوں سے مٹے  
اسلام پر مٹنے والے ہر منظر حق پر چھا بھی گئے

اگر یہ شہادت کی یہ تڑپ شہر کھل میدان کھل  
 آغوش اجل میں ہنسنے والے ہر قوم کے دل تڑپ بھی گئے  
 اس شان سے جاں دی مگر غنہ طوفان تم کا دم اکھڑا  
 گوراہ خدا میں سر نیے انصار کے مولا بھی گئے  
 باطل کی اُمنڈنی بدلی میں یہ خون میں پیو ڈوب کے بھی  
 یوں جھکے وفاق کے مہ پاکے ہر نقش حق چمکا بھی گئے  
 اندوہ و بلا کے محشر میں چہرے کی بنناشت کیا کہنا  
 دنیا کے غم و بہم جھیل گئے دنیا کو مگھوہا بھی گئے  
 کیا عوم کی چٹوں بانگی مٹی کیا صبر کے تھوڑے تھکے تھے  
 تڑپے نہ ذرا خنجر کے تلے کو نین کے دن تڑپا بھی گئے  
 پیاس اپنی سیکھنے بھول گئی وہ ننھے سے دل پر غم بیٹے  
 پانی کے بہانے کوثر کو عمو بھی گئے بابا بھی گئے  
 شبیر نے مقتل میں رکھی بنیاد ظفر خنجر کے تلے  
 اور شام میں جا کر اہل حرم اعلان ظفر زبا بھی گئے  
 اے رزم حوادث کی زد سے اونچا ہے غم فرزند نبی  
 گھٹنے کی نہیں یہ شان عزاکچھ اٹھ بھی گئے کچھ ابھی گئے

## یہ خبر کی چوٹ

اد جاتیہ مدی صلین صاحب مجدد گفتہ وی

یاد ہے روح امین کو آج تک شہر کی چوٹ  
 خفت ہے مال کے لئے بس فرقت دہر کی چوٹ  
 کم نہ تھی قلب زمیں کیو اسطے خبر کی چوٹ  
 دل میں تھی بالی سیکھنے کے غم سردر کی چوٹ  
 بازوئے شبیر نے عموں کی صہر کی چوٹ  
 حشر تک قائم ہے یارب غم سردر کی چوٹ  
 تب ہے خبر بھول سکتا ضربت حیدر کی چوٹ  
 زندگی بھوکھا بھلا کھائے غم کبوتر کی چوٹ  
 بازار نے دگاؤں دن سے اس کو کیا غلط  
 سوتے سوتے جاگ اٹھتی تھی وہ قید شام میں  
 حلق پر بچے نے جب غلام کا کھایا تیر لم  
 ہے دعا ہمدرد کی نکلے نہ دل سے تا آبد

# سبطن نبی کا اسلامی دنیا پر حسن

از تاج الملک مولانا سید محمد ذکی صاحب قبلہ مجدد مدظلہ العالی

انقلاب زمانہ کے ہاتھوں حق و باطل میں نبرد اکرامی کی عجیب غریب نقویہ کر بلا کے خونی مرتع میں جیسی نظر آئی اُس کی مثال نہ سینن ماضی میں ملتی ہے اور نہ مستقبل کی غیر محدود گردش دنیا کی لمحہ بہ لمحہ بدلتی ہوئی طبعیتیں پیش کرنے پر قادر ہیں مہلکسی واقعہ کی یاد تازہ رہنے کی ذمہ داری صرف اُسکی ندرت اور موقع کی مناسبت ہی ہے جو قوت ہے جب قدر اس میں زیادتی اور ہم آہنگی ہوگی حافظہ انسانی میں اسکی یاد بھی اسی قدر مستحکم و پایدار ہوتی جائیگی متوقع امور کا تحفظ مشکل ہے لیکن غلات توقع واقعات کے لئے تغیر اعصار کی تمام ممکن طاقتیں بھی مٹھا دینے میں عاجز اور دل و داغ بشری سے محکوم رہنے میں ہمیشہ ناکامیاب و شکست خوردہ رہتی ہیں یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ماہرین فلسفہ و تاریخ کے لئے مددزد دشمن بلکہ اُس سے بھی زیادہ نمایاں اور مضحکہ کمر بلا کا پردہ و عبرت انگیز واقعہ بھی اپنے گوناگوں خصوصیات، ندرت و درود اور محل وقوع کی مناسبت کے سبب ایسا نوحہ دارا چھوڑتا ہے کہ دلوں پر غش کا بجز کی صورت میں ثبت ہو گیا اور سب سے لیکر اس وقت تک اپنی مظلومانہ ظروف و اسان حرف بحرف دہراتا ہی نہیں چلا آتا ہے بلکہ ایسی اعلیٰ روحانی و اخلاقی تعلیم کی خدمت بھی انجام دیتا ہے جو لاکھوں باعلیٰ و اعلیٰ کی حق آفریں زبانوں اور کرداروں متحرک قلوب کی صدق آگس جنشیں سے بھی ناممکن ہے۔ انصاف پسند طباع کا ذکر یہ کیا باطل افزہ افراد بھی اس واقعہ کو پس پردہ اور مخفی رکھنے کے عزم مصمم کے باوجود تدریج حقائق کے وقت مختصر مگر اپنے لفظوں میں وہ سب کچھ لگے جہاں ایک حسینی اور حسینی پیغمبر تحریر کر سکتا اس ظاہری فہرست میں ابن حجر کی جوں یا حقلانی، صاحب تفسیر کبیر ہوں یا بخاری، جامع صحیح مسلم ہوں یا ترمذی مانگے دوسرے ہم آہنگ ہم نوا ان سب کی سعی بدھ بدوشی آفتاب کا روشن چہرہ چھپانے کی طرح بے غمرد بننے ہی ثابت ہوتی رہی نقش حقیقت لوح تالیخ پر ابھرا اور موسیٰ و دراستہ ادا کے نکل خدا و خال پیش کرنا اور صاف انسانیت کا وہ آئینہ نگاہیں کا ایک رخ دورانی اور دوسرا ظلالی ایک جانب مادیت کے برتاؤ اور دوسری جانب روحانیت کے علمبردار صفت نظر آ رہے تھے علانی ظلم و جور زبیری فوج کے ہاتھوں میں حتیٰ جو ابھی شیطان طاقوتوں کے بعد و سرہر حسن یانی کو پاش پاش کر دینا چاہتے تھے لیکن الحق یحیو و لا یموتی آخر دنیا نے کرکٹ لی یزیدی کوششیں اپنے شباب پر پہنچ کر ختم ہو گئیں۔ بدستان دولت کی ہمتیں ٹوٹ گئیں، اپنے ہی حربے اپنے لئے مصیبت ہو گئے اور آخر یزیدیت کا چراغ بجھ گیا یہی نہیں کہ

اسی پر چار کر نے لے لے فرادی دیاؤں پر بھی ایسی سختی نہیں ملے گی کہ نام لینا بھی انکا تو بین السانیت ہو گیا۔  
غرض نہ وہ سلطنت رہی نہ اس سلطنت کی حمایت کرنے والے یہ طوفانی ہوائیں تھیں جو پھیلیں اور منتشر ہو گئیں  
شیطان کی گولے تھے جو شام و دمشق و کوفہ کی سرزمین سے اٹھے اور ریختانی نینوا میں غائب ہو گئے، البتہ  
حیثیت کا آفتاب حق پر ایسا چمکا کہ نہ صرف عراق و حجاز، شام، ایران، یمن، مصر عربی سرزمین تک اس کی  
شعاعیں چمکیں بلکہ طرح ایسی اقوم کے لئے اس کی حق پاش فورانیت نے فائدہ بخشا اہل یورپ کے لئے  
بھی مشعل ہدایت بن گیا، لاریب کلمہ گویان اسلام کی حسینی دست دیاؤں، فاطمی فہم و فراست کی بدولت یہ وہ  
عزیز العقول فتح تھی جسکی اعجاز خدائی کے سامنے دشمنان اسلام کی منکولہ گردنیں خم ہو گئیں اور بحیثیت مذہبیت  
درہائیت ہر قدم کا پڑھنا ہوا اقتدار اسلامی اقتدار سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا جو درجہ دنیا کی قومیں  
اسوۂ حسینی سے سرشار ہو کر اسلامی پرچم کے سایہ میں آکر آباد ہونے لگیں توحید کا ست کن نغمہ دیاؤں پر بھاریاں و  
مسادات کے اس مظاہرہ کی دلوں پر حکومت تھی جو کربلا و نہ انجام دیگئے یہ فرزند رسول کا وہ عظیم احسان ہے  
جسکی گراں باری خود بخیر ترین نقطوں میں ظاہر فرمائی حسین معنی و اقامت الحسین جینکا گر حسین نہ ہوتا  
تو اسلام بے معنی لفظ ہو جاتا علم صداقت و دیانت سرنگوں ہو جاتا دنیا کے ہر گوشہ میں مادیت کی فرادانی اور  
انسان خدا درندوں کی کثرت ہوتی۔

اے حسینؑ چاہے اموال ہلے نفوس ہماری اولاد آپ و آپ کی اولاد و آپ کے اصحاب پر نشانہ اپنے  
دین حق کی حمایت، کلمہ توحید کی حفاظت میں تین دن کی بھوکے پیاس گوارہ کی اصحاب باذنالی خاک و  
خون میں تڑپتی ہوئی لاشیں دیکھیں، اعزاد و اقربا کی زخموں سے جو چور میتیں اٹھائیں، نغھے نغھے بچوں کی  
العلش العطش کی دردناک آوازیں سنیں، مخدرات عصمت و طہارت کی بے قراری و تشکباری اور فریاد و درازی  
سے آپ بھی غمگین ہوئے لیکن باطل کے سامنے نہ جھکنا تھا نہ جھکے حلاوت شرع و ستیہ سیاسی کو نہ اتنا تھا نہ مانا  
بیت زید کو اپنی اولاد و عمری اور حقانی خود داری سے ایسا ٹھکرا کہ پھر اسوی و عباسی تاجداروں کو کسی عہد  
میں بھی ہاشمی بہادروں سے بیعت لینے کی جرات نہ ہوئی۔

## رباعی

از جناب سید محمد عباس صاحب یم۔ اے مجاہد آباد  
حق کیلئے اے حسینؑ جاں دی تو نے      دو زخ سے مجھوں کو اماں دی تو نے  
خود ہو کے شہید اور لٹا کر ہر بار      اسلام کو عمر جاوداں دی تو نے

## اصحابِ حسینی کی بے مثال وفات

انجناب مولانا اختر حسین صاحب مدد اللہ فاضلِ تعلیم بڑے اہلِ عظیم کھٹنہ

قدرت نے جو با وفا صحابہ قلص و حق پر جان دینے والے ساتھی امام حسین علیہ السلام کو دیے وہ کسی نبی و مہی کو نصیب نہیں ہوئے ہمارے پیش نظر جناب موسیٰ کی قوم بنی ہر ایل ہے اور حضرت عیسیٰ کے حواریین اور جناب رستماب و دیگر ائمہ دین کے صحابہ کبار بھی ہیں مگر جو فلک کے نو نے ایثار کی مثالیں امام حسین علیہ السلام کے صحابہ میں نظر آتی ہیں وہ کسی اور کے صحابی یا ساتھی میں نہیں۔ اور آپ جناب موسیٰ کے ساتھی جناب عیسیٰ کے حواری رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے صحابہ سے امام حسین کے صحابہ سے مقابلہ فرمائیں تو آپ کو بھی فرق اور تفاوت نظر آئے گا ہم تاریخ کی مدنی میں امام حسین کے صحابہ کی دنیا پر اجمالی نظر ڈالنا چاہتے ہیں جس سے ان کی عظمت اور ایمان و وفا کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

امام حسین علیہ السلام دوسری محرم سترہ بخشبہ کے روز ذکر بلا میں پونچے امام نے جاہلکہ ینوایا غاضبہ یا شفیہ میں قیام فرمایا مگر گھر چلی نہوا اور اس نے کر بلا کے میدان بے آب و گیاہ میں اترنے پر مجبور کیا اس وقت جناب زہیر بن قین نے خدمت امام میں عرض کیا یا بن رسول اللہ ان قتال ہو کا جو اھون من قتال من یا قینا من جدہم۔ مولانا دوگوں سے لڑنا بہت آسان ہے بہ نسبت ان کے جو ان کے بعد آئیں گے ہیں۔ ظہر ہی لیا قینا من بعد من تری ما قتل لنا میں اپنی جان کی قسم کہا کہ کتا پوں کلان لوگوں کے بعد اتنا لشکر آگیا جس کا ہم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دیکھا آپ نے زہیر کی محبت کو جو امام سے تھی انھوں نے اپنی ذاتی رائے پیش کر دی اور آئینہ لے کر خطرے سے امام کو آگاہ کر دیا مگر امام نے فرمایا کہ ما کنت لا بداً ہم بالقتال میں جنگ میں ہل کر ناہیں چاہتا (طبری ج ۶ ص ۳۳۱) یہ تھی جناب زہیر کی وفات کی مخالفت کو سننا نہیں چاہتے تھے اور دوسری وقت جنگ کا فیصلہ کرنا چاہتے تھے مگر حکم امام کے آگے سر خم کر دیا۔

تیسری محرم کو عربی سہ ماہ ہزار لشکر سمیت کر بلا پہنچا تو اس نے فوراً غزوہ بن قین جس کو سلسلے بھیجا کہ وہ جا کر امام حسین سے یہ دریافت کرے کہ آپ کیوں یہاں تشریف لائے ہیں جو کہ غزوہ ان لوگوں میں تھا جنہوں نے امام کو خط لکھا تھا اسلئے اُسے امام کے سامنے جانے ہوئے شرم آئی اور اس نے معذرت کی مگر کثیر بن عبد اللہ شعی بڑا بیاد اور مذکور شخص تھا اُس نے کہا میں جا کر دریافت کرنا ہوں بلکہ اگر تم کہو تو میں انکو قتل کر دوں مگر عمر بن سعد نے کہا کہ تم میں یہ نہیں چاہتا فقط جا کر یہ پوچھو کہ آپ آگے کیوں ہیں۔ کثیر چلا دور سے ابو ثمامہ حنا مدی نے اسکو



دیکھ کر امام سے عرض کیا کہ مولانا آپ کے پاس اہل زمیں میں سے بہترین اور جنگجو شخص اگر آپ چاہیں تو ابو خثامہ نے کہا کہ تم کو تیار باہر رکھ دو پھر امام کی خدمت میں جاؤ مگر اس نے انکار کیا ابو خثامہ نے کہا کہ اچھا تم جلوہ کریں ہماری تلوار کے قبضہ پر اٹھ کر رکھ دو جو تم کو امام سے گفتگو کرنا اگر وہ پہچانی نہیں تو آخر میں ابو خثامہ نے کہا کہ تم مجھ سے بیان کرو میں جا کر امام کی خدمت میں عرض کروں اور جواب ملا وہں مگر وہ پہچانی نہیں تو وہ جلا کر واپس چلا گیا۔

(طبری ج ۶ ص ۲۳۳)

یہ تھا جذبہ ایمان و بے مثال جذبہ و فدا کا ابو خثامہ نے یہ زچا کہ ایک جنگجو اور بہادر شخص امام کی خدمت میں مسلح اور لڑاؤ دیکھ کر جانے اور اسکی شہر آئین طبیعت سے خائف تھے کہ کہیں موقع پا کر تلوار نہ چلائے لہذا اسکو غیر مسلح کر دینا یا بے قابو کر دینا مناسب سمجھا مگر جب وہ راہی ہوا تو اسکو دیکھ کر دیا لگاڑا دی کہنا تھا اسکو جانے نہ دیا۔ نویں محرم کی سیر پر کو بعلی امین صاحب جناب سکینہ اور دوسرے بچوں کی پیاس اور تھکاوٹ دیکھی نہ گئی تو برابر ہمدانی نے ان کو اور اصحاب کو غیرت دلائی کہ حنین کے بچے ہمارے سامنے پیاس سے مرے جا رہے ہیں اگر خدا بخوہد کوئی بچہ پیاس سے ہلاک ہو گیا دیکھنا کیا لڑاکا قبضہ ہمارے ہاتھوں میں ہے تو پھر ہم کیا جواب دینگے چنانچہ جناب بے پروا اور اصحاب کو لیکر دس باہر گئے اور جنگ کے بعد ایک شک بانی خیمہ میں تک پہنچا دیا مگر نویں محرم کے وہ پانی بچوں کی نعمت کا نہ تھا اور زمین پر بہ گیا۔ یہ تھی ہر پر کی حقیقت اور غیرت اور وہاں شہداء کی حد کا امام کے بچوں کے لئے اپنے کو خطرہ میں ڈال کر گھاس سے پانی لے آئے اور اپنی دفا کا سچا ثبوت دیدیا۔

نویں کا دن گذر کر بلا کہ میدان میں شب عافور امام اور اصحاب امام کی آخری یا دگر بات آئی امام نے اصحاب کو حکم دیا کہ خیمہ قریب کر لے جائیں اور ان کے گرد خندق کھود کر وہیں آگ لگادیا جائے تاکہ کل دشمنوں سے ہمسائیہ جنگ کیجا سکے اور وہ ہتھکڑی نہ سکیں اس شہدیں امام نے اصحاب کو جمع فرمایا اور انکو موقع دیا کہ وہ آپ کے پاس سے چلے جائیں اصحاب اپنی جان خطرے میں نہ ڈالیں مگر وہ معمولی صحابہ تھے جو ساتھ چھوڑ کر چلے جاتے وہ تو جب سے ساتھ ہوئے تھے تو یہ سوچ لیا تھا کہ یہ ہماری جان ہماری نہیں ہے بلکہ اسکو امام پر فکروں کے اور شروع سے بچنے کو امام کی سپر بنا چکے تھے کہ امام چاہتے تھے کسی قسم کی تکلیف اور آج نہ آئے دینگے بلکہ امام کے اس حملہ نے انکے جذبہ قربانی کو اور بلند کر دیا اور ان کے دماغ کے شعلہ ریزہ کے لگ بھگ یہ آواز ملے ہوئے تھے مگر اسلئے لاکھ دفا نامیج میں دیا گامہ رہ جانے فرمایا خانی کا اعلم اصحاب اور فنی و کا خیر امن اصحابی و کا اہلبیت ابو داؤد و حمل من اہلبیت میں اپنے اصحاب سے زیادہ وفادار اور بہتر کسی کے اصحاب کو نہ ہیں یا امام نے کسی کے اہلبیت کو اپنا اہلبیت سے زیادہ تکریم و تکریم کرنا چاہا یا پونہ ہمارے ج ۱۰ طبری ج ۶ ص ۲۳۳) کہ ان میں فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ ہمارے اور دشمن کے درمیان کل فیصلہ کا دن ہے لہذا میری طرف سے تمہارے کوئی ذمہ داری نہیں ہے لہذا یہ رات کا بچہ وہ حامل ہے مہتابا جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔

مگر جیٹن کے اہلیت صحاب تھے انھوں نے جواب دیا جانا تو تیار ہی ہے کہ جسے پہلے جالب عباس اور امام حسین کے دوسرے بھائیوں اور بیٹیوں نے متفقہ طور سے فرمایا کہ بعد فعل ذالک الذی ذالک کا انا اللہ ذالک ابدگ یہ ایسا ہرگز نہ کرینگے اور کریں کیوں اسلئے کہ آپ کے بعد زندہ رہیں خیر برا ہو کہ وہ دن نہ دکھائے اسکے بعد صحاب کی باری آئی تو جسے پہلے مسلم بن عویض اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اگر تم آپ کا ساتھی چھوڑ دین تو خدا کو کیا جواب دینگے خدا کی قسم میں اُنھیں اس وقت تک جنگ کر دینگا جب تک تلوار کا قبضہ میرے قبضہ میں ہو گا اگر میرے پاس ہتھیار نہ ہوتے تو میں اُنکو پتھر بارود لگا خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل کیا جاؤنگا پھر زندہ کیا جاؤں پھر مبرا دیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں پھر میری لاش کو ہوا میں اڑا دیا جائے اور شرم تہ ایسا کیا جائے پھر بھی آپکو نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ آپ پر اپنی جان قربان کر دوں اور کیونکر یہ ناگوار ہو اسلئے کہ یہ تو ایک مرتبہ کا قتل ہے پھر اس کے بعد ہیش کے لئے رات ہے اسکے بعد نہ میری قبریں کھڑے ہوں اور کہا کہ اگر میں قتل کیا جاؤں اور زندہ کیا جاؤں اور قتل کیا جاؤں یہاں تک کہ ہزار مرتبہ ایسا ہو مگر آپ کی اور آپ کے اہلیت کی جان بچے تو یہ مجھے تو ارا ہے جب صحاب داد و فادہ کچے فخر اصرار الحسین خیرا و انصرف الی مضربہ تو امام نے اُنکو جیل خیر دی اور اپنے خیر کی طرف تشریف لے گئے۔

(بحار ج ۱۰ - طبری ج ۶ صفحہ ۲۳)

دیکھا آپ نے صحاب کے جذبہ و فادہ کو جب کہ احساس امام نے قبل سے فرا کر تشریف لے چلے فرما دیے تھے بیشک امام حال کے آئینہ میں مستقبل کی تصویر اور اصحاب کے قول میں تصویر عمل ملاحظہ فرمائی تھے اور یہ واقع نے ثابت کر دیا کہ اصحاب نے جو کچھ کہا اُسے کر کے دکھادیا۔

ہماری پیش نظر حضرت موسیٰ کے ساتھی ہیں جب موسیٰ نے ان سے کہا کہ ارض مقدس میں داخل ہو تو انھوں نے صاف جواب دیا کہ انا لن ندخلھا ابدًا ما داموا فیھا فاذهب انت وریک فغاثلا اناھننا قاعدون پڑ عہ۔ کہ ہم تو اس وقت تک وہاں نہ داخل ہونگے جب تک کہ وہ لوگ وہاں موجود ہیں آپ جانے اور اپنے خدا کو بجا لے اور جنگ کیجئے ہم تو ہمیں بیٹھے رہینگے۔ حضرت عیسیٰ کو کبھی کسی معرکہ و جنگ کا سامنا نہیں ہوا مگر آپ کی گزشتہ ای کی رات البتہ سخت امتحان کا وقت تھی اس رات میں آپ مع حواریین پوشیدہ تھے اور حواریین نے اپنی شجاعت اور قربانی کا پورا پورا اطمینان دلایا تھا مگر حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا کہ تم دعا کرو کہ امتحان میں نہ بڑو شمعوں نے یہاں تک کہد یا تھا کہ آپ کے پسینہ کی جگہ خون گریدو گا مگر جب ہر دوس کے آدمی حضرت عیسیٰ کو دھو نہ سکتے ہوئے اُنکی خیریت کہ پوچھی گئی تو حضرت عیسیٰ نے اُنکو جگایا کہ مدد کرو مگر وہ آکھ ملتے ہوئے رہے نہ ہو گئے فطر مقدس تو تفصیل قلم سے نیچے کو دروازہ ہونگے شمعوں نے برسی ہا دی دکھائی تو ایک مخالف کا کان کاٹ لیا اور چلے ہوئے یہ وہ دن تو کمال ہی کیا معاذ اللہ تمہیں روپیہ لیکر ہر دس کے آدمیوں کو وہ جگہ بلادی

جہاں حضرت عیسیٰ پوشیدہ تھے۔ رتھوں کے اصحاب کبار کو دیکھتے اُحد چینی میں رتھوں کا ساتھ چھوڑ کر جاکے رتھوں بلاتے رہے مگر پھر کبھی نہ دیکھا۔ حضرت علیؑ کے اصحاب نے حضرت کو اتنی تکلیف دی کہ آپ نے فرمایا کہ تم میرے رتھ کو پیپ سے بھر دو! امام حسن علیہ السلام کے اصحاب نے جو کارہائے نمایاں کئے تھے ان میں دیکھ کر دل دکھتا ہے۔ مگر چند منتخب اصحاب ضرور وفادار تھے مگر مجموعی حیثیت سے نہیں مگر امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کو ملاحظہ کیجئے ہر فرد اور مجموعی طور سے وفات کے لمحے جہاں شہری کے دلدادہ تھے بچاؤ کے وقت جتنا سخت ہوتا تھا لاکھ بڑے وفادار زیادتی ہوتی تھی امتحان کی منزل جتنی قریب ہوتی تھی ان کے ارادے اور پختہ ہوتے گئے۔

صبح عاشور عین موقع جنگ برآمد بن بشر حضری کو معلوم ہوا کہ تمہارا لڑکا اسے کی سرحد پر گرفتار ہو گیا ہے محمدیہ کہا کہ میں بھی زندہ نہیں رہا نہ لڑکا نہ لڑکی میری کی ذلت کو دیکھیں، امام حسین علیہ السلام نے اسے تو فرمایا کہ تم کو کھانا ہے جاؤ اپنے گھر کے کوچہ کھانا کھاؤ السباع حیوان غارتناک محمد نے کہا کہ اگر آپ کو چھوڑ کر چلا جاؤں تو مجھے درندے زندہ چھوڑا کھائیں (بھار ۱۰) رسول کے اصحاب کی مثال سامنے ہے کہ وہ خود فرار کا موقع دھونڈتے تھے اور موقع پانے کے بعد رسول کے ساتھ نہ رہتے تھے مگر یہ امام حسین کے اصحاب ہیں کہ اجازت کے باوجود ساتھ نہیں چھوڑتے اور جان قربان کر دینا خیر سمجھتے ہیں۔ اجتماعی اور انفرادی طور سے اصحاب نے جو مثالیں شجاعت کی ایثار کی وفاداری کی قائم کیں تاریخ اس کے جواب سے قاصر ہے۔

ایک وفاداری کی سبب بڑی مثال ناز طہر کی ہے کہ ابو ثناء نے کربلا کی شہادت کی ہے اور امام جاعت قائم فرماتے ہیں تو میرے پر نہیں اور میرے بدن پر لڑاؤ کہ آگے کھڑے ہو نہ کیا حکم ہے جسے اور یہ اصحاب! وفاداری کی سیر بنی ہوئی جو تیرا ہے اسکو اپنے سینہ پر آگے بڑھ کر لے لیتے ہیں یہاں تک کہ دوسرا ناز طہر ختم ہوئی اور امام نے آخری سلام پڑھا اور صعد نے امام کو آخری سلام کیا۔

ہمارے سامنے ہے بخاری کی وہ حدیث جس میں یہ موجود ہے کہ جنگ خندق کے موقع پر رسول جنگ کی پریشانی کہیں! دانشمنوں کے حصار کا خوف کہنے کے تمام صحابہ کی ناز عصر تضا ہوئی اور رسول کی ناز بھی تضا کے برتا داغ سے داغدار کر دی گئی اور حضرت عمرؓ کو بڑا کہتے دھڑے آئے اور رتھوں کے ساتھ غروب آفتاب کے بعد ناز عصر ادا کی (صبح بخاری ج ۳ ص ۱۰۰ طبع مصر) جنگ جاری نہ تھی تیر چلتے نہ تھے کوئی مجبوری نہ تھی مگر ناز تضا ہو گئی بخلاف اسکے کہ لاکھ میدان میں ہر طرح کے مصائب شہداء کا سامنا تھا بظاہر اطمینان تھی مگر ناز طہر جس اطمینان سے ادا کی گئی اس پر لاکھ کا اطمینان بھی قربان کرنے کے قابل ہے۔ یہ تھے اصحاب حسین جو اگر بچ جاتے نہیں سگر دفا کے نقش کو عالم فنا پر باقی چھوڑ گئے۔

# قیمت اصغر

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ  
آہ! آہ! سرکارِ علامہ غازی علیہ الرحمہ

وہ ضیاء آفتاب جو بخت شہر سے تمام شہری دنیا پر اپنے علم و عمل کی شہما میں ڈال رہا تھا مغربِ قبر میں ہی شہر ہو گیا، ۱۳ روز و یکم کو مزارِ اوعظین میں ملک التجار غلام حسین جو مکمل کا قیامت نامہ موصول ہوا، اس سے پہلے بخت شہر کے جریدۃ العدل الاسلامی سے طولِ مرض کا حال معلوم ہو چکا تھا اور اس خبر کے غلط ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی جناب پرنس صاحبِ حکم سے فوایدِ سر کے دفاتر میں قنصلِ کروٹینی اور اسدین عسکین علیہما السلام کی عظیم الشان مسجد پر بعدِ مغربین ناچیز مدیر نے حدیثِ نبوی العلماء در ذلک الانبیاء پر ایک مسودہ تقریر کی اور اس حادثہ عظمیٰ سے مومنین کو آگاہ کیا مجلس میں گہرام تھا۔

ذمہ دار افراد قوم کی طرف سے جس پرہیزگرم کا مغربیہ ملان ہونے والا ہے اسکے تحت میں ہندوستان کے چھپچھپ میں فاتحہ خوانی اور مجلسِ علم منعقد ہونا چاہیے اور اوعظ کی آخری کاپی پریس جاری تھی اس وقت ہم اس خبر غم پر مشکیل چند سطریں درج کر سکے ہیں ایسے ساتھ عظمیٰ کے تاثرات بدل و دماغ میں قوت نہیں جو قلم اٹھا کر اپنے فریقہ کو ادا کر سکیں اس پدر و روحانی کے بعد شہری دنیا یتیم مدارس علم بے چراغ سنہ اجتماع و یرانِ شہری اداسے ٹکدہ ہیں۔

جب آفتاب کو گن لگ چکا سما ہدایت کے ضیاء بارتا سے ٹوٹ ٹوٹ کر نظروں سے غائب ہو گئے تو اس تاریک فضا میں قوم اپنی پوری طاقت سے امامِ زمانِ حضرت حجتِ علیہ السلام کو مدد کی خدمت میں شکوہ سنجہ ہے کہ حقیقی نائب اٹھتے جا رہے ہیں تو پرہیزگرم خود ترہیف لے لے لے اور قوم کی ذہنی ہونی کشتی کو بچا لے۔

## سفیر حسینی

ادبناج حکیم سید حیدر نواب صاحب گفٹوی

اے دل ایمان در روح مذہب لے جان دیں  
جان جعفر عقیل ذی حشم کی یاد گار  
اے اسیر رنج و آفت مورد ظلم و ستم  
کوشش تبلیغ دیں میں وہ تیرا رنج و تعب  
فرض ہے تیری محبت و دشمنی تجھ سے حرام  
کوئی پوچھے جاں پیغمبر سے تیری منزلت  
اور غولیش اپنا کیا تھا شاہ خیر گہر نے  
جز عریزان بنی تیرا نہیں کوئی نظیر  
نور سے تیری جبین کی چمکی کو فہ کی زیں  
ہے زباں زد علم و حلم و درعب و ہمت آج تک  
تھی نئی سے جنگ کی اعدائے جگہ سے جہل  
کرو دیا تو نے کل کر بلا کا واقعہ  
اس حسینی قافلے کے سانچے کی ابتدا  
یاد تازہ ہی رہی اُلٹے زمانے نوق  
صبر و استقلال کے جو ہر دکھائے مرجبا  
تیرے دشمن ہو گئے کوئی یہ کیا سلام تھا  
بکیسی میں میرے مولاد دل کو تیرے توڑ کر  
زمرے میں تھی زیں ہلتا تھا غم سوچ بچ پیر  
وقت آخر ایک قطرہ بھی نہ پانی کا ملا  
کس قدر تھی خاندان مرتضیٰ سے دشمنی  
خل پانی کے ہو تیرا بہا یا بے خطا  
ساتھ سبط مصطفیٰ کا ہر مصیبت میں یا  
ہو گیا تھا جب شکستہ سبط پیغمبر کا دل

اے شہید راہ حق اے فدائے سلطان دیں  
اے علی کے پارہ دل اے نبی کے رشتہ دار  
قوت بازوئے سبط مصطفیٰ پابند غم  
اے مسافر غریب و تشنہ کام و تشنہ لب  
عبوت اسلام مسلم کیوں نہ ہوتا تیرا نام  
پانی آغوش علی و فاطمہ میں تربیت  
جھکوا تھا نائب بنایا حضرت شبیر نے  
تو ہی تھا جان علی و فاطمہ کا ایک سفیر  
تھا نشان سجدہ کا یا تھا ضو لگوں مہربین  
درج ہے تارخ میں تیری شجاعت آج تک  
تا قیامت نام تیرا تاابد تیرا عمل  
واقعہ تیرا بھی ہے جو رد جفا کا واقعہ  
قتل تیرا کر بلا کے واقعہ کی ابتدا  
ویدے دنیا کو تو نے دیں کے کیا کیا سبق  
حیرا ہر حملہ تھا گو یا حملہ شہید حسینی  
ایک ہماں پر ہزاروں کا ہجوم عام تھا  
بیعتیں توڑیں ہوئے مغرور تہنا چھوڑ کر  
لکڑے زخمی کیا دھوکے سے پھر جھکوا اسیر  
لام سے جھکوا گمراہ یا کانٹا پھر تیرا گلا  
باز ہلکا پاؤں میں رستی لاش تک کھینچ گئی  
تھی نوٹیں ذبح کی جب قتل کو فہ میں کیا  
مرجباے مسلم ذبحا کیس کہتا تیرا  
کیوں نہ پھر غم میں ترب مولائے پیغمبر کا دل

## معرکہ عاشق کا ایک منظر

از عالم جناب مولوی سید محمد اظہار صاحب کاشن لکھنؤ

عاشق کا دن ہے کربلا کا خونیز معرکہ اپنی انتہائی استبدادیت کے ساتھ جاری ہے۔ اہل کی شہر میں حق کے خلاف نہایت آدوانہ طور سے استعمال ہو رہی ہیں۔ کربلا کا وہ وسیع میدان کہ جہاں آقہ حق و اہل کی جنگ ہو رہی وہ زمین آگ کے تپتی ہوئی معلوم ہو رہی ہے جو رنگ کے عورت میں سچ کی گرم شاعروں کو دن بھر اپنے میں جذب کر نیکی بعد جنگ دما سیر ماؤں کو بھٹکے ڈال رہے ہیں گویا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے آگ برس رہی ہے اور زمین آگ لگی رہی ہے اور عمر سعد کی فوج کے سنے ٹھنڈے پانی کے شرابے لئے اپنی فوج کے پیاہیوں کو پانی پلاتے بھرتے ہیں اور چنگو سپاہیوں کی نولادی نہر میں رتیلا پیدا ہے۔ میرا آفتاب کی آتش بارکوں سے تپنے لگتی تھیں تو عمر سعد کی فوج کے سنے سرد پانی چکر چکر گئے ان نہروں کی مدت دور کر دیتے تھے اور اس تدبیر سے عمر سعد کی جبری فوج کے پیاہیوں کو کچھ سکون نہ تھا اور وہ اس دردناک دم بھر رہتے تھے۔

اور عمر رسول کا نواسہ علی وفاطیہ کا ملازم عزیز و قارب اور اولاد اور دوست و دشمن کے لئے اور باختر سے نیاہ میں ملتی اس شخص کی فوج کو لئے زمین شرب۔ وہ کی بھوک اور پیاس سے عرب کے ریسے کی گیت فی اللہ کی آتش خیزوں سے بے نیاز قربانیاں بارگاہِ احدیت میں بٹانے دین کے لئے پیش کر رہے ہیں اور صفائے خالق کی ان شخصوں کی فوجوں کو جہاں فطرت انسانی اسکے تصور سے دم بخود ہے وہ منزلیں نہایت مہربان و سکون سے طے کر رہے ہیں کبھی اپنے قوت باند عباس کی موت منگو جاتا ہے اور جہاں کو اپنے لئے دے دیتا ہے اور کھانا ہے اور کبھی اپنے جوان فرزند، محفلِ نبی علی اکبر کو اپنے ہاتھ سے آلاتِ جنگ سے آراستہ کر دیتا ہے اور ان میں صلیب اور بے دار اپنے فرزند کو جلتے ہوئے دیکھ کر بارگاہِ اندوہ میں کھتا ہے کہ یہ دردناک واقعہ کہہ کر میں اپنے فرزند کو فوج مخالف کی طرف جہاد کے لئے بھیج رہا ہوں جو موت و سیرت و تار و گداز میں نبرد و جدوجہد سے بہرہ مند ہو رہا ہے۔ اور پروردگار مجھ کو جو وقت تیرے رسول کی زیارت کا شہادت ہو گا تو میں اپنے فرزند کو تیرے دیکھ لینا تھا۔ دفعہ اپنے جوان فرزند کی خبر مرگ سنبھلے تو کو کتاب داد و دی داد و شہرہ داد و آخرت عینی یا نبی علی الدین یا ہوں لئے اعضاء۔ لے فرزند اس میرے بارہ بگڑنے لگی آنکھوں کی غنڈہ آگ لے لے! ابد نیرت و دنیا پر چیخ و پند۔

کبھی اپنے بھائی کی نشانی قاسم سے حسین و جمیل نوشاہ کو موت سے ہم آغوش ہوتے دیکھتا ہے کبھی اپنے بچپن کے ساتھیوں کو اپنی چلن شاریوں اور وفاداریوں کے ساتھ دم توڑتا ہوا دیکھتا ہے۔ مگر حسین کے عزم و استقلال پر فخر ہے ہر بھیگی نہیں ہوتی بلکہ حسین کے وصلہ خالق کے جویش اور دلوں اور ہر جگہ میں اگرچہ دوست سب شمع امامت کے پردوں کی طرح ختم ہو چکے اعراب اپنی جانیں فدا کر چکے عباس ساہادر بھائی پیکر وفا اپنی وفاداریوں سمیت فرات کے کنارے جام شہادت نوش کر چکا مگر حسین کے عزم و استقلال میں کمی نہیں ہوتی جیسا تک اب فوج حسینی میں کوئی ہے نہ رہا تو وہ کسمن بچا ہر اپنے باپ کو تین ہزار کے لشکر میں یکہ و تنہا دیکھ کر جذبہ نصرت میں نکلا جس کا سر چہرہ ماہ سے زائد تھا حسین نے علی ہمدانی کو دینے لے لیا دامن قبلہ سے چھاپا لایا میدان میں لائے اور عمر سعد کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے گروہ تم نے میرے بھائی عباس کو قتل کر ڈالا میری اولاد اور میرے دوستوں کو مار ڈالا اب فقط اس بچے کو کوئی بھی نہ رہا، پیاس اس کو بھی ہلاک کئے دیتی ہے اسکو تھوڑا سا پانی دیدا اگر میں تمہارے ہم باطل میں گنہگار ہوں تو یہ بچہ تو بے گناہ ہے ابھی یہ کلام حضرت کا ختم ہونے ہی پایا تھا کہ ایک تیر عمر سعد کی فوج سے آیا دماس نے علی ہمدانی کو شہید کر دیا حسین نے اپنے اس دل کے گویے کا خون چٹوس لیا اور اپنے چہرہ مبارک سے بریل پرا اور فرمایا کہ اے خدا گروہ رہننگہ اس قوم جفا کار نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ تیرے نبی کی اولاد میں سے کسی کو زندہ نہ بچوئے گی۔

دنیا نے حسین کو، شہادت کے وقت بھی دیکھا اور قیامت تک دیکھتی رہیگی اور اس مظلوم پر قیامت تک خون کے آنسو بہاتی رہے گی جس نے عاشورہ کے دن تین دن کی جھوک اور پیاس میں مع اپنے اعدا و اولاد اور اصحاب کے شہادت پسند کی مگر ظالم اور انسانیت گش اور غوغا رانوں کی طاعت گوارہ نہ کی اصرار ہمیشہ ہیشہ کے لئے اپنے مغبوط اور مستحکم رادوں سے باطل کی انسانیت سوز اور حق گش پالیسی کو نیست و نابود کر دیا۔

## سلام

جناب سید افضل مرزا صاحب قسیم لکھنوی

ہے یا ذلّت شدہ دل کی پریشانی نہیں جاتی  
مثال ابراہیم کی اشک افشانی نہیں جاتی  
کسی صورت مگر دل کی پریشانی نہیں جاتی  
خلاف عقل ہو جو بات وہ مانی نہیں جاتی  
علی ہمدانی صورت اب تو بھیجانی نہیں جاتی  
سخن بھی سخن سنجی سخن دان نہیں جاتی

مری کپڑے شب کی اشک افشانی نہیں جاتی  
ہیں ابرار شہ علم کی فراوانی نہیں جاتی  
دکھا کر آئینہ گوزلہ اکبر ماں نے سلجھا دی  
حسین ابن علیؑ کو لیتے بیعت ایک فاسق کی  
یہ بانو کہتی تھیں بدلا ہے نقشہ پیاس نے ایسا  
قسیم ارکانہ کر خوف اہل دنیا کے ملنے سے

# صحاب حسینؑ کی خصوصیتا

از تاج اوعظین جناب مولانا سید محمد رفیع صاحب قلم فیہم سنا پڑا

”اصحاب“ ایک ایسا لفظ ہے جو کسی شخص کے ساتھیوں، پیروکاروں، پیروکاروں کے بعد بولا جاسکتا ہے

لیکن عام طور پر کسی نامور کے حاشیہ نشینوں سے اس کا خاص رگڑا و سا معلوم ہوتا ہے۔ یہ لوگ جنگ و محاب کہاجاتے

حق صحبت اور حق ملک داکرینو کبھی کبھی بلند آہنگ عوی بھی کر دیتے ہیں۔ جہاں بخاری کا اعلان اور مسند پر خون

گرانے کا وعدہ تو بہت معمولی بات ہے یہ کب ضروری ہے کہ ہر مدنی اپنے دعویٰ میں سچا بھی ضرور ہوتا ہے اگر افتات

کوئی صدق ہو مگر وہ ضرور تیار وقت آگیا تو کھوئے کھرے ممتاز ہو جاتے ہیں در نہ وہ انہوں کی خرم ہر حال۔ بھائی ہے

اور اسکے الفاظ کوئی کی شکست سے محفوظ رہ جاتے ہیں اس طرح جھوٹوں کا بھانسا ہے مگر سچوں کی بار، شکوک

ہو جاتی ہے۔ کیونکہ صادق اور خود کام کا امتیاز صرف امتحان ہی کر سکتا ہے۔ آزمائش کے بعد جمع کی آپس آپ دو

قسمیں ہو جاتی ہیں۔ خالص اور کھوئے مگر لفظ ”صحاب“ میں پھر بھی شریک رہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ لفظ ”صحاب“

دلوں کو شامل ہے مثلاً اگر کہا جائے ”اصحاب موسیٰ“، ”اصحاب عیسیٰ“، ”اصحاب نبی“، ”اسکا یہ مطلب نہ ہو گا کہ یہ لفظ اس

گروہ کی بھلائی کا خاص ہو گیا۔ اسی لئے صحیحین، یعنی صحیح مسلم و صحیح بخاری میں بہت سی طرف جان بولے قید کردہ کبھی سر دکا کلمات

نے ”اصحابی اصحابی“ فرمایا جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ لفظ ذرہ دار کلمات اور غبی نہیں۔ البتہ یہ خصوصیت صرف

حسینؑ اور پیروکاروں کی ہے کہ جب یہ لفظ ”اصحاب“ حسینؑ کی طرف مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے

”اصحاب حسینؑ“ تو اس لفظ کے معنی ہو جاتے ہیں ایک یا پاکیزہ گروہ جس کے ایک فرد میں بھی اس لفظ کے صادر

آجائے کے بعد مؤنذہ سے بھی کوئی عیب نہیں ملتا۔ اور اس لفظ میں ایک ایسی نادرا و بیجا و اہمیت اور

خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے جس کا صحیح اندازہ شکل ہو جاتا ہے۔ اب اس لفظ سے مراد ہوتا ہے وہ گروہ جو

کسوٹی پر پورے اترے اور امتحان میں کامیاب رہے۔ جتنے معمولی اوصاف ہیں یہ شوکت ابدی کے کمال قابل

عزت نفس، اہل و العزمی، دوائے کامل، کمال شجاعت وغیرہ وغیرہ۔

وہ باعزت جماعت جس کا ناموں کی مثال سے سیرخ کا قلم اور تاریخ کے صفحات آجکل آفتاب ہیں۔

ایک وہ جماعت جس کا حوالہ حق میں کہے ”جنت“ اور ان کے زیریں اقوال گوش شنوائی کے لئے فردوس بریں ہیں۔

اب اس سے مراد ہے پیادوں کی وہ جماعت جو تیروں کی بارش میں سکرانے اور تلوار کے سایہ میں انگوٹیا

لے جن لوگوں نے دفن کے چہرہ پر اپنے دل کے خون کا غارہ مگر شہاب جاوید بختا جس کا تعلق دیلا گزیر اور ذکر



شہادت نیز پکڑا۔ وہ لوگ جھکے اٹھتے ہوئے قدم نہ تکیا رکھی و حصاروں کی سکی نہ سناؤں کی انیاں۔ یہ وہ گروہ ہے جنکے سینوں نے پھپھوئوں کے صفوں سے دے اور گروہوں نے تلواریوں کے پہل توڑ دیے ظاہر میں مر گئے مگر حقیقت میں اسلام بوزندہ گئیے اور خود زندہ جاوید بن گئے۔

اب یہ سب اسی لفظ صحابہ میں نظر آنے لگا مگر اس وقت جب میں کیسے مضاف ہوا اور کہا گیا۔

”اصحابِ تین“ سچ بتائیے ان جہینوں سے پہلے اس لفظ میں یہ خصوصیت کب تھی اور یہ وزن کہاں تھا میں ان جانفروشیوں کی پہلی خصوصیت قرار دیتا ہوں کہ انھوں نے لفظ صحابہ کو ضمیمہ شری سے اٹھا کر تین کی گہرائی سے نکال کر اوج شریاک پہنچا لکے وہ چار جاندار لگائے جنکی چمک دمک قیامت تک سم نہیں پڑ سکتی انکی شان والا کیا کہنا جسکی توصیف میں امام حسین علیہ السلام شب عاشورہ الفاعلا سہمعال فرمائیں :-

خانی لا اعلما صحابا اوفی ولا خیرا من اصحابی۔ اے میرے رفیقوں مجھے تم ایسے نیک اور با وفا اصحاب نہیں معلوم۔ (طبری)

ناظرین کرام یہ نکتہ نظر انداز نہ کرو کہ امام علیہ السلام نے اپنا صحابی اس مجمع کو کب کہا۔ اس وقت کہا ہے جب لوگ چھٹ گئے اور خالص کے سوا کھوٹے کا نام تک نہ تھا۔ اب تک اس لفظ کی حفاظت اور اس محل پر اس کا صرت عجیبہ غریب بلاغت کا حال ہے غور فرمائیے۔

۴) دنیا کا عام ناعدہ ہے کہ ہر فرقہ اپنی فوج کے عسکری جذبات اور پابیاں نظموں کو ابھارنے کا خاص انتظام و اہتمام کرتا ہے۔ تاکہ فوج پوری دلیری سے مخالف کا مقابلہ کرے۔ عرب میں اس مقصد کے حاصل کرنے کا

سب سے زیادہ موثر اور پرچوش طریقہ یہ تھا کہ جو تیس اپنے مخصوص انداز سے اپنے نرم الفاظ اور نازک ہنر سے انکے جذبات شجاعت کو ابھارتی تھیں۔ بلاشبہ مستورات کے نصے اس بارے میں بیحد اثر رکھتے ہیں۔ احد کی جنگ میں ابوسفیان نے اسی انداز کو سہمعال کیا تھا نتیجہ دینا نہ دیکھ لیا۔ امام حسین نے اپنے پیادہوں کے لئے کوئی دلوں کو گھیرنے والا تقریب نہیں کیا۔ اور انکا کوئی انتظام نہیں کرتے۔ کہتے ہیں تو یہ کہ بادی النظر میں ہر محل پر دل شکن فقرے

ذہاب حق ترجمان برآتے ہیں اور قدم قدم پر مشادات کا یقین دلاتے ہیں اس سے بظاہر ہر ہمت شکنی سے بڑھتی نہیں مگر انہیں اگر اتفاقاً وقت کار نہار کوئی محترمہ خیر سے نکل آئیں اور نصرت پر اپنے عزیز کو اور مستحکم کرنے لگیں تو خود بغیر نفس نفس امام انام تشریف لے آئے اور بھگا کر خیر میں ذاب کر دیا۔ بیشک ایک غیر متذکر کے لئے

ناموس کی ایسا نہ گریہ و بکا۔ گحمیت کو بھڑکانے میں کافی دخل رکھتی ہے۔ یقیناً اہل حرم کی صدائے نیشون دشمن ان غیر متذکرہ مجاہدوں کے عوام کو بلند سے بلند تر بنائیے مگر وہ اتنے کر بلا کی کوئی بھی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے امام نے اسکا انتظام نہ ہی شدت سے کیا کہ میری زندگی تک کسی کی صدائے فریاد و آہ بلند نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے

کہ جہاد میں کربلا کے لئے سوائے صہبائے حقیقت جسکے متعدد حامی امام نے انکو بلائے یہ کسی فحی کے محتاج نہ تھے۔  
 ۱۳) پہلو کو سرخروشی پر قائم رکھنے کے لئے بہت سے ممتاز حقوق حکومت کی طرف سے دیے جاتے ہیں۔ مختلف  
 وعدے کئے جاتے ہیں۔ فائق عطیات سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ ہمدان مرگ سپہاندگان کی خاص رعایت کجاتی ہو  
 تاکہ یہ فرد جہاد بازی سے کام کرے۔ لیکن جینی سپاہ کے لئے دنیا سے الگ بالکل نیا ساز و سامان تھا۔ سفر کی  
 صعوبتیں، عیال کی بربادی، پیاس کا مقابلہ، بھوک سے جنگ وغیرہ وغیرہ پسر سعد سے لئے کی حکومت کا  
 وعدہ تھا۔ مگر حسین کا وعدہ اگر کسی سے تھا تو یہ کہ مکہ خدا اور رسول کی خوشنودی اور آخرت میں فائز المرامی حاصل  
 ہوگی۔ جو سکتا تھا کہ حسین اپنے کسی ساتھی کے ساتھ وہ اگر جیت گئے، انکی شرط سے بڑے بڑے وعدے کر لیتے  
 مگر نہیں دیاں نہ وہ گداڑ مصائب کا وعدہ تھا تاکہ یہ دلیل ہو جائے کہ اس جنگ میں رضائے انبی کے سوا  
 دنیا کا کوئی شائبہ بھی نہ تھا۔ حسین علیہ السلام کا ذکر نہیں بلکہ حسینؑ کی رزیت کے وہم و گمان یہ بھی دنیا کا  
 لگاؤ نہ تھا۔ جو کچھ تھا خدا کے واسطے مقصد کی اہمیت کے پیش نظر تھا۔ انکی پیکار۔ شہادت کے کائناتیں کیم  
 صرت آخرت کے سہارے پر تھی۔ اگر کچھ گئے کا سوال بھی نہ تھا۔ بلکہ اگر بچنے کا خیال انکے لئے تکلیف دہ تھا  
 انکی شب کی عبادت اور دن کی کارزار دونوں ایک جگہ دھڑک دیکھئے آخرت کا رعب و جلال سامنے آجاتا ہے۔  
 اور دنیا و دین کا ربط بھی سمجھیں آجاتا ہے۔ اور دنیا میں آخرت کے لئے کیسے اعمال کرنا چاہئے خوب واضح ہو جاتا ہے۔  
 اب بھی اگر کسی کو ان کی حقانیت میں شبہ ہو تو اسکا کیا علاج ہو سکتا ہے۔

(۳) ہر فوج میں ہر رنگ کے لوگ ہوتے ہیں کسی میں غلوس ہوتا ہے۔ کسی میں کوئی لالچ کا رزا ہوتا ہے  
 کوئی محض دکھانے کے لئے ساتھ ہو جاتا ہے۔ غرض مختلف صورتیں مختلف مقاصد ہوتے ہیں۔ مگر حسینؑ لشکر  
 باعتبار حسن و سال بہت مختلف تھا مگر باعتبار مقصد سب ایک دل، ہم رنگ ہم آہنگ تھے۔ مقصد انہوں نے  
 نے سن و سال کی قید بھی اٹھا دی تھی سب کی نگاہیں ایک ہی حقیقت کے جمال کے نفلے میں مرکوز تھیں۔  
 ۱۵) لشکر کی ترتیب تنظیم میں کبھی کسی کی سرداری نہ کسی کو غیر محض ہو جاتا ہے۔ خود پیغمبر ﷺ علی اللہ  
 علیہ السلام پر زندگی کی سرداری کے متعلق کلہر گدیوں نے اعتراض کر دیا تھا۔ مگر مجھے کوئی پہنچ میں بتاتی کہ کربلا  
 میں کوئی ایسا بد رعیت بھی ساتھ تھا جس نے نظم امام میں ترمیم کی گنجائش محسوس کی۔

(۶) ہر لشکر میں جنگ چھڑنے سے قبل ہی اس امر کا کس نہ نظام کر لیا جاتا ہے کوئی سپاہی اگر جھپٹے کا قصد  
 کرے بھی تو جھگ نہ سکے مختلف پہرے ہوتے ہیں نئے نئے نظام ہوتے ہیں گروہائے والا جھگ جاتے ہیں۔ والا  
 کربلا میں حسینؑ لشکر کے لئے اسکا کوئی نظام نہ تھا بلکہ دن عام تھا کہ جہاں دل ہے چلا جائے۔ مگر انتہائی زمتموں  
 کے باوجود گردہ مخالف سے امام کے لشکر میں متعدد خوش نصیبوں کو لے کر تو کھار حسینؑ کے لشکر سے کسی کو نہ بچا۔

(۷) جب جنگ کا وقت قریب آجاتا ہے تو خطرات انتشار کا جو عالم ہوتا ہے دنیا پر روشن ہے۔ مگر لشکر حسینی کے لئے شب عاشور عید کی شب تھی۔ اگر یقین نہ آئے تو حبیب بریر ابن خضیر کا جواب اور مزاج یاد کر لیجئے۔ یہی خوشی تھی یا نہیں کہ صبح کو یقیناً ہمارا حسین کے قدموں پر نثار ہو گا۔ رومی ام فدا

(۸) لشکر میں سبقت کرنے والے بہت کم نکلتے ہیں لیکن اس لشکر کا ہر فرد سبقت کا خواہاں تھا تا ایک امام کو اعلان عام کرنا پڑا۔ وہاں دریل مرنے میں جلدی نہ کرو۔“

## سلام

عابناب منشی سید حمید الحسن صاحب عیش نکھنبری

پری سلام کی بنیاد گویا اک نئے سرے سے  
چلے تھے جس طرح حیدر علم لیس کریم پیر سے  
فروں ہے اب حشم میرا سیلان دیکھتے  
کہ جس کی شکل ہو ملتی ہوئی شکل پیر سے  
ذرا ہم بھی تو دیکھیں ابراہاں طرح برے  
یہ پوچھا آگے دونوں شاہزادوں نے پیر سے  
بتی نے ہنس کے فرمایا یہ پوچھو جا کے حیدر سے  
بھلا میں کیا بتاؤں اسکو پوچھو اپنی مادر سے  
خطا انکا مجھ سے بہتر ہے کہ میرا خطا ہرادر سے  
کہا یہ فاطمہ نے ہرے خوش شیر دشت سے  
چمک میں جو زیادہ تھے کہیں ہر منور سے  
جکم حق کیا جبریل نے دوائس کو شہیر سے  
اجازت ملگنی عباس کو میدان کی سڑ سے  
ذرا شیار جنگ آساں نہیں ہے ان لادر سے  
غصنفر کی ٹری ہے آنکھ رو باہوں کے لشکر سے  
ہر مجبوری نکالا تیرے نے حلق صفر سے  
مناسے لیوں آنکھیں میں جا کر قبر اطر سے

ہوئی دیوار کعبہ جبکہ فتح اعجاز حیدر سے  
علی دار جری اس شان سے نکلتے ہیں لشکر سے  
ٹایہ مرتبہ مداحی آل ہبیب سے  
ہے مرد ماہ کی نسبت ہی کیا اس لئے انور سے  
غم شدہ میں برستے ہیں جو آنسو دیدہ ہر سے  
عبارت ایک دن حنین نے تحریر فرمائی  
کہ ہم دونوں میں کس کا خط ہے بہتر پیر میں  
علی سے آگے جب پوچھا تو فرمایا کہ میرا  
کہا چھوٹے نے ماں کے پاس کر یہ بتا دیجئے  
مجھے موتی زیادہ جو اسی کا خط بھی بہتر ہے  
یہ کہہ فاطمہ نے صحن میں پھیلائے وہ موتی  
برابر ہی مجھے دونوں نے جب تک رہ گیا باقی  
پلے تھکے جا سوس دیتے ہیں خبر جا کر  
قیامت ہوگی ہر پاشیر حق کا شیر آتا ہے  
چرخ ہی ہے آستین چوں یہ بل ہیں ہاتھ بضر سے  
جگر ہاتھوں سے تھا داغ دم کیا ہے منہ ہرا  
معیبت ہے نر ناہند میں لے غیش باہم فجر

## بہارِ کربلا

میں تصنیف عالم ربیع موجود یہ مرکزِ حرمِ حکیم علیہ السلام کے رفعتِ جبر و کبر و کائنات کا سرِ نعلیٰ حوالہ ہے جس کی چوٹی  
 ہوئی چشمِ عربِ خیرہ۔ مجھ نے وہ ضیا پائی  
 مرے ہاتھ پہا ہی بانگین نے تیرے دنیا کو  
 طبیعت وہ طبیعت تھی خدائی بھر کا تو نرغہ  
 ترے روضہ کا گنبد ہے ملکِ جہر میں پرمانہ  
 طویٰ کو کر بلا کے جلالتے بن سے کیا نسبت  
 ترائی چھوڑ دینی خون کے پیاسوں کی عداوت  
 یہ تھی تنظیم تیری جو بہتر مرنے والوں کی  
 خدا ترسوں سے ہمدردی بلا کیشوں سمجھ رہی  
 یہ تیری شہرِ فوازی دریکلی ہے درسِ دنیا کو  
 جواں بیٹے کی میت پر تبسم زیر لب پیرا  
 وہ شدتِ پیاس کی وہ دھوپ فوٹے ہوئے بازو  
 شبِ عاشور کی جاگی ہوئی وہ آنکھ ہے تیری  
 رولائیگی ہو کے اکٹھوں سے روزِ محشر تک  
 ہوئے حلقہ گوشِ اسلام کے کفار آ کر  
 ترے گراسوئے حسن پہ ہوتے ہم عمل پیرا  
 سادات اس طرح رکھ سواسات پہ طرح بر تو  
 صدیق اور جون سے طرد عمل تیرا دم آخر  
 ذرا اسے شمر میرے بعد رکھنا دھیان پر دکا  
 مدد کیجے گرفتار بلا ہیں آپ کے شہیدا  
 پڑے رخنہ نہ کوئی، آپ کی مولا عواداری

ملائک اور پیغمبر اور خدا مداح ہو جس کا  
 بہلا محسن کہاں انسان کو اس میں تاب گویائی



# سبق از شہادت حسین علیہ السلام

عاجل جناب سید حسن علی شاہ صاحب نقیہ دلیہ فیضیہ یونیورسٹی آباد دکن

دن ہست حسین دیں پناہ ہست حسین

شاہ ہست حسین یاد شاہ ہست حسین

حقاکہ بنا لا الہ ہست حسین

سر داد نداد دست در دست بزد

خواجہ اجیری رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ بالا شعر مندرجہ قطعہ کا ایک ایک لفظ عدد و ہر قابل غور معنی خیز اور سبق آموز ہے۔ ہم عالم کی تائیں کہیں بیٹے ہیں، اسلئے ناکہ از منہ سابقہ کے حالات کا فائر مطالعہ کر کے ان سے ایک ایک سبق سیکھیں۔ سید حسن حسین شہید عظمیٰ نے عالم یناق میں حضرت نامہ شہادت کی بلیغ و طر قیولیت اور لہجہ میں اس اہم بنیاد قرآنی کی بدرجہ اتم تکمیل پر کچھ حوالہ فکر کرنا تو شناسائے معرفت جنہیں جیسے مقدس حضرات ہی کا کام ہو سکتا ہے نہ کچھ جیسے بے بصافت شخص کا گمراہیہاں مبتلاں مردہ یا آوارہ محض غرض حصول ثواب بخیر دنیا ہی جہانکے عیدت و نازکہ حسین میں ارادہ مندرجہ حیثیت سے گزارنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔ مگر قبول افتد نہیں ہے جو بہتر

خواجہ امجدی سلمیٰ میں غرض جناب تیبیک آئی صاحب نے اپنے پیرزوارہ "درد دل" میں حسین کی بزرگ ہستی کا ذکر کرتے ہوئے قوم کو جیسی نگہ کرنے کی حقیقی لاج رکھنے کی غرض سے بطور خاص متوجہ کر کے اپنی ملی ہمدردی کا کافی منہ زیاہ ثبوت دیا ہے۔ خدا کے قدم اس کے زیر خیال کو ہمیں قلب سے نہ صرف لبیک کہے بلکہ اس کے مال و مالیکہ کا حق عمل کو کہ جناب تیبیک کے حمد دل کے عباد کا باعث ہو سکے۔ زندہ اور مذب اقوم کا خاصہ ہے کہ اگر کوئی ہمدردیت صلاحی مضامین حوالہ فلم کرتا ہے تو قوم کے ذمہ دار حضرات ایسے مضامین کو علی بادر ہنارنے کی سی پیش کرتے ہیں۔ یہ تو ہونی دنیاوی امور کی ترقی اور صلاح کی ناگزیر ضرورت کہ جس کی ہر مذہب و قوم کو ہر وقت سے مالہ امتیاز و حیثیت دینے کے لئے داعی ہوتی ہے۔ اسی نظریہ کے تحت دینی امور میں بھی اہم کی ضرورت کا داعی ہونا اور بشرطیکہ ہمارے قلوب میں اپنے امام کا مغرض اطاعت ہو نہ کیا حقیقی جذبہ بھی ضروری۔ نہ صرف ضروری بلکہ اشد و برہنہ اہم لائق۔ وجہ ظاہر کہ اطاعت امام کے لئے معرفت شرط ہے، یاد دوسرے لفظوں میں بدون معرفت اطاعت تحصیل حاصل اور عدم معرفت کے امام کی صہت میں حدیث نبوی "من ات دلم یعرف امام زمانہ فقد مات یتیم" اچا ہلیہ، کا معاذ اللہ اطلاق (نافع و دیر)

چار سالہ سال ماہ محرم سے شروع ہوتا ہے۔ دنیا کا عام قاعدہ ہے کہ اپنے سال کو کھوش آمد و نازکہ کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہم نے علیہ البراکان بابت ربیع الاول ۱۴۱۳ھ میں محرم کرام اور اہل اسلام کا سال نو

کا مضمون حوالہ قلم کر تہی سادات حاصل کی تھی اور ایہ شریعہ ”وہم نہ جو اکل اناس باہم“ کو عبوان قرار دیا تھا۔  
 اور قرآن کریم سے دوئم کے اسوں کا ذکر کیا تھا یعنی ایک جو بہشت میں لہجاء گا اور دوسرا دوزخ میں۔  
 معزز حضرات! بغیر ظنی اتباع کوئی شخص بھی اپنے بادی حقیقت سے دور کی نہایت بھی پیدا نہیں کر سکتا جتنے متعلق  
 کیا خوب کسی صاحبِ نسخے فارسی میں جناب سیر مونا علیہ السلام کے رشتہ دگراہی کو نظم بھی کر دیا ہے فہو ذہا۔

گر در مینی آتشی بیش مہی سحر پیش مہی بے مہی در مینی  
 ہم معزز برادران کو شعرِ ناکہ الفاظ بآمعنیاد۔ بے مہی کی طوط بطور خاص متوجہ کرتے ہوئے اپنے قلم کو رکھ لیتے ہیں  
 اور کچھ حیل مومن پر چھوٹے ہیں کہ اپنے نکاتِ فرصت میں ان ہر دو الفاظ کی ہر دو جہات پر غور کر کے خود ضروری  
 نتیجہ نکال لیں۔

اپنے مذکورہ بالا مضمون میں ہم نے حضراتِ علمائے کرام رضوان اللہ عنہم سے بطورائے حدیث شریف ”علمائے اہل  
 کاتبیہ اپنی ہر اہل“ اور باعرض کیا تھا کہ یہ مقدس ہر گیارہویں سال کو مہی کو پھر میں گلزن کرانے کے لئے سال نو کا باعث  
 یا سارا نالاکہ عمل ہر تہ فراہیں تاکہ عوام اپنی ظنی ذمہ داری سے واقف ہو کر اس سے غور برآ ہو سکیں مگر فہر  
 گمسی بزرگین نے ہماری اس جائزہ مفید ضائع ہندہ کا کثرت قبولیت نہ بھٹا۔ تاہم سننے سال نو کے لاکھ عمل کی  
 چند نکات ذیل درج کر تہی سادات حاصل کی تھی۔

۱) حق پر قائم رہنا ۲) مصیبت کے وقت صبر کرنا ۳) خدائے پاک کو قادر مطلق سمجھ کر اس پر توکل کرنا۔  
 ۴) اقامِ صلوٰۃ یعنی خود پابندی سے نماز پڑھنا اور دوسروں کو بھی اسی ترغیب دینا۔ نماز کی حد درجہ اہمیت کا تقو  
 سید الشہداء علیہ السلام کی نماز خوف اور دمِ صبر کی نمائندہ کر کے اس کو حتیٰ الوسع رجوع قلب سے داکر کے حدیث قدسی پر  
 اسکا فی حد تک عمل کرنا یا بن آدم قہر باین یدی کما یقوم عبد الذلیل باین یدی الملک الجلیل  
 وکن کانتک ترائی فانی امراک۔ لے ابن آدم میرے سامنے یہاں کھڑا ہو جیسا کہ پاک ذلیل بندہ جلیل بادشاہ  
 کے حضور میں کھڑا ہوتا ہے اور ایسا ہو جا کہ مجھے دیکھتا ہے یہ تحقیق میں ٹھکرو دیکھتا ہوں) اللہ اللہ کیا قدر و منزلت ہے  
 اس قسم کی نمائندگی کہ خدائے بھاء و تعالیٰ کی نظرِ رحمت غازی کی طرف ہوتی ہے اور غائبانہی قسم کی ادا شدہ نماز کو سراج  
 مومن کہا گیا ہے۔ اہلِ طہ سلم حضرت یقوٰنا اس حدیث قدسی پر درجہ کر دینگے تاہم (۵) ہمارے کی بیمار داری کرنا  
 (۶) اپنے نادار بھائیوں کی وقتی اعانت کہ جسے حدیث قدسی ذیل کے اتباع میں درگاہِ احدیت سے اس کی  
 نمایندگی کا منفرد خطاب حاصل کرنا المال مانی والنعق اعیالی والاکا غنیام وکلانی مال میرا مال ہے  
 فقر میرے عیال ہیں اور دولتیں اس دنیا میں میرے نمایندے یا گماشتے ہیں) اس حدیث قدسی سے ”مفت  
 کرم داشتن“ کا حقیقی مفہم اور عالم اسباب کی علت خالی رد و روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے۔

یہی وجہ تھی کہ جناب سید ابومنین علیہ السلام اور امیر مہاجرین علیہم السلام شہداء تبارک میں روٹیوں کا پختہ ہونی  
پشت ہمارک بدرکھ کر سب اکین کو جا کر کہلاتے تھے۔ اگر چلوگ بھی اپنی امکانی حد تک اپنے ہادیان طریقت  
کی تاسی کو اپنا خوشگوار فریضہ تصور کریں تو ہم بلا خوف و دہم کہہ سکتے ہیں کہ ہماری قوم میں کسی بھی نادار فرد کو بھوک  
یا کمی غذا کی شکایت نہ رہیگی اور تب ہی کہیں جا کر غریب قوم کے رونے کا سدا دہی ہو گا۔ بات دراصل یہ ہے  
کہ اگر خدا بہکود قہی (نہ زبانی) اصدق الصادقین آہی کی عطا کردہ توفیق سے ان کو عمل پیرا ہوں تو ہماری قوم  
سے غلٹی اور کثرت کا جو بے جا رونا ایک عرصہ سے روتا جا رہا ہے اس کا بفضلہ السند ہو کر ہر گناہ اور تب ہی چلوگ  
حقیقی معنوں میں اس تسلیم غم کو نبیلا کہلانیکے ہونے والا نفاقا متحق ہو سکیں گے فافہم ، اکل حلال اور صدق  
مقال کا پابند ہونا۔ از روئے شریعت اکل حلال کے غیر نماز، حکو سنون دین کہا گیا ہے جائز نہیں ہے۔  
اسی طرح صدق مقال کا بھی سخت اور تاکید سی حکم ہے۔ ملاحظہ ہو آیت قرآنی سورۃ انفام و اذ انزلنا فاعملوا  
دلوکان ذاخرانی (جب بات کہو تو درست کہو اگرچہ جسکے خلاف بات کہو وہ ہمارا عزیز قریب ہی کیوں نہ ہو)  
اگر چلوگ قرآن کو بغیر تردید و فکر نہ چھیں تو کوئی وجہ نہیں کہ کبھی بھی احکام خداوندی سے سرمو فرق کا خیال پہلے  
گوشہ دل میں پیدا ہونے لگے۔

کہا جاتا ہے کہ الکذب اہیات النیات۔ یعنی جھوٹ تمام بُلائیوں کی جڑ ہے مگر فوس کہ بعض وقت  
جھوٹ کو جڑ سے کاٹنے کے بجائے اسکو بار آور کر دیکھنی سی ناسکھور کے نہ صرف لوگ خود تریک ہوتے ہیں بلکہ  
مصالح قیمتی (جو سراسر مافی جہلکام خدا ہے) کے پیش نظر دوسروں کو بھی ترغیب دیتے ہیں۔

منقول ہے کہ رسول خدا کی خدمت میں ایک شخص جس میں چاروں شرعی عیوب تھے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ  
یا رسول اللہ مجھ سے ایک عیب چھڑا دیں آنحضرت نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا چھوڑ دے۔ اس نے اسکا اقرار کیا اور  
جب اپنی عادت مستمرہ کے تحت وہ کسی ایک عیب کا تریک ہوا اور دوسرے کو شروع کیا تو اسکو لامحالہ اپنے قول  
کو نبائنے کے خیال سے پہلے عیب کی حقیقت کا اظہار کرنا پڑا۔ چہرہ لوگوں نے اسکو طعن کرنا شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا  
کہ دوسرے روز وہ دربار رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ نے جسے تو میرے تمام عیوب  
مجھ سے چھڑا دیے۔

بہر حضرات امور دینیہ پر پختہ دل سے غور و فکر کی ضرورت ہے اگر انسان اسکی عادت ڈال لے تو وہ  
اپنی تہذیب کی لاج رکھتے ہوئے گناہ سے کبیرہ سے تو بفضلہ حتی الوسع بچتا رہیگا۔ فافہم

ہم بلا خوف و دہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر صدق مقال کی عادت کی جائے اور کم کم دوسروں میں بھی اسکی  
روح چھوٹنی جائے تو پھر بجز خلوص امینی دل و زبان میں ہم آہنگی کسی اور شئی کا ہلوگوں میں جلوہ ہی نہ رہیگا



اور اسی وقت مخلصین کے لئے الہی، کارشاد و ربانی صادق کر رہا ہو گا اور بالآخر خود کو یکم درجہ کا عامل کر کے اپنے ایمان کو مکمل کرنا۔ عجم و جا کا جو بہترین حل جناب میرٹھو ناس نے اپنی مناجات کے ایک شعر میں کیا ہے وہ بھی درج ذیل کیا جاتا ہے۔

الہی لمن عد بقلنی العف حجة فخل رجائی منك لا تقطع  
بار آگاہ اگر تو مجھے ہزار سال عذاب کرب سے تو اسکے بعد بھی امید کی رسی میرے ہاتھ سے ٹوٹ نہیں سکتی۔

اللہ اللہ حجت خدا اور خدا کی معصوم ہستی اور ان سے اس قسم کے عجز کا اظہار قرآن میں ہے کہ قنات  
نہا ایک دن ہزار سال دنیا کے برابر ہو گا، اس کا واسطہ سے تو قیامت کا ایک ہزار سال جہادی دنیا کے ..... ۳۶۵  
چھتیس کروڑ پچاس لاکھ سال کے برابر ہو گا۔ پناہ بنی غلامان حیدر کہہ کر اس حضرت کے شعر بلا سے خود اپنی رنگاری  
کے لئے نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ ہم تو اس ضمن میں ایک لفظ کہتے ہوئے لہزہ بر اندام ہو جاتے ہیں۔

چونکہ عزمان مضمون صحت و شہادت حین ہے ہذا ہم بقدر استفادہ و عمرت ہی مظلوم نبیوں کے آخر وقت  
کی حالت جبکہ یہ انیس علی اللہ مقارنہ نے اپنے مرثیہ میں بیان کیا ہے اُسکے چند بند بھی دیج ذیل کئے جیتے ہیں۔

|                                       |                                     |
|---------------------------------------|-------------------------------------|
| مکرم ہے جو جہیں سے کمر تک تن انا      | تجربہ آیا فرس قویہ بوسہ انا         |
| اے خدا کجاغ ٹر کر جا تا ہے ایک گام    | جانا قویہ ہے سو دربار ذوالجلال      |
| یہ فکر ہے کہ دیکھنے دوتا ہے کیا مال   | مرسل بھی تھوڑا تے ہیں سب بارگاہ میں |
| کیا اندر لے کے ہاؤں جناب اللہ میں     | اسکی راہ میں بیٹے فدا کئے تو کیا    |
| ہا قوں پہ اپنے نیک اگر جاؤں سر تو کیا | ہاں ایک اس امیہ پہ دل مستقیم ہے     |

بندہ ہوں جس کا بیش غفور الرحیم ہے

کہاں میں غلامان و مہمان حسین آئیں اور اپنے تین دن کے چھوٹے پیاسے پسران و عزیزان و اصحاب  
با صفا مرد عالم عالم مقام سے عجم و جا کے مراحل کو بھنڈ دل سے جھک کر ضروری سبب مائل کر کے اپنے ایمان کو  
مکمل کریں۔

معزز عباد! موجودہ عیسائیت کے قدر تبدیل صورت میں پیش کجانی ہے اور بڑے اسلام باپ۔ بیٹا  
اور روح القدس جیسی تخلیق صریحانا جائز ہے۔ پہرہی اس ایسا نئے عقیدے کو فروغ دینے کے لئے اکثر مشنری عیسائی  
حکومتیں تبلیغ پر اپنے اپنے مشن کے ذریعہ لاکھوں بوڈالا نہ خرچ کر رہی ہیں۔ مگر انکو کچھ سمجھی بنانے میں  
کامیابی نہ ہوئی جس کی تقدیر ایک بے ٹوٹ محقق عیسائی نے کی تھی۔

یہ شخص ایک مرتبہ استنبول میں اپنے ترکی ترجمان کے ساتھ ایک مجلس عزائم میں شریک ہوا بعد ختم مجلس یہ

شخص مذکورہ بالا احزان کرتا ہے اور بیان دیتا ہے کہ یہ خلاف عیسائیوں کی ناکامیابی کے اہل اسلام کی مجلس عزائم و تہمتیں ہے کہ جس میں لوگ بطریق غلط و ستریک جو کوسوا عطا بیان شدہ سے نہ خود مستفید ہو کر اپنے ایمان کی تکمیل کو کر سکتے ہیں بلکہ دیگر مذاہب کے طالبان حقیقت کو بھی دین اسلام کی حقانیت کی طرف مائل اور مایوس کر سکتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ حق ہر دہائی قوم کی زبان و بھاری ہو کر رہتا ہے۔ یہ نہیں ملایہ صداقت خیالات آیا غیر مذہب شخص کے گھبرائوں کے (اہل اسلام ہجالات بغاوت و اذات الدین عند اللہ اکا سلام تو اصولاً بد رجحان زیادہ از نفع و اعلیٰ ہونے چاہئیں۔ اگر سامعین کو بطور خاص اولاً اسلام کی خوبیوں سے جہیز حسین۔ نہ خرم کے آٹھ دوس روز میں کماحقہ عمل کر کے ہم سب کے لئے شمع ہدایت روشن کر دی تھی۔ اعلیٰ امکانی حد تک گناہ کیلئے تا تو اس صورت میں جناب بیگ صاحب کیسے ارشاد فرمائے گی ضرورت و حاجت ہوئی نہ مرت تلواری سے کائنات کو ظلم سمجھتے ہیں جنوں و فتنوں کی عدم ادائیگی کو ظلم نہیں سمجھتے تو وہی اتحاد کے لئے کھانے کو ظلم تصور نہیں کرتے لفظ مذہب بھڑتا ہے بیکروں بیواؤں مسکس ہر دوسرے میں جس کا علاج آج گروہ کے پاس کو نہیں ہے۔

چنانچہ ہم نے بھی اہل انسانی شخص کو عام ظالمین یا دشمن خواں حضرات کے بیانات کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ بولائے مہربانی رون و حسین راجی کشن و پائین می آئیں۔ مطلب یہ کہ ہنر پر صرف حسین علیہ السلام کی مطاوی کا ذکر کرتے سامعین کے رولانے ہی کو کافی سمجھ کر تائیں ختم کر دی۔

دنایا کی نظری اسٹریٹس سے جاننا لہو پر ہر روزی کرتا ہے اور بھڑائی بڑی و محسوس ہوتی ہے جس نے اپنے عالم منافی کے جس کو دینی بڑی کی معیاریوں کو برداشت کر کے اپنے نانا سو لہو کے دین کو اپنے بیٹوں، اصحاب اور خود اپنی قربانی و قربانی کے لئے سر سے قائم کیا جبکہ ایک خوب نقشہ کسی صاحب نے ذیل کے شعر میں کی ہے۔

تاہی میں سفیدہ آچکا تھا امن جد کا  
بہ کشتی بجزوں میں ڈوب کر خون کا لہر  
پس نشیمن متبعین اسلام و غلامان ستمنا پر بھی اصولاً لازم ہے کہ ہم لوگ بھی اپنی آنکھوں سے آنسو دیکھو ہم در شمار تک کہہ سکتے ہیں) جانے کے علاوہ اسلامی عقائد پر اپنی امکانی حد تک عمل کر کے حقیقی معنی میں حسینی گروہ کے سوز و غم خطاب سے سو سو ہوں۔

یہ تو تہی ہی ہو سکتا ہے کہ ہماری مجالس میں ذاکرین یا داعین اسلامی عقائد کی خوبیاں اور ان چشموں کا کماحقہ عمل بیان کریں اور آخر میں سامعین کی ظنی حد تک نہ داریوں سے انکو بلا خوف و آگاہ کریں۔ نہ صرف آگاہ ہی کریں بلکہ ذمہ دار حضرات یعنی علمائے کرام ہر جگہ کو اعلیٰ اپنے پیر و ان سے ان کی تعمیل بھی کرائیں۔

مگر موجودہ عدم تنظیم کی صورت میں کسی قدر مشکل سامعہ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں اور سچ بھی ہے کہ  
مشغلہ نیست کہ آسماں نہ شود مرد باید کہ ہر اسان نہ شود  
اس مشکل کو آسان کرنے کا واحد طریقہ صرف تنظیم ہی ہو سکتی ہے۔ بحوالے واعتمدہوا بحبل اللہ جمیعاً وک  
تھو اخوا اگر چلوں گے شریفہ کے اتباع میں متعلم ہوں گے۔ خیال اور حکم ارادہ کر لیں تو پھر خدا کے دین بھی ہماری  
حالت بدل دیگا۔ بخوانے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حق یغیرہ لما یراہنفسہم آیت شریفہ کے منہم کو کیا خوب  
کسی نے نظم بھی کر دیا ہے۔

خدا نے جتنا کہ اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کی بدلنے کا  
اہل اسلام میں فی زمانہ صرف تین فرقہ جات ذیل منظم اور اپنے میر جماعت کے حکم کی سر موخہ کرانی کی سی ہر مشکلو  
کو اپنے گوشہ دل میں لائیں جسارت نہیں کرتے اور یہی جو ہر شریف انجیل ارشاد میر جماعت، ان حضرات کے ملی اتفاق  
و اتحاد کا ذمہ دار ہے۔

(۱) معزز فرقہ پو اہیر۔ زیر قیادت تقدس مآب جناب مولانا سید طاہر سیف الدین صاحب

(۲) فرقہ قادیان (۳) اسلامی جماعت۔ زیر قیادت ابوالاعلیٰ صاحب مودودی۔

نہرا ۲۰ سے تو تمام حضرات واقف ہیں، البتہ نمبر ۳ چند سال کی قائم شدہ ہے۔ اس جماعت کی روداد اصلاً منقطع  
بتاریخ ۱۹۷۲ء اپریل ۱۵ء سے اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ ارکان کی تعداد ۵۰ تک پہنچ چکی ہے اور  
مرکز جمالیو۔ چھان کوٹ پنجاب کی جانب سے ہندوستان کے مختلف صوبہ جات میں ذیلی جماعتیں بھی قائم  
کی گئیں ہیں چنانچہ ان تمام جماعتوں کی کارگزاری اور تبلیغ کی رپورٹیں اسلامی جماعت کے مجلس مد میں پیش ہوئیں  
اور میر جماعت ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے ان پر تبصرہ کرتے ہوئے بفرض اصلاح ہدایات بھی دی ہیں،  
ہر صاحب نصاب کن بیٹ المال میں نصاب دیتا ہے اور اگر کوئی رکن مقاصد اسلامی جماعت سے ذرا سا  
بھی اخراج کرے تو اسے فوراً خارج کیا جاتا ہے۔ تنظیم کی حد تک تو ہم اسلامی جماعت کی قدر کرنے پر مجبور ہیں۔

تنظیم کے فوائد اظہر من الشمس اور ہمارے خیال میں اس وقت تک احکام دین پر کما حقہ جو عمل نہ ہو کہ ہماری قوم کی فلاح  
دارین کی ترقیات میں مانع و مزاحم ہو رہا ہے اسکی فوری اصلاح کی ترغیب بھی قوم میں پیدا ہو چکی ہے یہی صورت  
میں حضرت علیؑ کے مکرّم لغوئے عملیہ امتی کا نبیاء بنی اسرائیل اور اکابر قوم کا بحیثیت نائبہ خدا  
بوجہ حدیث قدسی المال مالی الخ منہ بعد بالایہ خوفگوار فریقہ ہو جاتا ہے کہ باہمی مشاورت کے بعد  
قوم کے لئے ایک میر جماعت منتخب کر لیں۔ (۱) میر جماعت وہ شخص عادل تھا جسکی پچھلے آپ کو محمد بن نے  
اپنی طرف سے ناز پڑھنے کا حکم دیا آپ کی دینی نگرانی بس اسی کے اختیار میں تھی مگر آپ نے غور کیا کہ مسجد میں

کھتے لوگ اسکے پاس نماز پڑھنے گئے اگرچہ آپ پانچ وقت جماعت میں شرکت کریں تو پیش امام آپ کو بہت کچھ بڑے راستوں سے ہٹا سکتا ہے اور احکام آپ ہی بیان کر سکتا ہے مگر اس وقت تو حال یہ ہے کہ مساقی زمان علی (مق) یغرون من العلماء کا ایض الغنغن الذ ملک بد وقت آئیہ کہ لوگ ہی علم سے بہرہ بھاگتے ہیں جیسے میٹھے سے بکریاں یہ شخص مشادرت سے ہرگز نہیں مقرر ہو گا بلکہ صفت عدالت سے۔ (الوعظ)

یضلات دیگر فرقیات اسلام چونکہ ہمارے فرقہ میں از ابلا لہ جنابہ (المؤمنین علیہ السلام) جناب امام حسن عسکری علیہ السلام کسی اصول دین یا شرعی امور میں بجز ایک ہنگی کسی قسم کے انفریق یا اختلاف کا شائبہ نہیں ہو لہذا ہمارے امیر جماعت کے ارشادات کی جو اصولاً اقوال و اعمال ائمہ کے بعینہ تالیق ہونے تھیں ہمیں ہر فرد قوم پر واجب معنی ہوگی اگر خوش بختی سے ٹکھہ قوم میں امیر جماعت کا قیام عمل میں آجائے تو پھر انکی جانب سے ہر صورت میں الکل ایک عامل مقرر کیا جائے جو اپنے فرقہ کے حضرات سے ہر امر شرعی کی تعمیل کرے کہ انکی ہر ذی کی رپورٹ امیر جماعت کی خدمت میں پیش کرے گی علاوہ نماز و روزہ کی پابندی کرانے کے عامل صاحب کا حسب دستور عمل مرتبہ مرکزی جماعت فرض ہو گا لہذا مورذیل کی بھی پابندی اپنی قوم کے حضرات سے کوئیں۔

- (۱) ہر صاحب نصاب سے سالانہ زکوٰۃ وصول کریں۔
- (۲) شادی بیاہ کی تقاریب پر حتی الوسع کم خرچ کرائیں۔
- (۳) ہر کسی رقم روزہ کی حیثیت کے مطابق تعین کرائیں
- (۴) محرم کی مجالس میں حتی الوسع اسلام کی خوبیاں بیان کر کے حسین کے غزنی حد تک ہر فرد قوم سے تعمیل کرائیں۔

(۵) مقامی حضرات میں ہر وقت اتفاق و اتحاد کی روح بھونکی جائے اور بالآخر ایسے تمام امور شرعیہ کی جو قوم کی فلاح و دارین میں مدد و معاون ہوں انکو بلا خوف و تردد باجماع آئینہ شریف و اذ اختلافہ فاعل لود لو کان ذا (قرنی بیان کر کے ان پر قوم کے حضرات کو عامل بنائیں۔

ممکن ہے کہ کوئی صاحب پر ارشاد فرمائیں کہ کیا محرم پر مضمون اور کیا مفصلہ بالا تحریک مگر میب معزز دوستو ہم بلا خوف و عرض کرینگے کہ برضات جمہور مذہب عالم کے اسلام ہی ایک مذہب ہے کہ جس میں بہائیت ناجائز ہے اور ہر مسلم کو حکم ہے کہ دین و دنیا کے کام مدام احمیات کرتا ہے اور جب قدر انسان سہی کرے گا اس کو اسی قدر ملے گا۔

پس معلوم ہوا کہ ہر لوگ تو صرف اکام اور کام کے لئے خلق کئے گئے ہیں مگر کام کام میں فرق ہوتا ہے۔ کام وہی حقیقی مضمون میں کام کہا جا سکتا ہے جو انسان کی فلاح و دارین کا باعث ہو اور غیر کسی امیر جماعت کے

کوئی کام یک جہتی سے ہو نہیں سکتا۔ تنظیم قومی کی ضرورت اگر خوش قسمتی سے ہماری تحریک قیامِ اہم جماعت قوم کی فرضِ شناسی اور حقِ قومیہ سے رو بہ راہ ہو جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ صرف تنظیمی زکوٰۃ میں ہر سال ۵۰ کروڑ کی بظیر رقم وصول ہو کر قوم کے ہر مفید کام میں کام آسکے گی۔

ہم نے زکوٰۃ پر رسالہ البرہان ماہ جون جولائی ۱۳۳۸ء میں کسی قدر شرح و بسط سے ایک مضمون بعنوان "تعمیم کیا تھا۔ اگر کوئی صاحبِ چاہیں تو اسکو رسالجات مذکورہ بالا میں ملاحظہ فرما کر کہ کر ڈر سالانہ کی وصولی کی تفصیل معلوم کر سکتے ہیں

اسقدر رقم کی وصولی کے بعد قوم کو سرمایہ کے لئے جوئے دن اپیلیں کی ضرورت لاحق رہتی ہے ان سے قوم ایک حد تک نشہ اندہ بے نیاز ہو سکے گی۔ آخر میں ہم اپنے معزز برادرانِ ایمانی سے مل رہنا خواہت کے پیش نظر جو ابتداء عالمِ دین قائم ہوا اور پھر اس مادی دنیا میں جو بزرگوار غلامی و طبیعت اس میں نریجنگی ہوئی اور با عرضِ کریمہ کہ آپ کے مولا کا جواب برادرِ شہداء علیہ السلام اتھیرہ و الشاک ذات ستودہ صفات تو ایسی ہے کہ جگو تو ہم عالمِ انسان ساز اور حسنِ انسانیت کے خطابات سے یاد کرتی ہیں۔ چونکہ پہلے عقائد سے ہلوگوں پر امام کی اطاعت حکمِ خدا واجب کی گئی ہے۔

رسولِ کرم علی سے ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہارے شیوخ و علمائے دین مجھے گمنی اپنی دلی مرادیں پائینگے۔ گمنا یا ت قرائی اور اقوالِ ائمہ سے پایا جائے کہ بدو ن ظرفی اتباعِ بادیانِ طریقت و دوسری دنیا (جگو دوام ہی دوام ہوگا) میں دلی مرادوں کا پانا کسی قدر مشکل سا نظر آتا ہے۔ مذاہمِ تمام کو تحصیل اپنی ہی ذرائعِ دارین کے خیال سے حسین کی شہادت سے سبق حاصل کر کے اور چھ سال اسکو رکھ کر اپنی حجابات کو ایسا بنانا کہ جس پر ان قبور کا اطلاق ہو سکے ہمارا نہایت خوشگوار فریضہ ہونا چاہئے

ضرورتِ صریح ٹھنڈے دل سے اپنی اہم ذمہ داریوں کو سمجھنا اور پھر ان سے عمدہ برآمدگی ہے اور اس اسکے بعد یقیناً خدا خیر الرحیم ہے۔ وہ ہمیں بطفیل شہید راہِ خدا یعنی جنابِ امام حسین علیہ السلام ہر دو جہان میں فائزِ الممک کرے رہے گا۔ فہو المذل و اللہ المستعان۔

اسماں وزمین کا رونا اس بن مالک کی روایت ہے کہ ساتویں سال امامِ شہید جو کما ہوا سچا و سادہ و سادہ و سادہ اور ان میں جتنی آبادی جہاں جہاں بھی ہے وہ قریب سو قوت جب کوئی معزز ذلیل گرد پایا جاتا ہے اور مالدار فقیر ہوجاتا ہے۔ (فردوسِ الاحیاء و المیۃ ۳۷۱ کتب خانہ صفیہ قلمی)

اگر گریہ کا یہ معیار ہے تو کہا میں جب امام حسین کی مسلمانوں کے ہاتھ سے بے عوقی ہوئی اُس وقت اسماں وزمین کو رونا چاہئے السلام علی امنِ ہمتک حرمتہ سلامِ خدا بر اُس محرمِ شہید چونکہ ہجرت کی گئی۔

## امام کی آمد میدان جنگ میں

لکھنؤ کے مشہور مرثیہ گو جناب سید سر فرزد حسین صاحب خیر لکھنؤی کے مصنف مرثیہ سوچند  
یہ رن میں غل ہے رنہ مشرقین آتے ہیں کہ فتح جنگ کو شاہ حسین آتے ہیں  
فرس اُڑا لے اُردا بھد زب و زین آتے ہیں قیامت آتی ہے لڑنے حسین آتے ہیں

نیاز و غجز سے تسلیم کو اُٹھی ہے زین  
غبار اُٹھا ہے کہ تنظیم کو اُٹھی ہے زین  
نہیب آید سلطان انس جن و ملک  
نہاں ہے سینہ میں دل درہلمیں لگی دھڑک  
یہ ہے کہ ابر میں نہاں ہے برق کی چمک  
جگمگیں زخم تو زخم جگر میں خوں کی جھلک  
سخن زباں میں سخن میں نہاں ردائی ہے  
ہو کہاں ہے رگوں میں ریشہ پانی ہے

ہے زرد چہرہ خورشید خوف کے مارے  
عدو نے شاہ کشاکش میں پر مارے جی ہارے  
بکھے بکھے ہیں ذرتے زمین پر سارے  
جگر پہ چلتے ہیں خون دہرائیں کے آسے  
گمے میں ہاتھ سے تر بے کلائی بھول گئی  
کہ الٹی چلتے لگی نبض چال بھول گئی

کمر سے تیج گری ہاتھ سے رن گری  
خدا نگ ترکشوں سے دوش کو کمان گری  
زین پہ فوج ستم گارے تکان گری  
نگاہ فوج سے خود اپنی آن بان گری

نقاب شاہ نے اُٹھی تو ہوش جانے لگے

فریغ چہرہ پر نور سے غش آنے لگے

کہاں ہیں حضرت موسیٰ یہ فورہ دیکھ تو لیں  
زین پہ جلوہ خلق کا فورہ دیکھ تو لیں  
جہاں پاک رُخ رشک طردیکھ تو لیں  
خدا کی شان کارن میں کلور دیکھ تو لیں

ہوئی تجلی قدرت یہ ادر فور نہیں

شعاع ہر امامت ہے برق نور نہیں

ہے سر پہ سایہ عمامہ سحاب نبیؐ  
دہن وہ جسمیں زباں رسول پاکؐ ہی  
وہ دل کہ جسمیں عوض خون ہو زور علیؑ  
جگہ وہ نزد کہ مر میں ہیں جسمہ و انول کی

بکر کو باندھے ہوئے خانہ کی چادر سے  
جھلک ہوئی ہے جو بارِ غم برادر سے

## ذبح عظیم

نتیجہ فکرِ عالم جنابِ حجازِ اہلبیت مرزا باستر علی صاحبِ فستری نے منشی فاضل لاہور  
اے شہیدِ وادیِ غربت امامِ حق شناس ہے ترے نقشِ کفِ پایہِ شریعت کی پاس  
کیا کرے کوئی ادا تیری مردت کا پاس خون سے اپنے بھادی خونِ تمہو پیاسوں کی پاس

صبر میں کھوون جو بڑھمت ابل ہو ترا  
وہ جگر گس کا ہونچہ سا اور کہاں دل ہو ترا  
خون تیرا آبرو ہے چہرِ حسنِ عمل خاک کا تیری ہراک ذرہ ہے کعبہ کا بدل  
گر نہ تو اسلام کی کرتا حمایت ہر محل مٹ چکا تھا دھر سے دینِ خدا کے لم نیل

تیری کوشش سے قنارت بھر ہوا اسلام سے  
آشنا بندے ہوئے اللہ کے پیغام سے  
تیرا ہر ایک سانس ایوانِ شریعت کا ستون تیرا ہر نقشِ قدم حق کی طرقت ہے رہنمون  
تجھ سے تو نایک بیک کفر و ضلالت کا منوں فکرِ انساں سے کئے سبب محوِ اخلاقِ زبوں

تو نے فریاں خدا کی یاں تلکِ تعمیل کی  
نے کے سراپا نیت کی سر بسر تعمیل کی  
پیکرِ سبل ترا وہ اک سراپا انقلاب دینِ حق کا جکی ہر کردت میں پہلوئے شباب  
تیری عزائی سے آئیں ردالت بے نقاب گھوڑنِ فاسق کو تیرا رشتہ شہرِ رگِ طناب

سا منے قاعی کے خود دل رکھ دیا سر رکھ دیا  
ایک ہی میں کفر کا تختہ الٹ کر رکھ دیا  
دہریں انساں وہ کیا جو رنج سے غم گز نہیں ریل وہ سینہ جانے جسمیں دل مضطرب نہیں  
چشمِ وہ کیا جو غمِ سبطِ نبی میں تر نہیں ہاتھ ہی وہ کیا جو ذوقِ ماتم سرور نہیں

پیرِ توحید خدا افستہ ہے غمِ شبیر کا  
دیکھئے عنوانِ قرآن ہے الم شبیر کا

## کربلا کا خون منظر

ازیم اے اکل صاحب منشی کامل شاہچاندی مدرس اعلیٰ مدرسہ نورانیہ راجکوت قوم بدہیر  
 آج کیوں گلشن عالم میں ادا سی چھائی ہوئی ہے، آج کیوں گلبن دہر کی ہر کلی مرجھائی ہوئی ہے باغبان  
 دامن سے صفحہ ڈھانچے ہوئے کیوں رورہا ہے پنوں میں شور جامہ دری کیوں ہے نیم سہری کے دامن  
 سے کیوں خون کی بو آ رہی ہے۔ آج کیوں طبیعت خود بخود مرجھائی ہوئی ہے۔ میرا دامن مقدر خدائے رب  
 تفکرات میں ابھرا ہوا تھا کہ یکایک دیکھتا ہوں کہ کسی طرف سے ہذا یوم عاشورا، ہذا یوم عاشورا  
 کی صدائے بانگاد میرے کانوں میں آکر ہی ہے۔ مجھے خواب غفلت سے جگا رہی ہے میرا تخیل مجھے دشتِ نیوا  
 کی طرف لیجا رہا۔ کہ کربلا کا خون منظر آنکھوں کے سامنے نظر آ رہا ہے۔ ادا فاطمہؑ پر سیاہ شام کی بدلی پھائی ہوئی ہے  
 (الصادقة ما اتقادة) کی گھڑی نزدیک آگئی ہے۔ گلشنِ عادی پاں ہو چکا ہے نوہ لان رفتوں کا  
 باغیوں سے فیر حال ہو چکا ہے اٹھارہ برس کا کربل جہاں عالم بقا سے رشتہ الفت جوڑ رہا ہے کہیں شہ شام  
 بے زبان تیر رہا ہے بلکہ اے ہوئے دم توڑ رہا ہے کہیں کسی کے کئے ہوئے بارو خون میں ڈوب نکلے نظر آ رہے  
 ہیں۔ کہیں کسی کی لاش پر گھوڑے دو لٹائے جا رہے ہیں۔ ریاضِ فاطمہ کے پھول ایک تیزی سے مھرا میں جا چکا ہے۔  
 پس ہیں۔ غامض لک بوائے گلوں قبا۔ نشہ و گرسنہ۔ یکہ و تنہا۔ اس میدانِ جنازہ میں سر جھکا کر ہول  
 ایک طرف کرتے ہیں۔ آپ کے جسمِ مطہر سے خون کے چشمے اب آ رہے ہیں۔ تیر کیسے شہ شہ شہ شہ۔ خنجر  
 داخل ہے میں تمام بدن مبارک سے نون پر رہا ہے کھینچ دو کی صورت نگاہوں میں چھ رہی ہے۔

اِقْتَرَبَ السَّاعَةُ کی ساعت قریب ہے اب کوئی دم کا حسین غریب مہلا ہے۔

کیا یہ وہی حسین غریب ہے جس کو رسولِ فطین اپنے دوش مبارک پر چڑھاتے تھے اور زبان مبارک سے  
 اَعْمَالِ اَجَلِ کما دَفَعَهُ وَالْعِزَّةَ لَانِ انتما کیسا تھرا، اچھا سوار، جو ہم اونٹ بننے میں فرماتے ہیں۔ کیا یہ وہی  
 حسین ہے جس نے اپنی زبانِ مطہر چوماتے تھے کیا یہ وہی حسین ہے جس کے متعلق یہ بیت مشہور ہے  
 چاک پیسے دکھ سے جاگی سگری رہیں      کن کن دکھ سے فاطمہؑ ہالال حسین  
 یہ وہی حسین ہے جس نے

سرداد نداد درست درد درست نیند      خاک بنا لے لالہ است حسین

کی بنیاد ڈالی ہے۔ ہاں یہ وہی حسین ہے جس نے بقول انیس ہے



تباہی میں سفینہ آچکا تھا امت جد کا یہ کشتی بحرِ خوں میں ڈوب کر شرفِ نکالی پر کیا تاریخ عالم بحرِ مہو کو لہا کوئی اور ایسا خونی نظارہ پیش کر سکتی ہے یا اگر از حضرت آدم تا میں دم کوئی سرکار ہیں مٹی ہو تو بٹاؤ۔ اگر کسی گھر سے دوپہر میں اٹھارہ جانے نکلے ہوں تو کھاؤ۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔  
 بیٹوں سے بھٹا باپ تو اور باپ پدرت اٹھارہ جانے نہیں نکلے کسی گھر سے  
 اگر کسی مرسل نے اپنی امت کی خاطر اپنا گھر لٹایا ہو تو کہو۔ اگر کسی نبی کا دو دھڑپتا ہوا بچہ تیر کا نشانہ ہوا ہو تو بٹاؤ۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں یہ تو عرصہ تھا حقیق کا نہ فوری مد ہے نہ شنید ہے بیشاک یہ وہی حسین ہے جس نے روز عاشورا اپنی غیرت میں دینا گوارا نہیں کیا اپنی اندام اپنے اقارب کی جہان کے ساتھ اپنے خیرام کی تاراجی آتشزدگی۔ اپنے دل حرم کی تباہی حتیٰ کہ سہری بھی گوارا کی آپ نے یحییٰ منظر کر دیا کہ عابد ہایہ ہمارے شریف بنیاد ہوا طوق و سلاسل میں اسیر۔ ہر ایک قدم مجرم کی نقویہ رنگ برنگی کے بیا بانوں کو طے کرتا ہوا رہنہ پاشام تک جا لے۔ لیکن امت پر کونج نہ آنے پائے بیٹیک

حسین جانِ گرامی فدائے امت کرو رواست اُمت اگر جاں کند فدائے حسین  
 اس قبلہ عالم کے امتداد دہ اسے کو بند دین کے عزاوار دہ !! لے امام حسین کے غبار دہ !!! حسین کربلا میں بلائے گئے تین دن بھوک و پیاس کی شدت برداشت کی۔ عاشور کے روز تھوڑے بجے کی عزت کا گھر۔ مصیبت کے گداب میں بھٹس گیا۔ عاشور کے روز محمد مصطفیٰ کا ہر اچھا باغ خیر تھا گیا۔ عاشور کے دن امام حسین پر تلوار چلائی گئی آپ کے سر مبارک کو بدن اطہر سے جدا کیا گیا۔

کیارن میں ہوا آفت بڑی چلتی ہے لوگو بدیسی مسافر پہ چہری چلتی ہے لوگو  
 عاشور کے دن تیر دن سا کھیل کھا کر اپنے نانا کی خدمت میں پہنچے۔ دشمنوں نے آپ کے صحاب آپ کے اعدا اور آپ کے فرزندوں کو قتل کر دیا نہیں گریز حسینی دہرای ہو گیا۔ عاشور کے دن وہ مجرم ہو چلی کہ رسول اللہ کے نوشگفتہ اور شاداب پھول مرجھا گئے۔ عاشور کی صبح کو گلشن محمدی سرسبز تھا لیکن ابھی شام نہ ہونے پائی تھی کہ تمام باغ نبوی کے پھول مرجھا گئے۔ فوہال گلشن ذبیحان مولانا علی اکبر رسول اکرم کے ہم نشین تھے۔ سناں کا پھول کم لکھرا ہی جنت ہوئے۔ گل نوشگفتہ باغ حسین علی صغیر کا پھل کھا کر اپنے پدر بزرگوار کی آغوش میں اکام فرما گئے شدت سے خون جاری ہو گیا۔ امام حسین نے اپنے جگر گوشہ کے خون ناحق کو چلوایں لیکر آسمان کو طرقت پھینکا اور زمین کی طرقت خیال کیا لیکن دونوں طرف سے کچھ جواب ملا اور بھڑپٹیں لیکر اپنے روئے مبارک پر مل لیا اور یہ فرمایا۔

انکار آسمان کو ہے راضی زمین نہیں صغیر تھا سے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

آہ آہ اور دو گشتن احمدی کا گل تر۔ باغ علی کا تازہ بھول رہ گیا۔ اے جادو حشر بر چلے والو اے حسین کی غلامی کا دم بھرنے والو بیچ کو جس حسین نے شخص ہماری شفاعت کے لئے صرف ہماری ہدایت کے لئے تین دن بھوک پیاس کی شدت برداشت کی اپنے اعزہ و درفقا کے ساتھ اپنا سر کٹوا دیا اپنا گھر لٹا دیا اپنے خبیوں کی آتشزدگی اپنے اہلیت کی خانہ بربادی گوارا کی۔ یرید یوں نے کچھ کھل کر کے زمین نیوٹا پور پور پور اور خونی منظر کیا اس بیکس بظلم کے لئے ہلکیا کر ناچا ہے۔ آؤ ہم عاشقوں کے دن شہید ہونے کے لئے وطن کی یاد کا رقام کر جس حسین کی عزت پر حسین کی مصیبت پر حسین کی مظلومی پر حسین کی بیکسی پر حسین کی معصوبی پر حسین کی بھوک پیاس پر زمین روٹائیں، سرسریں ہر تریہ میں ہر کلمہ میں ہر گھر میں مجلس عزاء جائیں بلکہ ہر دل کو بانگ کدہ حسین بنائیں جو حسین کے غم میں روٹیں یا عطا بیگیا یا رونڈو نے کی شکل بنا بیگیا اسکے لئے جنت واجب ہے اس قول رسالت مآب کو علی جامہ پہنائیں۔

تعبیر کر بانی تو کھینچی دامغ ما رہ مبتلا حسین نا اتم نا دامغ ما

اس قول صادق کا نقش دل پر چرائیں۔ اس سے مادی دنیا میں جہاں آئینہ اخلاق پر جلادوگی ہماری روحانیت رسا ہوگی ہم مکالم اخلاق کی تفسیر و تفاسیل اندران کی تقویریں جائینگے اسکے بعد دوسری دنیا میں یعنی روحانی عالم میں ہمارا حکم کا سایہ ہمارے سر پہ ڈگا اہلیت ہمارے قیام ہوئے خون مٹھ رہا ہے دل سے دور ہو گا ہلی مراد سے با آسانی ہمارا مردہ (گذرا) ہو گا بہشت کے درجے چاہے لئے کھل جائینگے قدسی ہمارا خیر مقدم کرینگے رضوان ہمیں طہرہ فدا داخلہ کا خالہ دین کا خردہ سناٹینگے۔ راضیہ مرضیہ کا پردہ ہمارے ساتھ میں ہو گا بدی پیش و سرت کا لشکر ہمارے ساتھ ہو گا، ایں دعا ازین داد جگہ جہاں آئیں باد دہب لی والحقن بالصالحین۔

حاضری جب حضرت جعفر طیار کا انتقال ہوا تو پیغمبر خدا صلعم نے حکم دیا کہ ہنر کے عیال کے لئے کھانا بھیجو۔ مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ بیروت ۱۳۷۵ھ، اگر رسول کا اسوۂ حسنہ مسلمانوں کے لئے قابل عمل ہے تو ائمہ حنین کی حاضری پر ہمارے سامنے نبوی سیرت ایک مستقل دلیل ہے اڈیٹر پیغمبر کے آنسو جب سے اہم کا انتقال ہوا تو حضرت رسول کا یہ عالم تھا فجعلت عینا رسول اللہ تذوقا قال ان العین تدبہ القلب یحزن (مشکوٰۃ المصابیح) آنکھوں میں آنسو پڑا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ آنکھ روتی ہے اور دل دکھتا ہے۔ اڈیٹر

# بارگاہِ مظلوم کربلا میں سنی اہل قلم کے تاثرات

## شہادتِ امام علیہ السلام

از جناب مولوی محمد رفیع صاحب مدظلہ العالی

یہ قاعدہ ہے کہ انسان جس قدر بلند مرتبہ کا مالک ہوتا ہے اسی قدر اس پر ذمہ داریوں کا بوجھ اور اسی قدر اس کا بڑا دکڑا امتحان ہوتا ہے۔ دیکھ لیجئے ایک لڑکچہ دوسرے کلاس کا معلم ہے اس کا کورس سہل و آسان ہے اور جو دوسرے کلاس کا سٹوڈنٹ ہے اس کا کورس مشکل و دشوار ہے۔ اور جو پھر اس سے بھی اوپر لے لے یا ایم اے کا سٹوڈنٹ ہے۔ اس کا کورس اور بھی زیادہ مشکل اور دشوار تر ہے اور پھر بی اے یا ایم اے کا امتحان لینے والا لڑکا ہر وقت اپنے کورس کے یاد کرنے میں لگا رہتا ہے اور اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ ہر وقت پڑھائی میں مشغول ہو لے نہ کھانے کی فکر نہ پینے کا خیال اور رات کو سوتا ہے اپنے امتحان کی فکر میں ماحول سے بیخبر اور محنت میں جانا نہ بچتا ہے۔

اسی طرح بارگاہِ ایزدی کے مقبول و مقرب حضرات بھی مختلف درجے رکھتے ہیں۔ اور ان مقبولانِ اکسی کے بھی حرب و مراتب امتحان سے گزرنا ہوتے ہیں۔ حضرت اکرم علیہ السلام آزماتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کا امتحان لیا گیا حضرت یعقوب و یوسف علیہما السلام

آزماتے ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح آگ میں ڈالے گئے اور پھر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چوبیس برس اور بڑے رتبہ کے مالک ہیں جب زیادہ مشکلات مصائب و آلام کا سامنا ہوا اور یہ سارے نفوسِ قدیمہ علیہم السلام اپنے اپنے امتحانوں میں کامیاب ہوئے۔ اسی دستور کے مطابق حضرت امام حسین علیہ السلام کا بھی امتحان لیا گیا اور امتحان گاہ کے لئے میدانِ کربلا کا انتخاب ہوا اور اس مقدس ہستی کو اس قدر بے رحم و بے رحمی سے ذبح کیا گیا کہ انہوں نے ذوق و شوق سے امتحان دیا اور کامیابی حاصل فرمائی۔

حضرت امام عایم مقام نے میدانِ کربلا میں جس اطمینان سے اپنے اعزاء و اصحاب اور اپنے جگر گوشے راہِ ضلالت سے بچا کر گریے اور پھر حبِ خدا پانہ و دوا لہذا انداز سے اپنی جان جوڑ دی تھی اپنے ہولا کے پسروا کسی کے نام کے خاک و گردی اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام اپنے جوبانہ کی کے نہ شجاعت میں ایسے مخمور و مہر شار تھے کہ آپ نے اپنے محبوب کے دسمال دیدار کی مسرت و محبت میں سب کچھ ٹھکڑا دیا اور احساس نہ فرمایا۔

دیکھ لیجئے کسی شخص کا ایک دوست جو موقوف کے بعد اپنے دوست کو دھار سے مشرت کر کے لینی

آفوش میں لیکر خوب بھیچے تو اس کے بزدل بنانے سے اگر چھاتی کی ہڈیاں ٹپٹنے بھی لگیں تو دوست اس تکلیف دہ راحت پائے گا اور اس تکلیف کو تکلیف نہ سمجھے گا بلکہ دوست سے الگ ہو نیکو اسکا دل ہی نہ چاہے گا۔ بلاشبہ حضرت امام علیہ السلام کو میدان کربلا میں بلا کر تجویز دینی پروردگاری نے اپنے دوست و محبوب حضرت امام کو اپنی آفوش رحمت میں لے لیا اور حضرت امام نے اس آفوش رحمت میں پونچکر اپنے بچرگوئیوں کے محکموں کے الگ ہو جانے کی بھی پردہ نہ فرمائی اور اپنا سب کچھ نام محبوب پر نثار کر دیا۔

اہل ظاہر کی نظریں تو حضرت امام علیہ السلام بے کس دے یا راز و مظلومانہ طور پر میدان کربلا میں شہید کر دیے گئے اور باطل دہلے کا میاب ہوئے مگر اہل نظر کے لئے ایک ایسا مقام تھا جس میں عشق تھا جسکے لئے حضرت امام کا انتخاب فرمایا گیا اور حضرت نے اس مقام حق میں ایسی ثابت قدمی دکھائی کہ آج تک ہر صاحب دہان کا سر آپ کے اس کارناموں کے آگے فواصقت سے جھکا جاتا ہے اور ہر صاحب نے رد دل کی زبان سے صدائے مرجعہ آفرین نکلتی ہے۔ اور بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ ایں کارنامہ قیادہ و مرہاں نہیں کنند

حضرت امام علیہ السلام نے اپنے حیم اقدس کو خون شہادت سے رنگین فرما کر امت مرجعہ کو یہ سبق دیا ہے کہ اگر خدا کے سامنے سرخ نہ ہوتا ہے تو رضائے حق کی خاطر اپنے جملہ تعلقات کو پس پشت ڈال کر خدا کے لئے تیار ہوجاؤ اور اپنے عمل پریم دسی کا دل سے طاغوتی طاقتوں اور شیطانی امادوں کے سامنے مردانہ وارڈٹ جاؤ۔ اور حضرت نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ غیر محنت و عمل کے حصول مستعد مشکل و دشوار ہے ہر نہ شخص جو اللہ و رسول پر ایمان لایا ہے وہ عملی میدان میں بھی قدم رکھے اور اپنے ناموس و وقار و اولاد و اجاب کی بھتوں کو پس پشت ڈال کر اپنی جان بھی تنہی پر ہلکھڑا عللا کر کہن کے لئے ہر طاغوتی و شیطانی طاقت کا مقابلہ کرے اور اس کوشش میں سب کچھ کھو نا بھی ہمت نہ تو کھو دیا جائے کہ اس مقدس کوشش میں سب کچھ کھو کر بھی کچھ نہ کھو جائے گا۔

حضرت امام علیہ السلام کی بے نظیر قربانی ہمارے لئے درس عبرت ہے ہمیں اس سے یہ سبق لینا چاہئے کہ مسلمان دنیا میں طاغوتی طاقتوں اور شیطانی امادوں کو طاعت کرنے کے لئے آیا ہے مسلمان خدا کا سپاہی ہے یہ ایمان لینے کا ذمہ ہے اسے میدان عمل میں ہر نہ شیطان سے لڑنا ہے ہاتھ سے زبان سے اور دل سے اسلام کا سپاہی جہاں خیراتیں پائے گا وہیں اٹھو منانے کے لئے ڈٹ جائے گا۔ بوجہ ہزار اکادہ و در کی منافقانہ روشیں جن کا نام انبائے زمانہ نے "بالیسی" رکھا ہے کہ کوئی کچھ کرے خدا کو گالیاں دے رسول کو ہر نہ کسی سے کچھ مت کہو ہی بے دستا اور بے خبری کو انام علیہ السلام نے سنا یا اور ہیں یہ سکھایا کہ تم جہاں بھی کسی شہریت غم کے غلام کوئی چیز باؤ تو اسے ہاتھ سے اگر نہ روک سکو تو زبان سے تو اسے روک کر اپنے

صاحب ایمان ہونے کا ثبوت لا۔

حضرت امام عالی مقام نے باوجود علو مرتبت و فضیلت و دیر تری کے علی میدان میں قدم رکھا اور اللہ کے نام پر سب کے لئے ادا ہو کر کچھ ہم میں کہ ہاقد ہاقد: ہرے بیٹھے ہیں اور پونی قرب آتی ہا اپنے کے خواہاں ہیں اور شیک ہو کر ہ کنی چلی گئی پس کر چھٹی بھیگ شندھی ہندی جب اتنے دیکھ سے پھر جا کے قدموں پر لگی ہندی دیکھے ہائے یاز تاک ہو پنچے کے لئے ہندی نے کن کی مصائب کا سامنا کیا؟ پھر ہم بغیر کچھ کے کس طرح حصول مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

عزیز رہا ہے۔ آج اگر ایک شہر دوسرے شہر تک ہی جانا ہو تو کس قدر مصائب آلام کا سامنا ہوتا ہے۔ پہلے بھوکے اعلیٰ سوار ہو کر سیشن پر پہنچے پھر ٹکٹ لینے کے لئے ہزار وقت کا سامنا سیکڑوں کے ہجوم میں دھکے کھاکر اور کپڑوں کو پھونک کر کس ٹکٹ جو ملا تو اب گاڑی میں اتار دیا ہے کہ کوئی بھٹلنے کے لئے تیار نہیں گاڑی کے قریب تک کوئی آنے نہیں دیتا اور خود ادا کر کے کہیں اندر ٹھس بھی گئے تو ہزار دھکے کھا کر اب بٹھنے کے لئے بھی کوئی جگہ نہیں۔ پھر بیٹاب وغیرہ کی ضرورت ہو تو اسے متوی کیلے جب تک کہ آپ اپنے سیشن پر پہنچ کر گاڑی سے اتر نہ جائیں اس قدر تکالیف کے بعد آپ ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہنچتے ہیں۔

تو اب خیال فرمائیے کہ قرب کسی کے لئے بھی تو کسی آزمائش و امتحان کی ضرورت ہے۔ خدا تک پہنچنے کے لئے بھی انسان کو بہت سے مراحل طے کرنا ہیں۔ امدان مرحلوں سے علی طور پر گذر کر امام حسینؑ علیہ السلام نے دکھایا۔ لئے کاش اسچ مسلمان حضرت امام کے اس درس عبرت سے کچھ حاصل کریں۔

یاد رکھئے حضرت امام عالی مقام کے اس عظیم الشان ایثار اور اس بے نظیر قربانی کو محض سن لینا کافی نہیں ضرورت ہے کہ حضرت کے ان واقعات کو بڑے شکرانہ کو ہم اپنے لئے مشعل راہ بنائیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔ صرف رو لینے سے قیوموں کے نہیں پھر تہہ بن جانفشانی بھی ہے لازم شک افشانی کے ساتھ آنکھ میں آنسو ہوں دل میں ہو شہر زہر گی موجد آتش بھی ہو جتے ہوتے پانی کے ساتھ

مصیبت عظمیٰ حلب کے راستہ میں کوہ حبش پہ ایک پہاڑ کی کان ہے جکے فوالمسدود ہو گئے ہیں اور رماز اسکا یہ بتایا جاتا ہے کہ حضرت سید الشہداء روحی فدائہ کے الحرم میں ایک لی بی حاملہ تھیں پہری کے مصائب سے ان کا حمل سقط ہو گیا اور جب اس مظلومہ نے زیندہ شمنوں سے پانی مانگا تو اس حالت مرض میں بھی کسی نے پانی نہ دیا اور سخت و سست انفا کا کہ ان معجز نے دعا کے بدلے جس کا نتیجہ ہو اکلوش دن سے جو فائدہ اٹھا نا چاہتا ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا دعا بابت اوقات قرآنی ص ۲۷ مطبوعہ مصر

# واقعہ کربلا (ایک مکالمہ)

عالیجناب پروفیسر خواب مل صاحب خفی سبقت دزیر تعلیم یاست جو نگذرد

ہر سول جب مجھے مدرسہ اہل علمین کے رسالہ ادوار عظمیٰ کے فاضل اڈیٹر کا خطا لا جس میں کئی اشعار کا واقعہ کربلا پر ایک مضمون لکھ کر دو مہینے میں بھیج دیجئے تو میرے اکامٹہ زارا خیال دوست یوں کہنے لگے۔  
دوست واقعہ کربلا کی شہرت و ترویج زبان و قلم سے لاکھوں مرتبہ ہو چکی ہے پھر بھی اسی ایک مضمون کی بار بار دہرانے کی فرمائش ہے۔

میں۔ جناب آپ نے کبھی "لسان الغیب" کے اس شعر پر بھی غور کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

ایک قصہ بیش نیست ظم عشق و این عجب کز ہر کہے کہ می شنوم نامکر راست  
داستان عشق جب کبھی اور حقیق مرتبہ بیان ہوتے سچا عاشق منکر تزیں جاتاہے اور یہ نہیں کہتا کہ  
یہ قصہ تو میں سن چکا ہوں۔ واقعہ کربلا بھی جب کبھی بیان ہوگا نامکر ہوگا اسلئے کہ یہ اسی ظم عشق  
کی داستان ہے جس کا عنوان یہ ہے۔

ان صلاقی و نسکی و محیای و معافی للہ رب العالمین۔ (سورہ انفاس)  
بیشک میری ناز۔ میری قرانی۔ میرا جینا میرا مرنا (سب) اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا  
پالنے والا ہے۔

دوست۔ یہ شاعرانہ تعبیر ہے اور پھر شعر بھی ایسے شاعر کا پڑھا جائے دیوان کا پہلا مصرعہ

اکلایا ایھا الساقی ادرکاسا ونا ولھا

اس ناسق و ناہر کے ایک مصرعہ کی نقل ہے جسکے باعث واقعہ کربلا پیش آیا۔ کیا لسان الغیب کو  
مشہور عالمی شاعر طرہ اور اسوی اور عباسی دور کے شعراء اخطل اور انواریس کا کوئی زمانہ شعر  
نہ ملے یزید کی کاہنہ لیس کہنے لگے؟

میں۔ جناب اپنے طرز نہیں کیا کہ لسان الغیب نے بجائے کاہنہ لیس کے یزید کے ساغر سخن کو کس خوبی سے

اُلت دیا اور اسکی شرب شہر نکال کر اپنے شعر کو آب حیات بنا دیا۔ یزید نے کہا تھا۔

انا المسموم و ما عندی بتریاق و کلا طاقی ادرکاس ونا ولھا اکلایا ایھا الساقی

میں زہر خوردہ ہوں میرے پاس تریاق ہی نہ جڑ منتہر ہاں لے ساقی جام شراب لا دیجئے دیدے  
لیکن لسان الغیبیوں بدل دیا

الایہا الساقی اور کا سادنا دہا۔ یہ کہ عشق آسانی نمود اول دے افتاد مشکلا۔

دوست۔ اس موقع پر میں شاعرانہ خیال بندی پسند نہیں کرتا۔ آپ کوئی معقول وجہ بیان کریں۔ کہ واقعہ  
کربلا کی تکرار سے فائدہ کیا ہے؟

میں۔ اپنے قصص قرآنی پر کبھی غور کیا ہے کہ ایک ہی قصہ مختلف سورتوں میں بار بار بیان ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت  
موسیٰ کا قصہ بمعجلہ ۱۱۲ سورتوں کے ۴۲ سورتوں میں منقول ہے۔ یہی حال اور بھی قصص قرآنی  
کا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ مقصود اصلی قصہ خوانی نہیں ہے بلکہ سامع کے ذہن کو مطیعوں پر لطف و  
انعام خداوندی اور ظالموں پر قہر و عذاب الہی کی طرف منتقل کر کے ایک قلبی کیفیت ترغیب ترہیب پیدا  
کرنے ہے۔ جبچہ سورت میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے نئے نئے اسلوب سے قادر الکلامی کے ساتھ  
مقصود اصلی کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ جس سے سامع کو لذت تازہ حاصل ہوتی ہے اور خیم بصیرت  
کھل جاتی ہے۔ واقعہ کربلا بھی اصل میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عملی تعلیم ہے نہ حصول غلا  
کے لئے ناکام کوشش جیسا کہ نا فہموں نے سمجھ رکھا ہے۔ خداوند پاک نے امت محمدی کو خیر الامم کا لقب  
دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

کنتم خلائم امت اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وہم  
باللہ (ال عمران) تم ایک بہترین امت ہو جسے لوگوں کی خدمت و ہدایت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔  
تم انکی کا حکم کرتے ہو اور بدی سے باز رکھتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

تایخ ہلام کا با معان نظر مطالعہ کیجئے صاف نظر آتا ہے کہ حضرت امام حسین نے محیر العقول  
طریقہ سے خیر الامم کے لقب کی لاج ایسے وقت میں رکھ لی جب ”ادوالامہ“ کے غلط مفہوم نے خدا  
در رسول کی اطاعت سے انحراف کر کے دین سے بغاوت کا حکم کھلا اعلان و دشمن سے کمر دیا تھا  
اس بغاوت کے طاغوتی ایٹیم کرم آسمان امارت کے شہناپ قیچے خاک سیاہ کر دیا۔ حقیقی فتح  
صدقات اور نہایت کو نصیب ہوتی ہے۔ حیثیت زندہ رہی اور ہمیشہ زندہ رہیگی جب تک سچو حق  
نمازدں میں آل محمد پر درود بھیجا جائے گا۔ جب تک نقلین سے تسک جزا ایمان رہیگا اور جب تک قلب  
مومن میں درد ملت رہیگا حسینی کارنامہ کی رنج پر دریا دگار جذبہ عمل صالح پیدا کرنے کے لئے  
بار بار دہرائی جائیگی اور نفسیاتی اور فادری چلوؤں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اقصائے عالم میں منائی جائیگی

کر بلائے خوں نشان ایفائے پیمان الت فتح الیاد جہاں ہے تیرے ظاہر کی شکست  
ذکر سے تیرے رہ گیا تاقیامت حق بلند دیہاں میں تابید باطل رہے گا خوار و پست  
دوست۔ یا شاہ ادب آپ شاعر بن گئے اور جناب و اعظا بھی۔

میں نہیں بھائی میں نہ شاعر ہوں نہ واعظ نہ مولا نا میری حالت یہ ہے۔

میں نہ مکلا نہ فقیہ نہ کتہہ ور نے مرا از فرد در ویشی خبر

از تپ و تپام نصیب خود بگیری بعد از میں ناید چون مود فقیر

دوست۔ سبحان اللہ! یہ تو اقبال کے اشعار ہیں۔ واقعہ کو ملکہ کے متعلق کوئی عمدہ شعر ان کا نہ آئے۔

میں۔ سنئے۔ گذشتہ صدی میں جب مصر شیرہ طائیہ کے پیچھے آگیا۔ رند فرانس نے مراکش کی بچھوکی بچھادی  
اور آں خیور کا چراغ ہندوستان میں گل ہو گیا تب خود مختار نہ حکومت کے زوال پر مسلمان آئندہ ہانے  
لگے پھر جب عالمگیر جنگ کے بعد رہی سہی ترکی خلافت کا نام بھی مٹ گیا اور بلاد اسلامیہ میں دول  
یاد رہے گا کہ کون کون سے کس کس کے ہر دم سے یہ شعر کہا ہے۔

ریگ عراق منتظر۔ ارض حجاز تشنہ کام خون حسین بازوہ۔ کوفہ دست ام خویش را  
آہ اقبال اب غلہ نشین ہیں درہنہ اس دوسری عالمگیر جنگ کے ختم کے بعد جب ہر ملک فرزدان تو حید  
نئی اور پرانی دنیا کے تشلیشی شکستیں کس گئے ہیں وہ یوں کہتے سہ

دیں کہ بہتہ غریب بود غریب گشت باز خون حسین بازوہ دین غریب خویش را  
ہندوستان میں اب "بلڈ بنک" کھل گئے ہیں جہاں ہمدردی کے خوش میں لوگ پنا خون نذر  
کرتے ہیں۔ دین غریب کو جب سنی خون صالح کی ضرورت ہے تاکہ مسلمانوں میں عزم راسخ خلوص  
نیت۔ حمایت حق۔ اور اطاعت خالق کے جذبات عالیہ پیدا ہوں۔ یہ انقلاب کا زمانہ ہے جہود  
کارشمی جال کھلے ہے اور ہمارا دعوہ کھل چکا ہے۔ عدم تشدد کی پالیسی کی تلقین کے ساتھ

لے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ان (الدین) بدلا خیرا و مسیحا و الدین کما بدلا یعنی دین اسلام کا آغاز ایک حبیبی مسافر  
طرح ہوا ہے اور قریب جنگ کہ وہ مجروحی ہی حالت میں ہو جائے۔ عام طور سے اس حدیث کے یہ معنی لئے جاتے ہیں  
کہ قیامت کے قریب جب حال پیدا ہوگا تب دین غریب ہو جائے گا لیکن حدیث نبوی کے الفاظ مسیحا و الدین کا صحیح معنی یہ ہے  
شہادت ہر اگر جو کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ چار شور میں فنا و بسات تین دن پورہ رہا ہوتی دین غریب پھر تاحہ  
برس کے بعد جب شمع امامت میدان کو بلا میں گل کر دی گئی تو خراج و جال سے پہلے ہی قیامت آئی اور رسول صلعم  
کی پیشین گوئی سچی ثابت ہوئی۔ (دیکھو شہید حق جلد ۱)



”جے ہند“ کے غریب کانوں میں گونج رہی ہے اور ساری کے گوشے پیش نظر ہیں۔ اسی حالت میں حسنینت کی تعلیم ایسی آواز دی ہے جو خالق کی جان و دل سے اطاعت، مخلوق کی بے ریا خدمت اور فتنہ و شر سے نفرت پر مبنی ہے۔ یاد رکھئے واقعہ کو بڑا محض غم و الم کے اظہار کے لئے نہیں ہے۔ یہ طوفان حوادث اور ظلم و جور کے بے پناہ طغیانی میں امارا کوہ جودی ہے یہ سیاسیات کی دنیا کی پر شور و شر میں اہلای نظر یہ سیاست کی تبلیغ کا ایک بھی نہ فراموش ہونی والا متم بالشان کا زائر الہیت ہے جو طرح حضرت مسیح کی سچی تعلیم سنٹ پال کی بدولت تثلیث کے قالب میں ڈھل گئی اسی طرح یزیدی حکومت کا خونخوار بھیڑیا اہلای خلافت کے عیمنہ کی کھال اڑے سے جھٹے آئینہ منلوں کو گرگن شمشیر کا تاشہ دکھا رہا اگر حسین ذبیح عظیم کا سہارا درد و مگر ذورانی منظر ہمارے پیش نظر نہوتا۔

اور حیات جاودانی کے حصول کا طریقہ نہ سکھاتا۔ قطعہ  
بھٹکتا جام کوثر کا بے حق کے نقشہ کام آؤ      بھٹھا د شعلہ باطل کو تیج حق کے پانی سے  
جو حق کے لئے حق کی حمایت میں لڑو (۱)  
دوست۔ بیشک اس فتنہ آخر زماں میں جب ہر طرف سے حوادث کے طوفان اٹھ رہے ہیں واقعہ کو بڑا  
کی اسی یاد جو جذبہ عمل صالح پیدا کرتے مسلمانان عالم کے لئے سفینہ نجات ہے۔ فریقین کے  
خانہ ہمانہ اذلت جھگڑے جس سے اغیار فائدہ اٹھا کر بھوکے ہیں یہ ہیں اگر مرث سکے ہیں تو اس طرح  
کہ اسی سفینہ نجات میں پناہ بچاؤ۔

میں۔ اس میں کیا شک ہے بس دعا کیجئے کہ ہم سب کو داعتصموا، بحمل اللہ جمیعاً پر صدق دل  
اور خلوص نیت سے عمل کیونکی توفیق خدا کے کریم اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے  
طفیل میں عطا فرمائے۔

رسول کا زار و قطار رونما۔ بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ جب عثمان بن مظعون نے سوال کیا تو جینے  
دیکھا کہ مرسل نے انکی خوش ہو کر دیا اس طرح لوگوں سے آئینہ مسلسل ہر سچے تھے امینون لا تعدل باب العین مسئل  
و دشمنوں کی شکایت کسی نے حضرت ابوب سے پہچان لیا کہ آپ امتحان میں سب سے زیادہ سخت کوئی مصیبت تھی  
تو آپ نے فرمایا دشمنوں کی شکایت (روض الاخبار خلاصہ رجب الاول ۱۲۵۴) اذکر

حسین بن علی نے بھی شکایت اعداء پر صبر کیا اور سوال آپ پر دشمن جواب دیتے تھے کہ اے حسین جہار گمان  
ہے کہ بابائے مائے کثر ہیں (دعا کو دہی پانی پلائیے)

# دکنی شہادت نامے

عالمیناب مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی منشی فاضل چیدکا باد کے وہ مشہور ادیب ہیں جنہوں نے زبان کی خدمت میں واقعہ کرناک کے وہ خیر فانی خدمت انجام دی ہے جس کا دنیا کے تشیع کو فکر گذار دینا چاہیے۔ ہم ملاح کے معنوں میں کہ ہماری تحریک پر یہ مقامہ خصوصی عقیدت سے ابو اعوان کے لئے سپرد قلم کیا گیا۔ ابو اعوان

گیارہویں صدی ہجری کے آخر تک دکن میں اردو زبان دکنی سے موسوم تھی اسکے بعد یہاں اردو کا استعمال ہونے لگا۔ یہاں ہم بعض دکنی شہادت ناموں کا قیافہ کرتے ہیں امید کہ موجب کچھ ہو۔

دکن کی خود مختار سلطنتوں میں جو علم و فن کی ترقی میں ایک دوسرے پر سبقت لہجہ کرتی تھیں مجالس میلاد اور مجالس ہوا کا خاص منہ ستور تھا۔ مجالس ہوا میں اولاد و غنیمت کا شہی کے بند پر پڑے جاتے تھے مگر چونکہ دکنی زبان عام طور سے مزاج تھی اس سبب سے مرثیوں کا دکنی زبان میں لکھا جانا ناگزیر تھا چنانچہ ایک خاص گروہ مرثیہ گوؤں کا پیدا ہو گیا اور کثرت سے مرثیے لکھے گئے۔

گو گولڈرہ کی قطب شاہی اور بیجاپور کی عادل شاہی سلطنت جو نکلا مامیہ مذہب کی پیروی کرتی اسلئے یہاں شاہی عاشور خانے موجود تھے۔ قطب شاہی سلطنت میں ایام عاشورہ تک تمام قلمرو میں نوبت فقارہ موقوف رہتے گوشت اور پان کی دو کائیں بند ہوجاتیں۔ تمام مسلمان اور ہندو بلا تفریق مذہب یا قوم میں شریک ہوتے تھے۔ سلطان محمد اور عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ میں ہر شہر شاہی عاشور خانوں میں مرثیہ خواں اور ملاح شہر اور جمع ہوتے دکنی زبان میں ملائی اور مناقب پڑھے جاتے جبے ہم تعزیر داری ادا ہو جاتے تو حکومت کچھ اجنبی سب کی دعوت ہوتی مگر اس میں بے گوشت کچھ غذا نہیں ہوتی تھیں۔ گو گولڈرہ کی ہر گلی و کوچہ میں یہی ہوتا تھا۔ چھٹی تاریخ کو عاشور خانہ کے باہر کے علم اٹھا جاتے تھے ان کے ساتھ بھان اٹھ اٹھارہ ہاتھوں میں مشعل لئے ہوئے اور فاگرد ملاح مرثیہ خوان اور مرانی اشعار پڑھتے ہوئے ساتھ ہوتے۔

دسویں تاریخ کو خود سلطان سیاہ لباس میں برہنہ پا علبوں کے ساتھ ہوتا تھا۔ مرثیہ خواں آگے آگے مرغیہ پڑھتے جاتے۔ واقعات شہادت اور احوال گرفتاری حرم محترم بھی سناتے جاتے۔ اس طرح اس زمانہ میں کثرت سے مرغیہ اور شہادت نامے لکھے گئے تھے۔

ہمیں ہے کہ قدیم دکنی شہادت ناموں کا بہت کم ذخیرہ اب باقی رہا ہے اور جو موجود ہے وہ بھی عام دست رس سے باہر ہے دو ڈھائی سو سال کے طویل زمانہ کے جن شہادت ناموں سے ہم واقف ہیں انکی مختصر

صراحت بیان کی جاتی ہے۔

(۱) پہلا شہادت نامہ ”نوسر بار“ سے موسوم ہے جو مسئلہ م میں اشرف نے لکھا ہے اور احمد نگر میں تصنیف ہوا ہے۔

اس کے ایک ہزار آٹھ سو شعر ہیں۔ دکنی زبان میں یہ پہلا شہادت نامہ ہے کئی باب پر یہثنوی منقسم ہے۔ تیسرے باب سے واقعات شہادت شروع ہوتے ہیں۔ ابتدا اس سے ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل نے خبر دی کہ امام حسن اور امام حسین شہید ہو جائیں گے۔

اشرف کے متعلق ہمیں کوئی تفصیلی واقعات کا علم نہیں ہے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ دکن کے رہنے والے تھے شیخ ضیاء سے بیعت حاصل تھی شیخ ضیاء الدین قند بار دکن کے ایک مشہور بزرگ تھے ”نوسر بار“ ایک افسانہ کے طور پر منظم ہوا ہے۔

(۲) قطب شاہی حمد کا جو شہادت نامہ ہیکو ملا ہے وہ ”قصے حسینی“ سے موسوم ہے مسئلہ م میں اسکی تصنیف ہوئی ہے اسثنوی کا مصنف کوئی شاعر خواں مخلص ہے۔

خواں کے متعلق بھی ہمیں تفصیلی حالات کی خبر نہیں ہے۔ اسکیثنوی سے حالات معلوم ہوتے ہیں ان سے پایا جاتا ہے کہ وہ فقیر مش صوفی تھے۔ قادریہ طریقہ میں بیعت حاصل تھی۔ شاہی دربار سے کوئی تعلق نہیں تھا انکو اپنی شاعری کا دعویٰ نہیں ہے۔ ان کا بیان ہے کہ اس کتاب کو انھوں نے ایک بشارت کی بنا پر لکھا ہے۔

قصے حسینی میں اسی زمانہ کے رواج کے مطابق اول حمد نعت اول منقبت وغیرہ ہے اسکے بعد اصل نفس مضمون شروع ہوا ہے۔ شہادت کے واقعات کو ایک قصے کے طرز ہی میں نظم کیا ہے۔ حیرت میں صدق و کذب کو جگہ دیکھائی تھی ہر طرح ثنوی میں بھی صریح اور صلی حالات کے ساتھ ساتھ قطعاً واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں۔

اسثنوی کی ابتدا میں ہرگز صراحت سے ہوئی کہ ایک جبرئیل نے آنحضرت کو امام حسین کی شہادت سے مطلع کیا تھا۔ اسکے بعد آنحضرت کی شہادت خلفائے راشدین کی حکمرانی کے متعلق مختصر وضاحت کے بعد میر معادی کی حکومت

کا بیان ہے جس طرز میں بیان کیا گیا ہے کہ یزید میں ایک حسین و جمیل خاتون زینب نام تھی جو عبداللہ ابن ابی بکر کی بی بی تھی۔ یزید نے انکو دیکھ پا یا عشق کا تیر جگر کے پاؤں ہو گیا۔ آخر حکومت کے زور سے انکو طلاق دلائی گئی زینب نے بھائے یزید کے امام حسن سے عقد کر لیا۔ یزید نے اسی دشمنی کے باعث انکو دہر سے ہلاک کیا۔ اور امام حسین سے

جنگ کرنے کے لئے فوج روانہ کی۔ اس تفصیل کے بعد امام کی شہادت کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ شہادت کے بعد پھر یہ بیان کیا گیا ہے کہ محمد بن صفیہ نے ہمیں یہ مکرر یزید سے ملاقات کی اور اسکی قتل کیا اور محمد امام زین العابدین کو بادشاہ بنایا گیا۔

اس تفصیل سے واضح ہو سکتا ہے کہ قصبہ حسینی درہل قصیدی ہے جب میں اصل حالات کے ساتھ بہت کچھ غلط طور پر بھی لکھے گئے ہیں۔

(۳۱) تیسرا شہادت نامہ ”روضۃ الشہداء“ ہے سلسلہ میں یثربی مرتب ہوئی ہے مصنف میردلی فیاض دلی دیوار ہیں۔

دکن میں دلی مجلس کے دو شاعر قریب قریب پانچ سو برس پہلے ہیں۔ ایک تو دلی اورنگ آباد جن کا انتقال ۱۱۰۰ھ میں ہوا ہے۔ دوسرے میردلی دیوار سی جو علاقہ مدراس سے ملحق رکھتے ہیں ابتداء میں وہ سات گز کے صوبہ ار کے یہاں فوج میں ملازم تھے پھر سربموت کے فہرہ دار کے یہاں ملازمت اختیار کی آخر زمانہ میں اپنی جاگیر پر پٹ علاقہ مدراس میں مقیم ہو گئے تھے اور وہاں ہی انتقال ہوا۔ سنا متعال نامعلوم ہے۔ دلی دیوار کے اپنے عہد کے مشہور شاعر تھے ان کی کئی ایک شہادیں مشہور ہیں۔

روضۃ الشہداء درہل ملاحسن الکاشفی متوفی ۱۱۰۰ھ کی فارسی روضۃ الشہداء کا کوئی ترجمہ ہے۔

یثربی وہ مجلس میں ختم ہوتی ہے اسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔ پہلی مجلس میں آنحضرت صلعم کی وفات کا تذکرہ ہے دوسری میں فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کا بیان ہوا ہے۔ تیسری مجلس میں شہادت حضرت علی اکرم اللہ کا تذکرہ ہے۔ چوتھی مجلس شہادت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام ہے۔ پانچویں مجلس میں شہادت مسلم بن عقیل جعفی مجلس میں فرزندانہام کی شہادت ساتویں حضرت امام حسین کی رودادگی اور شہادت آٹھویں مجلس میں شہادت صحابہ اور اقربا حسین کا ذکر ہے۔ نویں مجلس میں شہادت امام حسین کا تذکرہ اور دسویں مجلس میں شہادت کے بعد واقعات پیش کرتی ہے۔

ایک عرصہ دراز تک لی اورنگ آباد کی ایک تصنیف وہ مجلس ہی خیال کی جاتی تھی مگر ہم نے یہ دلائل ثابت کر دیا ہے کہ دلی کی وہ مجلس درہل کی روضۃ الشہداء ہے۔

(۳۲) چوتھا شہادت نامہ ”دہ مجلس“ نام ہے اس کا مصنف عبداللہ بن حافظ علی مطلبی۔

یہ یثربی درہل صیف بن ظفر و بہاری کی فارسی نثر وہ مجلس کا دکنی ترجمہ ہے۔ فارسی دہ مجلس ۱۱۰۳ھ باب پیش ہے لیکن اس دکنی دہ مجلس میں ۱۱۰۳ باب ہیں پہلے سات باب میں حضرت آدم۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ سلیمان۔ عیسیٰ اور آنحضرت کا تذکرہ ہے۔ اسکے بعد حق اور پدر و ندان مبارک کی شہادت حضرت

علی کی فضیلت۔ فضیلت سلیمان وغیرہ کا تذکرہ ہے آخری باب میں شہادت امام حسین کا بیان ہے۔

اگرچہ دکنی دہ مجلس فارسی کا ترجمہ ہے لیکن اس کو دکنی ترجمہ نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔

(۵) پانچواں شہادت نامہ ”دوازدہ مجلس“ ہے اس کا مصنف عطا ہے یہ شہادت نامہ

سے ظاہر ہے بارہ مجلس یا بارہ باب میں مکی تفصیل حربی مل ہے۔

ذوات آنحضرت۔ ذوات فاطمہ زہرا۔ شہادت حضرت علی۔ حالات امام حسن۔ وفات مسلم بن عقیل۔ شہادت فرزند ان عقیل  
شہادت حجر۔ شہادت قاسم۔ شہادت عباس۔ شہادت علی اکبر۔ شہادت علی مصغر۔ شہادت امام حسین۔  
یہ کتاب نغمہ میں ہے لیکن ہر مجلس کے آخر میں ایک نوحہ یا رثیہ بھی درج کیا گیا ہے۔ جس سے کہ مصنف کے حالات  
کی ہمیں خبر نہیں ہے

(۶) دکن کا ایک مشہور شہادت نامہ روضۃ الاطہار ہے جو کتب خانہ میں تصنیف ہوا جو اسکے مصنف حمید آباد کے مشہور شاعر  
نادرش علی خاں شیدا ہیں۔ شیدا حضرت اکھنڈانی کے سرائے تھے عاشق و عاشقی ہی کے نظم ادشای جماعت مرثیہ خواں (اردو غبی  
تھے شیدا پر کتنا عجب مرثیوں سلاسل پر غزلوں کے علاوہ انکی ڈیوئیاں شہریں۔ ایک تو روضۃ الاطہار اور دوسری سجاد احمد جو آنحضرت کی سیرت پر مشتمل جو۔  
روضۃ الاطہار میں بھی آنحضرت سے لیکر امام حسن تک ہر امام مہموم کی شہادت کا تذکرہ ہوا ہے۔  
(۷) ریاض الجنان اسکے مصنف لاابا آغا گاہ ہیں۔ آغا گاہ کے مجدد عرب اکبر علی چوہدری کے والد محمد رفیع نے دیوبند قادیان  
وہاں ہی آغا گاہ کی پیدائش ہوئی وہ مدرسہ میں تلمذ میں انتقال ہوا۔ آغا گاہ اپنے زمانہ کے ایک جدید عالم اور زبردست شاعر تھے۔ آداب گزلی  
پڑھنے والے چار سو پندرہ صری غزلی تھے جس سے انکی عربی اور فارسی قابلیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

آغا گاہ کے تصنیفات عربی اور فارسی کے علاوہ اردو یادگشت میں بھی ہیں چنانچہ انکی تعداد (۱۶۷) ہے تمام کتابیں سیر  
نغمہ عقائد مناقب پیش ہیں اور سب کی سب متلوم ہیں جیکے اشعار کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ آغا گاہ نے ریاض الجنان  
میں مناقب ملیت اور واقعات شہادت امام حسین کا تذکرہ کیا ہے تلمذ میں اسکی تصنیف ہوئی ہے۔

(۸) تلمذ میں ایک شہادت نامہ منظوم وہ مجلس کے نام سے کھلیا جو میر عالم کے نام سے موسوم ہوا جو مصنف کے نام کی کوئی تحقیق نہیں کی  
بہت ممکن ہے خود میر عالم اسکے مصنف ہوں مگر تحقیق کیساکوئی خیال ظاہر نہیں کیا جاسکتا اسکا آخری شعر حربی مل ہے۔

یہ ہوئی میر عالم پہ عنایت شفا دنیا میں عقیل میں شفاعت

(۹) روضہ ہندی یا رثیۃ الشہداء ایک اور شہادت نامہ ہے کہ مصنف حکم ظفر کوئی شاعر کے متعلق نہیں ہے کہ جس کے معلومات  
میں نہیں ہیں تلمذ میں یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے کتاب منظوم ہے۔

(۱۰) بوستان شہادت نامہ ایک شہادت نامہ تلمذ کے قریب تصنیف ہوا ہے اسکے مصنف یحییٰ احمد بن سید درویش ہیں۔  
پیشوں میں شہادت کے حالات غزلیں لکھے گئے ہیں آخر میں مصنف کا ایک مرثیہ دربار آغا گاہ کی کتاب یاغی بنگان کا مختصر اقتباس  
بھی پیش کیا ہے۔ جہاں تک ہماری تحقیق ہے یہی دس شہادت ناموں کا پتہ چلا ہے جن میں صرف ایک سنی رثیۃ الشہداء  
مختلفہ ذیل دلیوری مہربانی سے شائع ہوا تھا مگر اب وہ ناپائیدار دوسرا کوئی شہادت نامہ طبع نہیں ہوا ہے۔

تلمذ کے بعد بیرون کتابیں نظم نغمہ میں شہادت کے متعلق کئی نظمیں شائع ہوئی ہیں انکا تذکرہ ہمارے عنوان کے خارج ہے۔

# سنے حضرت امام حسین کیا درس دیتے ہیں

از جناب اکبر نجم الدین احمد صاحب جمعی حنفی

محرم کا مہینہ آگیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب سردار جوانان بہشت ۷۲ آدمیوں کی ایک مختصر جماعت نے کرب میں اہل و عیال بھی شامل تھے، اطلاع رکھنا سخت کے لئے فوراً اسلام کو ظلمت کے گہیرے سے بچانے کے لئے۔ اسلام کے عز و وقار کو بڑھانے کے لئے اور اسلامی عظمت و شہرت کا سکھ بھانے کے لئے کربلا پہنچے اور اسلام پر نثار ہو کر حیات جاودانی حاصل کی۔

ہرگز نہ سیر و آگہ دلش زندہ شد نصرت  
نیت است بر جریدہ عالم دوام ما  
وہ میں جب ان کو ڈرایا گیا تو فرمایا

سامضی و بالموت عار علی الغنی  
اذا مارای حقاً وجاہد مسلماً  
میں اپنا ارادہ پورا کرو مگر اور مرد کے لئے موت دلچسپ  
جب حق اسکے میں نظر ہو اور وہ اسلام کو بگاڑ کر رہا ہے  
آج بھی اسلام خطرے میں ہے منافقین و معاندین کا ایک گروہ اسلام کی جمعیت کو کمر دکھانے کی فکر میں ہے  
وہ ایسے ماحول میں ہیں کہ بالکل وہی صورت پیدا ہوگئی ہے جو کہ قرآن پاک میں کہتا ہے اذا قتل الامم کلا  
تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انهم هم المفسدون و لکن لا یشرعون۔

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ مرث ہمیں تو اصلاح کرنی ہے۔ خبردار! بیشک یہ لوگ منافق ہیں لیکن ان کو شعور نہیں۔

و غن ترغیبات و ترہیبات سے ان کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں اور وہ یہ نہیں دیکھتے کہ جمعیت میں بیجوت  
ڈالنے کا دینی و دنیاوی نتیجہ کیا ہوگا رسول کریم کی یہ حدیثیں ٹھکرائی جا رہی ہیں۔

(۱) یا کفر و فساد خات البین فانھا فی الخالفہ الا انہ نے کوا بھی فساد پھیلانے سے بچاؤ اسلئے کہ  
وہ جمعیت کو برباد کر رہا ہے۔

(۲) المؤمنون کرجل واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ وان اشتکی کلہ و ان اشتکی کلہ  
تمام مومنین مثل جسم واحد کے ہیں کہ جب اسکی آنکھ درد کرتی ہے تو اس کا سارا بدن درد کرتا ہے۔ اسی طرح جب  
سردرد کرتا ہے تو سارا بدن بے چین ہو جاتا ہے۔

جو لوگ نا اتفاقی پیدا کرتے ہیں انکے لئے کہا گیا ہے۔

(۳) ملعون من ضار و مٹا و مکربہ دور ہے درگاہ آسمی درجست آسمی سے وہ شخص کہ ضرر پہنچائے کسی مسلمان کو (ظاہر میں) یا چال چلے

ہم ہندی ہیں مگر ہندو نہیں، ہماری تاریخ جدا، ہمارے روایات جدا، ہماری تہذیب جدا تمدن جدا اور ہمارا مذہب جدا، ہمارا مذہب وہ مذہب ہے جو ایسا انقلاب قلبی و ماعلیٰ اور ذہنی پیدا کرتا ہے جس سے اس میں کجی پیدا ہو جاتی ہے انہی چیزوں سے قوم کی ترتیب و تنظیم ہوتی ہے نہ کہ جغرافیائی حدود سے اسلئے ہم ایک جدا قوم ہیں اور ہند ایک علاحدہ قوم ہے۔ ایسے وقت میں ہمیں چاہئے کہ ہم حضرت امام حسینؑ کی زندگی کی طرف خود توجہ کریں اور دوسروں کو اس طرف توجہ دلائیں اور اپنی جمعیت کو محفوظ و مضبوط رکھنے کے لئے ادراک اسلام کے عز و قد کی خاطر صوبائی کونسل کے ایوانے انتخاب میں مسلم لیگ کے نمائندے کو ووٹ دیکر اپنے دشمنوں کو دکھادیں کہ مذہب کے سامنے کوئی تعزیت و تہذیب کام نہیں دے سکتی اور ہم سب اخوت اسلامی کے تاج ہو کر اپنی ایک جمعیت کے نمایندے بن کر اسلام کا بولی دو بالا کرینگے اور مسلمانوں کو دشمنوں کے نرے سے بچائینگے۔

یاد رکھئے کہ ان انتخابات کی بہت اتنی زیادہ ہے کہ اگر ہم سلامی آبادی چاہتے ہیں اور اگر ہماری خواہش ہے کہ ہر اسلامی کے حقوق کو توڑ دیں ادعا کیا کہ ناد مسلمان بنکر ہندوستان میں رہیں تو ہم کو اپنی جمعیت کا ساتھ دینا چاہیئے یہ ایسا وقت ہے کہ ہم کو کنا پڑ ملے وہ اب یا کبھی نہیں۔

ہمیں چاہئے کہ اپنا کلام امن و امان سے کریں اسلام ہمیں ہی سکھاتا ہے قائد اعظم ہی کی تائید فرماتے ہیں، مداخلت کی ضرورت ہو تو ہمیں یہ کہہ کر کرنا چاہئے۔ خور و ماہ بجھ اذ بہر شاگرد ام

**شہدائے کربلا کی سوانح عمریاں**  
جناب لسان الملة والدین زہد العلماء مولانا سید غلامدین صاحب قبلہ لکھنؤی کے محققانہ تالیفات میں چند کتابیں اشاک میں باقی رہ گئی ہیں  
سوانح عمری حضرت مسلم بن عقیل مع مصحح لڈاک علیہ السلام - سوانح عمری حضرت عون مع مصحح لڈاک علیہ السلام  
مستند حدیث

ردشن پہلو مع مصحح لڈاک علیہ السلام - المحاسن زیر طبع قیمت ہند

(نوٹ) سوانح عمری زیریں قین و عثمان بن علی و حبیب بن مظاہر و تاریخ ملی شہر ختم ہو گئیں بلکہ کچھ پانچ آنہ کے ٹکٹ آئے ہیں مکمل فرست کتب روانہ کی جائے گی۔  
انتہہ۔ مولوی سید ہادی سکریٹری جمعیت خدام عزاء مسجد حسین علیجاں چوک لکھنؤ یو۔ بی

# کربلائے نواب معتمد الدلہ لکھنؤ

از عالم پنجاب رقد حق حسین صاحب خفی یا بدو کینٹ لکھنؤ

یہ کبر بلا شاہ زمین غازی الدین حیدر کے وزیر عظیم نواب معتمد الدلہ سید محمد خاں عرف آغا میر نے حضرت گنج اور بنارس باغ کے درمیان محلہ زہڑی پر ۳۳ سالہ مطابقت ۱۵۸۷ء میں تعمیر کرائی تھی جس میں عیون نے حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روضہ واقع علاقہ کی تعمیر بنوائی تھی۔ روضہ کے چاروں گوشوں میں چار سنگدہ ہیں جنہیں چار کچرہ در زینے بنے ہوئے ہیں اور بالائی جانب تین گول قبے لکٹی ناند کی وضع کے بنے ہیں دو آگے کی طرٹ اور ایک آگے کی پشت پر۔

روضہ کے اندرونی جانب صحن ایک درجہ تھا جو اب تک بدستور قائم ہے روکارا در پشت کی جانب چھ چمکے مکے مکے مکے جوڑیاں ہیں اور تین تین دیسی ہی جوڑیاں نقلی دیواروں میں ہیں۔ کربلا کا بھانگاں اور چار دیواری معدوم ہو چکی ہے ایک مختصر سی مسجد بھی کربلا کے وسط میں تھی جو شکستہ حالت میں اب تک موجود ہے۔ کربلا کے متعلق بارہ بیگہ دس بسوہ آرائی تھی جس میں تقریبہ دفن ہوتے تھے۔ گڑبوں کے اوپر سینٹھا اور پتا در پیدا ہوتی تھی جس کا ٹھیکہ کبھی تین سو روپیہ کا اور کبھی چار سو روپیہ کا ہوتا تھا۔ کربلا کے روضہ میں ایک اسکالٹن مینس لاج ہے (Mansions of the Holy) جسکو حوام جادو گھر کے نام سے تعمیر کرتے ہیں۔

غازی الدین حیدر اپنے پدرتار نواب سعادت علی خاں کی رحلت پر بتایا جو لائی ۱۵۸۷ء میں آئے صوبہ اور معہ ہوئے۔ انکے نائب انکے منہ چڑھے درویشہ خادم سید محمد خاں عرف آغا میر ہوئے۔ پھر آٹھ اکتوبر ۱۵۸۹ء مطابقت ۱۸ دیکھ ۳۳ سالہ کو جب نواب غازی الدین حیدر خاں نے باشارہ گورنر جنرل جینی بادشاہت کا اعلان کر کے تخت سلطنت پر جلوس کیا اور تاج شاہی زیب سر کیا تو نائب کو وزیر عظیم معتمد کے آگے معتمد الدلہ مختار الملک سید محمد خاں بہادر صنیع جنگ خطاب عطا کیا اس وقت ۱۸ اکتوبر ۱۵۸۹ء تک جبکہ بادشاہ نے اس دار فانی سے کوچ کیا موصوف ہی منصب وزارت پر فائز ہے۔

بتاریخ ۱۱ اگست ۱۵۸۷ء شاہ غازی الدین حیدر نے ایک کمرہ درویشہ عزت رنڈنٹ اور دھار دھار کش صاحب (Mansions of the Holy) کہنی کو بیڑ قرض دوام دیا جو کا سود بھاب پانچ روپیہ فی صد سالانہ پانچ لاکھ روپیہ سالانہ اور ملنے آلتا لیس ہزار چھ سو چھیاسی روپیہ دس آنہ آٹھ پائی ماہوار عمو

Antikimono Treasures



اور طے پایا کہ حکیم محمد ابراہیم ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۷ اگست ۱۸۲۵ء سے منجھاد روڈ کوں کے گھیس ہزار روپیہ ماہوار بطور وقفہ ذاب معتقد الدولہ اورنگ کے اہل خانہ ان کو حسب تفصیل ذیل ملا کرینگے۔

ذاب معتقد الدولہ میں ہزار روپیہ ماہوار فواب میگم اٹھانہ ذاب معتقد الدولہ ۲ ہزار روپیہ ماہوار عالیہ میگم دختر فواب ایک ہزار روپیہ ماہوار۔ اٹھانہ آغا علی خان پیر اکبر ذاب ۲ ہزار روپیہ ماہوار جملہ گھیس ہزار روپیہ ماہوار

غازی الدین حیدر نے اس مکران قدر وقفہ ہی پر بس نہ کی بلکہ ہتھال سے قبل رزڈنٹ و دیگر اعلیٰ حکام محکمی کے بطور شاہد دستخط کر کے ایک معافی نامہ بھی آغا میر کے حق میں اس مضمون کا تحریر کر دیا کہ سلطنت کا ایک جہ بھی ان کے ذمہ واجب لا دانیس ہے اور تحریر ہذا سلسلے دیجاتی ہے کہ میرے بعد میرا وارث و جانشین انھیں عاجز و پریشان نہ کر سکے۔

مستور اللہ نے اپنی ذاتی مصلحتوں کے پیش نظر غازی الدین حیدر اور ان کے سپہ نصیر الدین حیدر کے درمیان بغض و عناد کی ایک فولادی دیوار حائل کر دی تھی۔ جب سے نصیر الدین حیدر کو سموت اینڈ ایل ٹھاننا پڑیں جنوری شاہ سے مخدوم ہو گئے اور بادشاہ کے ہتھال سے قبل تھنائیں برس تک قندوبند کی سھتیاں بھی بھیلے۔ اسی سبب سے ان کو فیضی تحوت نشین کی بابت بالکل الموسی اور ناامیدی ہو گئی تھی۔ مگر غازی الدین کی رحلت پر خداوندان الیست انڈیا کمپنی نے موصوت ہی کا حق وراثت تسلیم کیا اور انھیں کے سربراہ شاہی رکمد یا اورنگ سلطنت پر متمکن ہونے کے بعد دواہ تک موصوت خاموش بیٹھے۔ اور معتقد الدولہ سے عوفی لینے کے مضمونوں پر غور کرتے رہے اس درمیان میں آغا میر ان کے ظاہری و خائشی اخلاق و مراعات کے دام میں آکر بالکل غافل و بے خبر ہو گئے۔

غازی الدین حیدر کی رحلت تک تو معتقد الدولہ بموجب تحریر شاہ مرحوم مطالبہ سرکاری سے بالکل بری الذمہ ہو چکے تھے مگر دو دھینہ دس دن گزرنے کے بعد بادشاہ نے انھیں یہ الزام لگا کر کہ انھوں نے اپنے منصب جلیلہ سے کٹہر ناپائیدہ اٹھا لیا ہے لارڈ مارٹن گورنر جنرل سے خفیہ گفت و شنید کر کے بتایا کہ ۲۰ دسمبر ۱۸۲۵ء بذریعہ رزڈنٹ انھیں گرفتار کر دیا۔ صاحب رائے سورج نے انکی معزوری کی تاریخ بھی آج اس ٹھہر کا ۱۷۴۲ء پتہ چراترا

تاریخ ہیری سے اکتوبر ۱۸۵۷ء تک مسترد دلائی ہی حوالی واقع دولت پورہ متصل بازار راجہ میں زیر حراست ہے۔ انکے خارج البلد ہونے کا مسئلہ گورنمنٹ سے سول طے ہوا کہ نواب نے اہل و عیال و مال و اسباب حفاظت رزیدنٹ شہر لکھنؤ سے باہر کسی مقام پر عکداری سرکار انگلینڈ میں جا کر کر رہیں انکے خلاف جو مطالبہ تھا اس کا بھی فیصلہ اس طرح ہو گیا کہ بائیس لاکھ روپیہ بابت ضمانت تنخواہ وغیرہ خزانہ رزیدنسی میں جمع تھے اور کل املاک واقع لکھنؤ میں کھلائے نہ تھے جسکی تعمیری نواب ایک کروڑ روپیہ سے زائد صرف کیا تھا اس لاکھ کی محسوس کر کے مجموعی بیس لاکھ روپے سرکار شاہی کو ادا کر دیے اور اکتوبر ۱۸۵۷ء میں کانپور روانہ ہو گئے۔

قیصر التواریخ کے مصنف سید کمال الدین حیدر نے نواب کے نقد و جنس کا تخمینہ صرف دو کروڑ روپیہ کیا ہے مگر ہلٹن صاحب (Hulton) نے اپنی تصنیف لکھنؤ گائڈ (Lahore Guide) میں تحریر کیا ہے کہ نواب کا سامان آٹھ سو چھ کڑوں اور بے شمار دھنوں اور ہاتھیوں پر بارہ ہجرت کانپور گیا جسکی تخمینہ قیمت کچیس کروڑ روپیہ تھی۔

کانپور میں موصوف نے آخر میں محلہ گوالڈی میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں بقول ڈاکٹر اسپرائی (Dr. Spry) ، مئی ۱۸۵۷ء کو تپ صفادی سے اور بقول منشی رام سہائے منشا مصنف خیر خاں توابیخ در درگاہ سے انتقال کیا اور کانپور میں ہی بچلہ بکور دفن ہوئے۔

مستند احمد کی سیرت و دیگر حالات کے بارے میں مصنف آفتاب و موصوفہ اول میں تحریر کرتے ہیں :-  
مستند احمد اگرچہ سید زائے حقے مگر انکے بزرگان قریب میں کوئی شخص نام آد نہیں ملتا تھا اور یہ ہیات خود اگرچہ صاحب علم تھے مگر بڑے جالاک اور معاملہ فہم تھے مزاج میں سخاوت بے انتہا تھی۔ ایک ایک فقیہ و صاحب کو ایک ایک وقت میں لاکھوں روپے دے ڈالتا ان کا ایک دن کام تھا۔ یہ سخاوت حد اعتدال سے بہت بڑھ گئی تھی کچھ زردوں آدمیوں کے مکانات کھدو کے اور اپنے مکانات و باغات وسیع تیار کر لئے۔

نصیر الدین حیدر کے اجداد تاجزاع سلطنت یعنی آئیں برس تک بعد دولت حضرت محمد علی شاہ و علی شاہ اور احمد علی شاہ کرماتی نے یہی میں مراسم عروا پر تورا جوتے رہے۔ فردری ۱۸۵۶ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے سلطہ عالم کو سلطنت و حکومت سے محروم کر دیا۔ انکی کل املاک واقع لکھنؤ قبضہ کمپنی چلی گئی اسے کے ساتھ کر بلائے نہ رہی یہ بھی کمپنی کا قبضہ نہ رہا ہو گیا ۱۸۵۷ء میں جب غدر کے شعلے فرو ہو گئے اور کلکتہ و کنور شینشا، ہند قرار پائیں تو چند شاہی عازین شل اماں بارہا آئے تھے۔ کر بلائے نصیر الدین حیدر جو نزل قرار دیدی گئی تھیں ناگذا رہ گئیں۔ ۱۶ اگست ۱۸۵۷ء کو حکم دیا کہ کچھ لکھنؤ کر بلائے نہ رہیں بھی و انڈیا ہو گئی اور صحت الدولہ حکیم مرزا ہمدی ۱۹ ستمبر و جنرل سکن جیمز براؤن و خورہ سلطہ عالم کی سپردگی میں دیدی گئی بعد صحت الدولہ نے بحیثیت مختار

دیسفر شاہ اودھ عمارات و اگزار شدہ کے لئے شکریہ ادا کیا۔ اور یہ مزید استدعا کی کہ درگاہ حضرت عباس و مقبرہ  
ابجد علیشاہ کو بھی واکگذار فرمایا جائے۔ انکی درخواست بتایا ۱۹ اکتوبر ۱۳۵۹ء بٹ صاحب (کنوینٹنل) صاحب  
اسسٹنٹ کمشنر لکھنؤ کو موصول ہوئی جبکہ داروغہ نزل کو حکم ہوا کہ کربلائے فیصلہ دین حیدرہ مقبرہ جناب عالیہ (دار جناب  
سادت علیاں واقع گولا گنج) مقبرہ جناب سادات علی خاں وغیرہ نیکر ملائی نہ ہو واکگذار شدہ کے متعلق رپورٹ داخل کریں  
کہ ان عمارات کے بانی کون کون بزرگ تھے نیز یہ کہ ہر ایک میں آراضی کتنی ہے اور آمدنی کتنی ہوتی ہے۔  
پچانچہ ۲۹ اکتوبر ۱۳۵۹ء کو داروغہ نزل منشی کرامت حسین نے اپنی رپورٹ بایں مضمون پیش کی کہ کربلا  
نہ ہوئی کو جناب محمد الدولہ غایبر نے ۳۳۳۳ء میں یا اسکے ایک سال بعد بعد دولت خاں زوی الذیہ حیدر تعمیر کرایا تھا  
جسکو ۴۲۴۲ برس کا عرصہ گذرا اس میں آراضی تھینا ۱۱ بیگہ دس سوہ از ستم چور ہے جس میں سیٹھا پتا و  
ہیدا ہوتی ہے وسط میں ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے مشرہ محرم میں کل رقبہ میں تیزی و حق ہوتے ہیں انھیں  
گڑھوں کے اوپر سیٹھا پتا در پیدا ہوتی ہے جس کا ٹھیکہ کسی سال چار سو روپیہ کا دیا جاتا ہے اور کسی سال تین سو  
روپیہ کا دیا جاتا ہے اس سال اس کا ٹھیکہ تین سو ستر روپیہ پر مکن خاں کے نام ہوا ہے۔ عند فیصلہ دین حیدر میں  
۳۳۳۳ء یا ۳۳۳۳ء میں محمد الدولہ دقتیدہ ہوئے اور انکی جملہ ملاک ملکیت باقی داری منہط سرکار ہو گئی یہ کہ بلا بھی  
ملک شاہ اودھ پو گئی اسوقت سے اسکی حرمت سرکار شاہی کی طرف سے ہوتی رہی اور آمدنی ملازمین وغیرہ پر  
صرف ہوتی تھی۔

رپورٹ مذکورہ بالا پیش ہونے پر جب حکم حکام اعلیٰ کر ملائی نہ ہوئی ۱۶ اپریل ۱۳۵۹ء کو پھر نزل سرکار ہو گئی  
ہیں یہ تو نہ معلوم ہو رہا کہ اس میں فری من لاجب اور کن شرانہ کے ساتھ قائم ہوا مگر ہیں امر کا بخوبی علم ہے  
کہ لکھنؤ کے عزا دار طبقہ کو اس روضہ کا جادوگر کی شکل میں بتا دیں ہو جائے۔ بعد نشانہ ہوا و اسکی دائناری کا تہ دل  
سے ممتنی ہے۔

## طالع

اگر آپ کو خدا نکرہ محرم نمبر پہنچے اور اس سے تلف ہو جائے تو یہ محرم تک جو اطلاعات  
دفتر میں موصول ہوئے تھے ان میں پیر و کو کو بارہ و اکر سکینگ قارئین کرام نوکر ہیں

# حسینؑ کے قدموں میں عقیدت کے پھول

از جناب حکیم شرف الدین صاحب شریعت احمد آبادی

اے مسلمانوں کے رہبر اے شہ کرب و بلا      کمر دیا باطل کا تو نے حشر تک کا فیصلہ  
تیری جرات تیرا ایمان تیرا اندازِ کرم      آج تک پیشانی اسلام پر ہے یہ رسم  
یہ تری شان اقامت یہ ترا ذوقِ سجود      تیغ کے سایہ میں بھی پڑھتا رہا ہرم درود  
تیری قربانی نے بچا ہے شریعت کو دوام      رد رہا ہے اب تیری خاطر زرمین و شام  
دین کی تقدیر تو قرآن کی تفسیر تو      حریت کے رسم کی ہنسستی ہوئی تصویر تو  
کفر تھا تیرے ارادے میں دغا سو لوٹنا      تو نے سیکھا ہی نہیں ذکرِ کفر قضا سے لوٹنا  
تو نے فرعون کی حکومت سے لیا بڑھکر خراج      چھین کر قدموں سے ردِ کفر کسرا کے تاج  
اللہ اللہ وہ ترا غربت میں اندازِ سکوت      غیرتِ پیغمبری کا تو نے بتلایا ثبوت  
قلبِ باطل میں ابھی ہے تیرا خنجر کی لکک      کفر کی رگ رگ سے خوں ٹپکے گا آخر حشر تک

حیدری قوت تیرے درختے میں یگانہ خلیل

تو ذکر رکھدی ہے تو نے ظلم کی محکمِ تفصیل

ظاہر داری ابو ہریرہ حضرت امام حسینؑ کی فطرت سے خاک جھاڑتے تھے امام حسینؑ نے فرمایا کہ میرے ساتھ ایسا نہ کرو ابو ہریرہ نے عرض کیا کہ مجھے جو روئے بچے خدا کی قسم جو میں سمجھتا ہوں وہ عام لوگ بھی سمجھیں تو آپ کو اپنے کانٹوں پر اٹھائیں (نور العین فی مشہد الحنین از قاضی صبیحۃ اللہ بن محمد قوث محمدت ۱۸۲۷ بکفازہ آصفیہ) مگر انھوں نے کہ ابو ہریرہ واقعہ کربلا میں شریک نہ تھے۔  
ادوٹر

## رباعی

از بیخ افکار عمرہ شہر اجناسید ہوا جن صاحب شد یہ غیر وہا نشین ملک الشہر اجناسید ہوا  
حیدر نے عجیب حق سے رتبہ پایا | بے وجہ انھیں وجہ نہیں فرمایا  
مشکل میں نہ کس طرح پکائے ہر ایک | جب بہر بنی ناد علیا آیا

## مطلع

|  |   |
|--|---|
| مکرم حق سے جو گئی جربند بغیر کی آنکھ     | پھر گئی آل بنی سے آہ عالم بھر کی آنکھ   |
| نا صراحت کی شرب بھر پک چھپائی نہیں       | اشتیان مرگ میں ہر آنکھ تھی بھری آنکھ    |
| آنکھیں تو سیکڑی ہیں ہاں مگر وہ آنکھیں    | جسکی عینک شگنی ہو عقل کے بھر کی آنکھ    |
| پکھڑیا تھا لہذا تھ زخمی پاؤں کی زخیر نے  | ملقہ حلقہ بنگیا تھا عابد مضطر کی آنکھ   |
| دیکھا یوں زخیر نے آنکھوں میں آنکھیں ڈاکر | تیر تو مارا پہنچی ہو گئی خود سر کی آنکھ |
| روئے آنکھیں بہ نور پاک منقطع             | ابو ابروئے محمد آنکھ پیغمبر کی آنکھ     |
| ماں کے تبدیل ہونے سے بدل جانا چلن        | اور ہو جاتی ہے زربا تو ہی ر کی آنکھ     |
| حق تو یہ ہے حق کے چارو سے سر کرتے نہیں   | سچے ہر رو کے قدم عارف کا دل بھر کی آنکھ |
| کی بنی نے تھکھ ہرا کی شادی اس طرح        | اب کبھی نہی نہوگی صاحب ختر کی آنکھ      |
| صبر عائد نہ تھا پاک پھر سلایا بعد شاہ    | ورنہ گویا کھل چکی تھی فتنہ محشر کی آنکھ |

کون پہنچے گا گہرا منضامیں کو شدید  
ہاں کر گئی قدر اگر تو صاحب ہر کی آنکھ

# کیا ائمہ اہلبیتؑ حسینؑ کی مجلس میں شریک نہیں ہوتے؟

از نقاب سید نجم الحسن صاحب کرائی مبلغ مدرسہ الوداعین کھنؤ تھم پٹارہ

خدا آباد رکھے جان شانانِ محبت کو فنا ہو کر حیاتِ خضر کی بنیاد ڈالی ہے

ہمارا قومی عقیدہ ہے کہ ائمہ اہلبیتؑ انبیاء و مرسلین اور شہداء و صالحین وغیرہ مجلسِ حسینؑ میں آتے ہیں، شریک ہوتے، غم کرتے، روتے اور اثر لیتے ہیں، احادیث کی دنیا میں مشہور ہے کہ حضرت سید سہاونے ایک مجلس میں شرکت کی جب انکو خبر پڑ گیا، آپ اس مقام پر جا کھڑے ہوئے جہاں لوگ جیتاں اتارتے تھے کسی نے کہا سولہ، صد میں آئے آپ کہاں تشریف فرما ہیں، ارشاد ہوا مجلسِ حسینؑ میں میری ہی جگہ ہے۔ سنو میں اکیلا نہیں ہوں یہ محمد مصطفیٰؐ یہ علیؑ یہ عقیلؑ یہ فاطمہؑ یہ زہراؑ یہ حسنؑ یہ حسینؑ وغیرہ موجود ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حضرات تشریف لاتے ہیں اور شرکت فرماتے ہیں اور یہ بھی مشہور ہے کہ مجلسِ حسینؑ میں حضرت فاطمہؑ ہر خصوصیت سے تشریف لاتی اور درویشوں کی آنکھوں سے آنسو پھینکتی ہیں۔

علامہ دربندی لکھتے ہیں کہ ائمہ اہلبیتؑ اور انبیاء کرامؑ تو درکنار پاک بیبیاں مثلاً حضرت زینبؑ حضرت ام کلثومؑ وغیرہا بھی تشریف لاتی اور غم حسینؑ میں شرکت فرماتی ہیں۔ یہ صوف کے عیون انعامیہ ہیں۔

”ایمان حاضر میثوند رجماس ذکر مصائب آل اللہ تعالیٰ و عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم با ابدان شالیہ و احادیث و اقوال برزخ الخمر (جہاں الايمان منک)

یہ لوگ حاضر ہوتے ہیں اپنے منانی جسموں اور برزخی قابیوں کے ساتھ۔ ذکر مصائب اہلبیتؑ میں۔

اس عبارت سے یہ بھی پتہ چلا کہ صرف مجلسِ علم حسینؑ ہی میں نہیں بلکہ ائمہ اہلبیتؑ میں سے جس کی بھی مجلس منعقد کی جاتی ہے اس میں ان پاک عورتوں کی شرکت ہوا کرتی ہے۔

اعتراف اس عقیدے پر بعض کتبِ احادیث ویر سے ناواقف ہرادرانِ اہلسنت اعتراض کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ باوجود کہ ائمہ اہلبیتؑ انبیاء کے جسم باقی ہیں نہ روح کا ان سے تعلق ہے، نہ قبروں سے نکلنے کی نہیں صلاحیت رکھتی، پھر بھی شیعہ ہی کے قائل ہیں کہ وہ مجلسوں میں شرکت کرتے ہیں، اس مہل عقیدہ کا کیا ٹھکانا ہے۔

یہ اعتراض تین امور پر متفرع ہے، اول یہ کہ انبیاء و ائمہ کے اجسام قبروں میں جائیکے بعد باقی نہیں رہتے، دوسرے روح کا ان سے تعلق نہیں رہتا تیسرے ان کی قبروں سے نکلنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی تو وہ مجلسوں میں کیسے آتے ہیں؟

**الجواب۔** اعراض کے چلے جہود کا جواب یہ ہے کہ یہ تو مسلمات سے ہے کہ انبیاء کے اہرام قبروں میں ہمیشہ ہمیشہ ایک ہی حالت پر باقی رہیں گے، اس میں شبہ پیدا کرنا افسوسناک ہے، شاید ایسے اعراض کرنیوالوں کو کتابوں کے مطالعہ کی دولت نصیب نہیں ہے، دوسرے کے متعلق یہ عرض ہے کہ بہر اعراض سے بھی مسلمات کا انکار نکلتا ہے۔

اتذکرہ کے بارے میں بھی یہی عرض ہے، اب مفصل جواب ملاحظہ ہو۔

**اعراض کا پہلا جواب۔** معروضات خواجہ حسن نظامی اپنے میلاد نامہ کے ص ۱۷ طبع دہلی ۱۳۳۷ھ میں فرماتے ہیں:-

”وجہ ہمارا دین اسلام بگا، پورا، اور خدا کی سب نعمتوں کا خزانہ ہے ویسے ہی اس دین کے کٹنے والے، پیغمبر بھی بچے ہوئے کامل، اور پیغمبر و کار کی نعمتوں سے بھرپور ہوا اور ان کو ہم مسلمانوں کے ساتھ جو انکی امت میں بُری محبت ہے اگرچہ وہ خدا کے بھی رسولِ حیم کی زندگی میں زمین پر موجود نہیں مگر انکی روحانی زندگی اب بھی اس دنیا میں موجود ہے اور ہماری حالتوں کی خبر خدا کی دی ہوئی قوت سے انکو ہوتا ہے الخ“

اس سے معلوم ہوا کہ انکی زندگی اب بھی دنیا میں موجود ہے اور وہ حالات سے باخبر رہتے ہیں۔

**اعراض کا دوسرا جواب۔** جواب طے فیہ فی صحت نہ تھی، مگر جو اثبات میں تفصیل بھی موجود ہے۔ ایڈیٹر الفقیہ، مولوی شمس الدین صاحب ایڈیٹر المحدث کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”مگر صاحب ہی نہ سمجھنا کہ انبیاء کو اہرام نقیضات ظاہری ہی میں اہرام، تصرف فرماتے ہیں بلکہ عالم ظاہری سے پردہ فرمانے کے بعد بھی دیا ہی تصرف فرماتے ہیں، دیکھئے احادیثِ حرم کی فتاویٰ حدیثیہ کے مسئلہ پر فرماتے ہیں۔

سائنس دان نبیاء احياء ردت اليهم ارواحهم بعد ما قبضوا واذن لهم في الخروج من قبورهم و لتصرفوا في الملكوت العلوي والسفلي۔ (ترجمہ) انبیاءِ عظیم السلام زندہ نہیں اور انکو اپنی قبروں سے نکلتے اور ملکوتِ علوی و سفلی میں تصرف کرنے کا اذن دیا گیا ہے الخ، (انصار الفقیہ، ص ۱۳۷، ص ۱۷۱، ص ۱۷۲) اس جواب میں، انبیاءِ کرام نے بعد از تدفین، قبض روح کے بعد انکی جھونپڑ میں پھر روح کا داخل کیا جانا، انکی لئے قبروں سے نکلنے کی اجازت کا ہونا، ملکوتِ علوی و سفلی میں ان کا تصرف فرمانا اور ذرّین کی طرح وضع ہے۔ جب اہرام انبیاء کے لئے یہ سب باتیں تھیں تو حضرت محمد مصطفیٰؐ دران کے اہلیت کے لئے بدرجہ اولیٰ ماننا پڑیگا۔

اس لئے کہ یہ حضرات نور سے ہیں اور فضیلت میں انبیاء سے بلند ہیں۔

**اعراض کا تیسرا جواب۔** مولوی غلام قادر صاحب سنی سیالوی پیر دیوان اسلام کی دسویں کتاب، ”طبع لاہور ۱۹۷۳ء کے مسئلہ پر یہ ثابت کرتے ہوئے کہ نبی کریمؐ علیہ السلام تحمل میلاد میں شرکت فرماتے ہیں لکھتے ہیں کہ:-

”جلال الدین سیوطی نے سالانہ اجتماع الانبیاء مطبوعہ حالی کے صفحہ پر لکھا ہے کہ امت کے احوال کو دیکھنا اکل کلمہ کے لئے استغفار کرنا اور ان کے جہالت و دروغوں کی دعا اللہ تعالیٰ سے مانگنا اور برکت کے ساتھ انتظار زمین پر آمد و رفت کرنا اور اگر کوئی نیک بندہ اسٹیج حوالے آ سکے جانے میں تشریف لانا حضرت علیؑ اللہ علیہ وسلم کے بعض اشغال شریف میں سے ہے عالم بزم میں، چنانچہ اس میں اور حدیث و سنن آئے ہیں، تو اگر آپ بھل میلا دیں تشریف اور تو کیا عجیب؟“

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پیغمبر اسلامؐ کا مرنے کے بعد مولود شریف میں تشریف لانا ممکن ہے تو میں کتابوں کو جب تک پکا مولود شریف میں شریک ہونا ہو سکتا ہے تو مجلس حسینؑ میں شرکت بدرجہ اولیٰ ممکن ہو سکتی ہے یعنی اگر آپؐ مولود میں شرکت فرماتے ہیں تو مجلس غم میں بھی شرکت فرمانا تسلیم کرنا پڑیگا اور جب تک کسی حرکت سلم ہوگی تو اسے اہلبیتؑ، انبیاء کو ام کی شرکت بھی مانتی پڑے گی۔

خلاصہ یہ کہ اہلسنت نے جب اسے تسلیم کر لیا کہ انبیاء قبور میں زندہ رہتے اور اس سے منکر لائق جاتے رہتے ہیں، اور فقرات بھی کیا کرتے ہیں، ہزاروں میں شریک ہوتے اور مولود شریف میں شامل ہوا کرتے ہیں تو یہ بھی ماننا ناگزیر ہے کہ یہ حضرات مجلس حسینؑ میں بھی شرکت کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ اپنے غیر جارہ نہیں کہ اہل اہلبیت علیہم السلام بھی انھیں تمام امور کے مالک ہیں اور ان کی شرکت بھی کم از کم مجالس و مجالس و مجالس میں غلبہ میں ضرور ہوتی ہے اسلئے کہ یہ حضرات آنحضرتؐ کے علاوہ تمام انبیاء سے تفصیل میں زیادہ ہیں جیسا کہ اہلبیتؑ نے مانا اور تسلیم کیا ہے جسے مسلمانوں کو لے کر غیر جارہ نہیں، (نور الانوار ص ۲۱۹)

## ترجمہ سان کا ائمہ

مرکز اتحاد اسلام لکھنؤ کے آرگن اخبار ترجمان کا ائمہ نمبر بڑی آب تاب سے چلنے کا غز کے صفحات پر مشتمل ہوا۔ ماہ صفر ۱۳۶۶ء سے قبل شائع ہو جاوے گا۔ جمعیۃ ائمہ اثنی عشر علیہم السلام کی سوانح حیات پر مشہور اہل قلم کی نظمیں اور نئے نظیر مضامین ہونگے۔ اس قابل دید نمبر کیلئے خریداری اور اشتہارات کے لئے اور جلد روانہ کیجئے ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔ پرچہ نمبر ۱ ہزار سے زیادہ شائع کیا جا رہا ہے۔ قیمت علاوہ محصول علم

نیچر بندہ روزہ اخبار ترجمان و کٹوریا سٹریٹ لکھنؤ



## کیا رونا جائز ہے؟

انجناب شمیم حیدر صاحب نے نویں ریٹائرڈ ویٹی کلکٹر جنرل یو پی

ماہ محرم آتا بھی نہیں جو اشتہار بازی شروع بھیجانی ہے کہ یہ بدعت ہے اور یہ ناجائز وہ حرام ہے اور اس سے اجتناب چاہیے مشہورین کے اسمائے گرامی پر نظر ڈالئے تو ناموں سے زیادہ انقباط طیل صورت کو کوئی دیکھتا ہے تصویر ضرور ہو چکا ہے کہ شرع محمدی کی یہ عینیکہ دار۔ علم کے پشائے نہیں بلکہ پھاڑا اٹھائے پھرتے ہیں۔ جواب میں کہ پیچہ لڑن سلف کے رونے کا ذکر ہو گیا تو فوراً رد حاضر کہ حضرت یہ انبیاء آپ کی طرح سے نہیں روئے بلکہ آنسوؤں سے روئے تھے اور ہر کوئی انکا شیوہ تھا۔

ان حضرات سے کوئی یہ تو یہ کہ جو صوبہ آپ دنیا میں تشریف لائے تھے تو کیا آنسوؤں سے ہی روئے تھے کیا آپ کی ماں جان نے اس خاموشی کو آپ کی بیماری کا پیش خیمہ تو قرار نہیں دیا تھا۔ بندہ خواہ اگر اس وقت آپ کا رونا صحت آنسوؤں سے ہی جوتا تو ماں جان کا دودھ بھی آپ کی خاموشی احتیاج پر بردہ وقت نصیب نہ جوتا اسلام نظری مذہب کا ہر کوئی ہول ایسا نہیں جو قنطری کے خلاف ہو۔ یہ کہاں کی قنطری ہے کہ چٹ لگے اور آہ نہ بیکھے جب صلی آنسو آئے گا تو آہ بھی ساتھ ہوگی اور جب اسکا مار بند ہوگا تو بے رحمی ہوگی۔ اپسرا بند ہی لگانا قنطری انسانی پر ظلم کرنا ہے۔

رونے کا فلسفہ اگر تاریخی نظر سے دیکھا جائے تو قوموں میں انقلاب عظیم پیدا کرتا رہا ہے زندہ قوموں نے اپنے اپنے قربان مجتہدین کو خدا سے صرف ایک ہی میسر ہی کم رکھا ہے دد کیوں جائیں۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں کی بحری لڑائی ٹریفیالگر بھی ذرا نظر ڈال لیں اسپر دوغوں قوموں کی موت وحیات کا انحصار تھا انگریزوں کے ایئر سرجنل ڈنیلسن کو کاری زخم آیا۔ بہادر جرنیل کی آخری سانس تھی کوئی اسپر در رہا تو کوئی قیم کی آنکھوں میں مصیبت پر۔ مرثیہ الایمان دیکھا کہ پانسہ پلٹ رہا ہے اپنے آخری الفاظ:۔

"England expects every man to do his duty"

انگلستان ہر ایک آدمی سے یہ امید رکھتا ہے کہ وہ اپنا فرض ادا کرے

یہ الفاظ ہزاروں قینچوں سے زیادہ تھے۔ سردار کی لاش چھوڑ کر سب اپنے فرائض پر جا پڑے اور ان الفاظ کو یاد کر کر کے ایسا عملی ردنا رو یا کہ آئی ہوئی موت کو دشمن بے ہی پلٹا دیا۔ نیلسن ہماجمہ لندن کے ٹریفیالگر اسکوائر میں کھڑا ہے اور نہایت آن بان سے اپنے کارنامے کی سلامی قوم سے لیتا رہتا ہے۔

اسی قسم کی ملائی نیل میں۔ ایک فرانسیسی سپورٹ بچہ۔ کیسا بینکا (Casademeta) جہاز پر باپ کے ساتھ تھا۔ تو یہی درخ رہی تھیں جہاز پر غریب تھا۔ باپ نے حکم دیا کہ بیٹا میرے آگے تک اس ڈیوٹی پر نہ۔ باپ مانگ لیا۔ آگ کے شعلے بچے کے پاس پہنچے گئے ہر ایک نے کہا کہ اس جگہ کو چھوڑنے سے محروم باپ کے انتظار اور ڈیوٹی کے سرخ جام میں ہی شعلوں کی نذر ہو گیا اس کی نظریں اور ڈیوٹی تک زندہ تو میں اپنے لڑچکی میں محسوس رکھے ہوئے ہیں۔ خود بڑھتی ہیں اور بچوں کو بھی پڑھاتی ہیں۔ اسکا ذکر بچوں کی اجداد سے شروع ہوتا ہے اور وہ بھی بچے اسکا سبق لیکر دینا پچھلے ہوئے ہیں۔

۱۔ دنیا کے سنوارنے والے پیغمبر کے نواسے حسین! ہم مشغول ہیں کہ کپڑا کی قربانی کی جو قدر ہونی چاہیے تھی وہ ہم نااہلوں سے آج تک نہ ہو سکی آپ کی قربانی سے غیرتوں نے سن حاصل کیا مگر ہم ہی کوئے کے کوئے۔

۲۔ اسلام سے آفتابا مسلمان تو کتنے ہی طاری یاد دلا دلا رکھتے ہیں محض غریبوں کو سر پہ ہاتھ مار کر محبت کے طعنے دالوں سے غصہ موز کبھی فلاح کو نہیں پہنچ سکتا۔ فلاح ہمیں ہے کہ لوگ تیری اور تیرے علی کی دل سے قہر میں توان میں نہاد اور مشہور ہو۔ انسان تجھیں روئیں اور تو انکو۔ انسان کو تیری تلواروں کے واروں نے قابو میں نہیں کیا بلکہ ان آہوں نے توڑ دیا ہے جو کربا سے اٹھ کر جاہ و مال کا عالم پہنچا لگیں۔

تیری تقریر اور تحریر محض ہوا کے جھپٹے تھے جو اپنے ماحول میں اٹھے اور فنا ہو گئے تو اس قربانی کو دو چار سے مشابہہ تو دس میں اور کھڑے ہو جائینگے کہ سن کے ذرائع مرہٹوں سے تو پوچھ کہ جنہوں نے تیری چول سے چول ملا دی، مگر کربا دلوں کے ہاتھ عزادار ہیں، ان سکھوں کو تو پوچھ جنہوں نے سر منہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی مگر حسین کی اولاد (سید بڑے شاہ) کی اولاد کو سر پہ اٹھاتے ہیں۔ آخر میں ان باغیہاں اقوام پر نظر ڈال جو خدا کو نہیں جانتے مگر حسین کو روتے ہیں۔

حسین کی قربانی صرف میرے یا تیرے لئے نہیں بلکہ فوج انسان کے لئے تھی۔ یزیدی حکومت کی انسان کشی اور اخلاق سوز پالیسی کے حکمان اگر احتجاج نہ تو اتنا اسکا مذہب بجاتا جو معلوم نہیں کیا گیا فساد پیدا کرتا۔ یزید اپنی من مانی کا پتہ لٹوں کی آزادی کے لئے ایران کی حکومت دیر رہا تھا۔ مگر یہ دل دینکے واسطے کربا نہیں گیا تھا اس میں درو تھا خدا کا خون تھا۔ ایران کی حکومت کیسے قبول ہو تو یزید تو صداقت میں فساد پھیلانے کے لئے بھی بھی رہ جاتا۔ بہتر نزار جوفوں کا یہ پیشکش صرف اس فقرے سے ٹھکرا دیا جالہ ہے کہ یزید اپنی شیطانی حکومت سے دستبردار ہو جائے۔

کیا تاریخ اس بینال جرات کی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے حسین مظلوم اس پیشکش میں بالکل آزاد تھے وہ دنیا کے ان قربانی نے دلوں کی حیثیت میں نہ تھے جو مایوسیوں میں گھر کر حالت بچا کرگی میں اپنے مشن پر

قربان ہوتے ہے ایران کی حکومت یزید کی سلطنت سے بدرجہا دشمن تھی مگر ٹھکانہ کی گئی۔ بظاہر یزید کی فتح  
جوں افسانہ کی شہادت۔ اولاد میں صرف ایک کا چل چکی نسل سے آج دنیا کا کوئی خطہ خالی نہیں۔ یزید کی  
نسل اول تو دنیا بھر ہی کھائی گئی اب بھی اگر کوئی جرأت کرے تو اپنا خشر دیکھ لے۔  
یعنی جدید لہجہ کا شکل پسند از کھر بلا سنگ در چین ہے اور چین کا اُنات

## حسینیت اور دنیاوی مذاہب

انجناب دیاس دیو صاحب بھرا

فی زمانہ مذاہب کو انسانی زندگی کا ایک بے سار کن بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے جس سے بے جا امن  
بیدار ہو نیکے نفس امن کا اندیشہ نہ رہتا جا رہا ہے بعضوں کا خیال ہے کہ جتنا مذہبیں رسوم میں کمی کہلے اتنا ہی بہتر  
ہے کہ اس طرح گشت و خون سے کافی حد تک نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر بعضوں کا یہ خیال ہے کہ  
اُن کا مذہب خواہ مخواہ خطرے میں ہے اور اُن کا دلی مقصد یہ ہے کہ چاہے کچھ بگیاہوں کا خون بھی بہا دیا جائے  
مگر اُن کے مذہب پر آنچ نہ آنے پائے لیکن کافی جدوجہد کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ صداقت مندرجہ بالا  
دونوں مقاصد سے کہیں دور ہے۔

جہاں تک عمیق مطالعہ کیا جائے ہر مذہب قدم قدم پر صلح اور امن و امان کا پیغام دیتا ہے اور انسانیت  
کا سبق سکھاتا ہے۔ مذہب کا مدعا محض خدا کی یاد۔ نماز و روزہ اور دان و دکھشنا پر ہی ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ  
ہر مذہب انسانیت کا سبق دیتا ہے۔ رہنے سہنے پہلے پھرنے، کھانے پینے، لکھنے پڑھنے کا بہترین طریقہ سکھاتا  
ہے۔ آج کل کا یہ دستور ہے کہ اگر ایک انسان محض نماز کا پابند ہو جائے یا مندر جائے کا عادی ہو جائے تو مکمل جہان  
ہے کہ یہ شخص بہت مذہبی ہے اور بڑا ہی خداؤں سے ہے۔ مگر جب ہم اُسکے دیگر اعمال پر نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے  
ہیں کہ وہ شرب بھی پیتا ہے۔ کھڑا ہو کر میٹیاں بھی کرتا ہے۔ کلب میں بھی جاتا ہے۔ سینما بھی دیکھتا ہے۔  
اور اس کے باوجود دنیا کی نگاہ انتخاب اسے مذہبی شخص کہتی ہے اور اگر ایسے شخص کا احاطہ دوستی ذرا سیدھا سادہ  
ہو تو یہ پیشوا تک بن جاتا ہے اور اسی طریقہ سے بہت سے مختلف خیال رہنما بن جاتے ہیں اور مذہبی کشش کا بازار  
گرم ہو جاتا ہے اور ان رسم و رسوم کے ہاتھوں یقیناً مذہب اور جان دونوں خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔  
اور میرا تو خیال ہے کہ

کارِ طفلان تمام خواہر شد

گر ہمیں سچی رہیں ملا

مگر مذہب کی تعریف کیا ہے؟ مذہب کا مقصد کیا ہے؟ اگر آپ کو مکمل طور پر سمجھنا چاہتے ہیں تو دنیا کے تمام مذاہب کو سمجھ لو۔ بڑی بڑی مذہبی کتابوں کو طاق پر رکھ دیجیے۔ اور امام حسین کی زندگی پر نظر ڈالئے۔ دیکھو کہ انھوں نے چین سے نیکر اندر خروم تک کیا کیا لافانی سبق دیے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ حسین نے اسلام پر احسان کر دیا اور سراج حسین کے اہلی مرتبے پر پردہ ڈالتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ حسین نے نہ صرف اسلام بلکہ دنیا پر دینی فوج انسان پر وہ احسان عظیم کیا ہے کہ جو تا قیامت کوئی نہ کر سکے گا۔

میں اکثر جلوس دیکھنے جاتا ہوں اور وہاں مقرروں کو کہتے سنتا ہوں "حسین کی ذات محتاج تعارف نہیں" مجھے فوس کے ساتھ کھنا پڑتا ہے کہ حسین کی ذات ابھی یقیناً محتاج تعارف ہے۔ دوسرے مذاہب نے فرقوں کو چھوڑ دیا ابھی اسلام میں بے شمار لوگ ایسے ہیں جو حسین کی ذات با برکات سے واقف نہیں۔ مگر تصوف پر قویہ باہمی فساد و بغض و عناد کبھی کے ختم ہو گئے ہوتے اور بچائے عام مسلمان ہونیکے ترشٹن حسین پر کیا کر سکتے دیکھتا ہوں کہ چوسٹ کر ملا میں حسین نے دیا اسپر مل کر نیوالے بہت کم ہیں۔

اگر ایک ہندو یا عیسائی اسکے خلاف کرتا ہے تو فکروے کی جانیں کیونکہ ابھی تک حسین کی آوا داس کے کان تک نہیں پہنچی ہے۔ مگر جب کوئی مسلمان ایسی حرکت کرتا ہے جو حسین مشن کے خلاف ہو تو یقیناً بے انتہا شرم کی بات ہے حسین نے صلح کا پیغام دیا۔ امن و امان کا سبق پڑھایا اور اگر حسین کا مقصد صلح پسندی نہ ہوتا تو وہ ساتھی لیکر یزید کی فوج سے جنگ نہ کرتے۔ بلکہ ایک بادشاہی خان سے ایک لشکر بیکراں لیکر میدان جنگ میں آتے۔ مگر وہ یہاں تک خواہاں امن تھے کہ یزید سے کدیا تھا کہ اگر تو مجھے امام نہیں ماننا۔ اور مجھے راہ حق نہیں سمجھتا تو مجھے یہاں سے کسی اور ملک میں چلا جانے لے تاکہ مخلوق خدا گشت و خون سے بچ سکے۔

کیوں نہ ہو یہ وہی حسین تھے جسکے باپ اپنے فاقہ پر احسان کیا اور شدت تشنگی میں دودھ کا پیالہ اُسے عطا کیا اور کوئی بدلہ نہ لیا۔ اور رسول نے خود باوجودیکہ سردار انبیاء تھے وہ کام کئے جس سے امن و امان قائم ہو میں نے ایک کتاب میں پڑھا کہ ایک مرتبہ رسول چلے جاتے تھے اور کچھ کفار منکر اسلام اُن پر تجھرائے تھے۔ کچھ دیر کلونچ انداز کے بعد ان کافروں نے رسول کو بچھڑا دیا اور معلوم کرنا چاہا کہ یہی اسلام کہاں جا رہا ہے۔ بعد میں بڑی دیر کے انھوں نے دیکھا کہ وہ ایک جھاڑی کے سائے میں مصلیٰ جھپکڑیٹھکیا اور کہتا تھا "خدا خدا یے لوگ مجھے جلتے نہیں سہی ذات کو بچا نہیں توان پر عذاب مرت نازل کیجیے" رسول کے اس فعل پر یہ کفار بہت نادم ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔

کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ میرے مسلمان بھائی رسول کے اس عمل کی پیروی کر رہے ہیں؟ کیا وہ علی کے اس احسان کو بھول گئے؟ جو انھوں نے مرتے دم اپنے فاقہ پر کیا۔ کیا وہ حسین کی قربانیوں کو بھول گئے؟ کیا انھیں علی اگر کی خون میں غلطیہ جانی نہیں یاد رہی؟ کیا اب بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ بار بار رکھا جائے؟

کہ حسین کی بھی زینبِ نساہت کو بلند کرنے کے لئے ایسے ہوئیں اور در بدر پھرائی گئیں؟ ضرورت ہے اور یہی اس کی بہت ضرورت ہے۔ کیونکہ ابھی تک دنیا کو کیا مسلمان ہی ابھی طرح نہیں سمجھے کہ حسین کی ذات بابرکات کیا تھی۔ اگر سمجھتے تو دنیا کے تمام بھگروں سے در نظر آتے اور ان کے دل میں یہ حسین دروہو تاجو تہم اقوام کو ایک عام فطرت پر اکٹھا کر دیتا۔

اے مسلمانوں! ہندوؤں اور دنیا کے دوسرے مذاہب کے ادا و جد و کدہ کو دل سے نکال کر حسین کی زندگی پر نظر کرو۔ خود جیسی بنو اندر دنیا کو حسینی بنا کر مذہبِ ملت کے بھگروں کو ہمیشہ کے لئے متادو۔ اور تمام عالم میں امن و امان پیدا کرو۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے تم شمشاد ہی کو بے یاد کر سکتے ہو اور صداقت کا بول بالا کر سکتے ہو۔ اس طرح تمہاری زندگی بھی قابلِ قدر ہوگی اور تمہاری موت بھی شہادتِ حسین کی طرح دنیا کو امن و امان کا پیغام دے گی اور امر ہو جائے گی بقولِ پندت گو بی ناقہ صاحبِ من گھنوی سہ

دنیا کو وہ بڑے ہو کرے جاتا ہے      گویا شہادت کا پٹے جاتا ہے  
گل ہو کے بھی روٹی بے جاتا ہے      اے امن چراغِ خاندانِ نبوی

## سلام

از جناب سید وزیر حسن صاحبِ مایہی غفار وزیر منزل فانی پور

کسی پہ کر ملا کے بن میں راحتیں گزر گئیں      کسی کے سر پہ رات دن مصیبتیں گزر گئیں  
کسی پہ تشنگی کی ساری حالتیں گزر گئیں      کسی پہ تشنگی کی ساری حالتیں گزر گئیں  
مگر وہ حلق و تیغ کی ضیافتیں گزر گئیں      مگر وہ حلق و تیغ کی ضیافتیں گزر گئیں  
وہ اکل پاکِ مصطفیٰ پہ آفتیں گزر گئیں      وہ اکل پاکِ مصطفیٰ پہ آفتیں گزر گئیں  
وہ منجھے گزر گئے۔ شجاعتیں گزر گئیں      وہ منجھے گزر گئے۔ شجاعتیں گزر گئیں  
وہ ساری ساری رات کی عبادتیں گزر گئیں      وہ ساری ساری رات کی عبادتیں گزر گئیں  
وہ با وفا عبادوں کی نصرتیں گزر گئیں      وہ با وفا عبادوں کی نصرتیں گزر گئیں  
وہ حوصلے گزر گئے وہ طاقتیں گزر گئیں      وہ حوصلے گزر گئے وہ طاقتیں گزر گئیں  
وہ مہم لقا گزر گئے، وہ جبرائیل گزر گئیں      وہ مہم لقا گزر گئے، وہ جبرائیل گزر گئیں  
ند عورتیں گزر گئیں وہ ہمتیں گزر گئیں      ند عورتیں گزر گئیں وہ ہمتیں گزر گئیں  
مگر وہ جبر و جور کی حکومتیں گزر گئیں      مگر وہ جبر و جور کی حکومتیں گزر گئیں

کسی پہ کر ملا کے بن میں راحتیں گزر گئیں      کسی کے پاس آب سے بھرا ہوا فرات تھا  
فسانہ غم و الم تو میہماں کا رہ گیا      فسانہ غم و الم تو میہماں کا رہ گیا  
کوئی نہ جھکو کہہ سکے کوئی نہ جنگو سن سکے      کوئی نہ جھکو کہہ سکے کوئی نہ جنگو سن سکے  
مجاہدین کر بلا میں اک سے بڑھ کے ایک تھا      مجاہدین کر بلا میں اک سے بڑھ کے ایک تھا  
گزر گئیں وہ سارے دن کی پیاس میں لڑائیاں      گزر گئیں وہ سارے دن کی پیاس میں لڑائیاں  
وفا بہ جان دیکھیں وفا شناس ہستیاں      وفا بہ جان دیکھیں وفا شناس ہستیاں  
وہ انتہائے تشنگی میں دیو لے ہما د کے      وہ انتہائے تشنگی میں دیو لے ہما د کے  
جو کمسنی میں لڑ گئے سپاہِ شام و دردم سے      جو کمسنی میں لڑ گئے سپاہِ شام و دردم سے  
اجل کے منہ میں دیکھیں جو نہیں ڈانچے لال کو      اجل کے منہ میں دیکھیں جو نہیں ڈانچے لال کو  
شہیدِ ظلم جان دیکھے اے وزیرِ جی اے      شہیدِ ظلم جان دیکھے اے وزیرِ جی اے

# شہادۂ غیبی

از عالمیغاب مرزا فدا علی صاحب خیر کفندی

مکہ بلا کا ایک ایک ذرہ فریادی ہے کہ اس کے پاک صاف دامن کو آں رسول کے مقدس لبہ سے رنگ لے گیا۔ یہ ظلم و حاتمے والے کوئی غیر نہ تھے بلکہ وہی جہان فراموش، عین کش اور ناحق شناس یوگ تھے جو رما تہات کے مقابلے میں صفت بے یوکر سلام دشمنی کی تاسیر کو ششیں صہن کر دینے کے بعد کفر با کا دہر امان کا عاقبت بخش دامن نواز پر وہ ٹال کر محض اتنے عرصہ کے واسطے بظاہر مطیع و متقاد ہو گئے تھے کہ جیتک حالات ان کے کمزور بازوؤں کو طاقتور بنا کے باقیوں پر باری حیثیت سے حاوی و غالب نہ کر دیں۔

بالکل ایسا ہی وقوع پذیر بھی ہوا۔ رسول اللہ کی آنکھ بند ہوتے ہی انواع و اقسام کی چال بازیوں اور فطرتوں سے مجازی و مینوں کو ہمارے کلمے پر باطنی حکومت قائم کی گئی۔ جن کی صدا بلند کر نیوے حاجی البدل ہوئے۔ ایمان والوں کو عضو مطیع کی طرح گوشہ گیر کر دیا گیا۔ اور ابو سفیان کی آں کو سلامی دنیا کا حاکم بنا دیا گیا۔

ان حکمرانوں نے جن جن کرامات و اہل و اقارب کو قید و قفس کرنا شروع کیا۔ بدرواح کے غازیوں کو ہر ممکن طریقہ سے شکنجہ میں کسا۔ یہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے خزانوں کے منہ کھول دیے اور ایسے درندہ صفت لوگ مہیا کر لئے جو صائم و قائم، حافظ و قاری ہونے کے باوجود نہ یہ ایسے فاسق و فاجر کی امامت و خلافت کا اقرار کرتے ہوئے ماضی و محرم اللہ سے ملنے کے دن کر بلا میں رسول زادوں کو قتل کرنے کے لئے جھگڑتے ہوئے گئے۔ مظالم! اور ایسے مظالم کئے جو صبح ازل سے شام اب تک کسی نبی یا مہی پر گزرنے نہ گزرے گئے،

وہ بلا خیز دن کیونکر نکلتا؟ اس سوال کا جواب غلاموں کا ہودہ گیا۔ کہ بلا کی لرزتی ہوئی زمین دنگی اور فرات کا نیریز ہلچلتا ہوا پانی دیر گیا۔ یا پھر کوفہ و شام کے منافقوں کی کلکتی ہوئی کمانیں، سنسناتے ہوئے تیز چلتی ہوئی تلواریں اور جھکے ہوئے نیرے دینگے جو صحرانے کے بے گناہ خون میں آلودہ ہو کر خود پاک ہوئے کہ بلا کی ریگ کو خاک شغابا یا لیکن خانہ اسلام اور قلب رسول کو تار یک کر دیا۔

اس یادگار دن میں اصحاب انصاریا و عزیز و قاریب صبیحہ عظیمہ انظر خدا کا ربوں کا مظاہرہ کیا دینا اس کا جواب پیش کرنے سے قاصر ہے تین شبانہ روز کی بھوک پیاس میں حسینی لشکر کا ایک ایک خیمہ کھڑا ہوا ہزاروں جوانوں پر کچھ تنہا شہزادے کھڑے ہوئے شہید ہو گیا۔ ہاشمی دلبر پرہیز جرات پر کلہا ٹکرا کر مارنے میں مصروف رہے۔ رگوں سے جتنا زیادہ خون نکلتا گیا ان کے منور چہروں کی ضیاء اتنی پذیر ہوئی گئی جو ان تو پھر جوان ہی تھے بچوں نے وہ نمایاں

کام انجام دیا جو صبر و رضا کی تاریخ میں ہمیشہ درخشاں اور تاباں رہیں گے۔ حجہ عیدہ کی جان علی صبر کا حلقہ بہترین پہلو کا تیرکھ کر سونے کے پیرے مسکونا دانے کے قلوب کبھی فراموش نہیں ہو سکتا۔ عبد اللہ بن حسن کا نفع نفع ہاتھ کو ڈھال بنا کر ظالم کی تیار روکنے کی سعی کرنا جان و فدا و مواسات کا وہ غیر خالی واقعہ ہے جو اب الابد تک شہاوتوں کی انگشت بدندان کرتا رہے گا۔

ان بجا دریاں نثاروں کے مقابلے میں عذرات عصمت و طہارت کی صبر کو شیل کچھ حیرتناک نہیں جو مدینہ سے روانہ ہونے کے بعد سے منزل بمنزل مضبوط و محکم، تسلیم و رضا کی محیر العقول نائش کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کرتی گئیں کہیں زمانہ کی ناسازگاری پر صبر کیا، کبھی حج کو عمرہ سے بد لکر مدینہ باقصا کا مظاہرہ فرمایا، کسی منزل پر انصار کی کنارہ کشی گوارہ کی، کسی مقام پر مسلم کی شہنائی کی تہلی چڑھیں، علی انصاف کی بلا کی زمین پر تو صبر و شکر کا خاتمہ ہی کر دیا۔ دوسری سے نویں محرم تک یہی بسی روح فرسا سختیاں برداشت کیں جہاں انسانی طاقت تو ایک طرف ملکوتی قوتیں بھی سرخس ہونے لگیں۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اپنے سر کے بال کھو کر تادریس کی بانگاہ میں ظالموں کے لئے بدعا کرتیں۔ زہرہ کی جائیاں عقیم کی غفلت مانہ فریادیں ظلم و جور کا تختہ الٹ دیتیں۔ طاغوتی طاقتیں اور فرعون کی کبر و نخوت کا پتہ بھی نہ ملتا لیکن اکتیہ مشیت پر رضا مند رہنے والی خاتونوں نے شکر کے سوانحیات نہیں کی۔ حشر آخر پہ صبح سے عصر تک یکے بعد دیگرے تمام نامرد و دستوں کی صف بکھائی عویروں کا نام کیا، اور انسانی نفرت کے مطابق دل کا مو پانی بنانے کے انکھوں سے بہا یا لیکن یہ واقعہ ہے۔ اور حیرتناک واقعہ ہے کہ کسی بوڑھی جان یا کمسن بی بی نے غم نصیب گمراہ امت کے حق میں بددعا نہیں کی جو ستم بھی کیا گیا کمال صبر و سکون سے گوارا کر لیا حتیٰ کہ عصر کے وقت شمع امامت گل چوٹی، سیاہ آندھیاں چلنے لگیں زمین لرزے لگی اور زلزلانی قہر و غضب نازوں سے ہونے لگا گان چسدا ہو گیا۔

زینب کبریٰ علی اکبر کی صفت پر مبنی تھیں۔ ان کے گرد حضرت سیدہ کی غم نصیب ہودیں تھیں۔ بیٹوں کے غم و رداوت کی ٹکڑے انکی معصوم عیروں کی جھپوں کی طرح کھٹلا دیتا تھا۔ آنکھوں میں آنسوؤں کے پدار موئی جھکات چڑھتے رنساہوں سے روکنے والے من تک مروارید کی لڑیاں سی۔ اہم ہوتی تھیں۔ ہر بی بی تازہ غم میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کچھ ہی عذر و عذرتی چڑتی جیسے قدرت نے غم درد و غم بنا دیا ہو، انھوں میں سکر سکرانے والا تھا کبھی کبھی کوئی چوٹیا بچہ لڑائی کی شہادت سے متایاب ہو کر "اعطش! اعطش" کا شور مچانے لگتا تھا۔

زینب اہل محراب سے جدا سے تڑپ جاتی تھیں۔ ردا کے دامن سے نناک آنکھیں پونچھتی ہوئی بچے کے پاس تسخیر لجاتی تھیں اور نہایت شفقت و محبت سے چمکا کر انکی ناشی و نشن فرماتے ہوئے کہتی تھیں "میری جان! صبر کرو۔ عنقریب خدا تمہاری پیاس و فح کر خیر والا ہے۔" بچہ خشک لبوں پر یہی زبان پھیر کر خاموش ہو جاتا تھا اور وہ مہربان





اور دنیا کا نہ سرا پرہ عصمت میں داخل ہو گئے۔

بے دارنِ حق و حق پرست کیا کو سکتی تھیں؟ اُنکی فریاد و فغان را نگاہاں گئی۔ نیریدی سنگدلوں نے بکیوں کو بُری طرح بونا شروع کیا۔ پورے پوستانِ عالم کے سروں سے چادریں اُترتے لگیں، جن ہاتھوں سے خلق کی حاجت روائی ہوا کرتی تھی، غارتگروں نے اُن ہاتھوں سے زیورِ آمارِ ناجاری کر دیا۔ بچوں کے کانوں سے گوشے اس طرح توڑے کہ لوہے پھٹ پھٹ کے خون بہنے لگا۔ کچھ بے دینوں نے گھر داری کا سامان وٹ لیا، گرتی تباہ ہو گئی، اور ہزاروں کے ترکاتِ بد پر لڑے قابض ہو گئے۔

لاکھوں روپیاہوں کو چند خیمے وٹنے میں زیادہ حصہ صرف نہیں ہوا۔ گھڑی ساعت کا کیا ذکر ہے کچھ لمحوں میں علی و تیول کی سیٹیاں اور بیویں سرسبز مہنہ ہو گئیں۔ سید سجاد کا بسترہ ادنیٰ ٹھہرا جھولا چھی گیا۔ بیار و علیل امام شریعت کی حالت میں فرشی خاک پر بے پوش پڑے رہ گئے۔ شمر بن ذی الجوشن تو دنیا کو خدا کی حجت سے خالی ہی کوڑنے پر تلا ہوا تھا، اسکی خویشی کاں طوارقِ کارِ شہ قطع کرنے کو بلند ہو چکی تھی لیکن چاہنے والی بھونے نے بڑی دلیری سے اپنا سر پھینک دیا۔ بے رحم کو مذموم ارادے سے بازار کھنے کی کوشش کی۔ خود اسکے اکثر ساتھیوں نے بھی مرغن کو بے ہوشی کی حالت میں قتل کر دینے کی مخالفت کی اور یوں امام عصر کی جان محفوظ رہی۔

نئی ہوئی شہزادیاں، ننھے ننھے بچوں کو کیچے چٹائے ایک خیمے میں جمع ہو گئیں۔ انکے سر پہ مہنہ تھے۔ اور جسم پر زیور کی قسم سے ایک تار بھی باقی نہ تھا۔ معصوم دل سینے میں دھک رہے تھے۔ سنگدلوں کے خون نے گریہ و زاری کی سکت بھی سلب کر لی تھی۔ خیموں کے تین طرف گہری خندق تھی۔ خندق میں آگ و دشمن تھی۔ اگرچہ جھلکتے ہوئے شعلے تمام روز دھوپ اندر بویں سارا اندر صرف کر چکے تھے بعد دب گئے تھے لیکن لال لال انگارے اب بھی دھک رہے تھے۔ صرف سامنے کاٹھے کھلا تھا۔ اور صوفیوں اور شامیوں کے دل ہا دل بوٹ کھسبٹ میں مصروف تھے اور ان بکیوں کو دشمنوں سے گھرے ہوئے خیموں میں پناہ لینے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

جہنک چھپنے کا امکان باقی رہا عصمت آسنا تو نہیں چڑوں پر بال بکھرائے تا عمر نظروں سے بھتی رہیں مگر غارتگروں نے بوٹ سے فانی ہو کر مظلوموں کو خیموں سے نکلنے کا حکم دیا۔ نبی زادوں سے اس ظالمانہ حکم کی تعمیل نہ ہو سکی، انہوں نے رحم و کرم کی انتہاؤں کے ساتھ سامنے آنے سے عذر کیا۔ مگر پذیرانہ ہوا اور انہیں عام لٹکا ہوں کے سامنے لانے کی یہ اوجھی تدبیر کی گئی کہ چند شعلہ فیر شیشوں نے خندق سے طبعی ہوئی لٹکڑیاں نکال نکال کر خیموں کو آگ دینا شروع کی۔

اٹاٹاٹا میں لال لال فعل بلند ہو گئے۔ رسول زادوں کے واسطے یہ دوسری قیامت تھی جو اشیا کے ہاتھوں نازل ہوئی لیکن شریف دیچا پور رہبروں کے صبر و استقلال میں فرق نہ آیا۔ زینب خاتون نے اس حوصلہ فرما ہنگام میں سب کو ڈھارس دی اور عادلانہ نظم کے ساتھ لکچے ہوئے شملوں سے دودھ پوئی گئیں۔ جب ایک خیرہ خاکستر ہو چکا تو میوں کی جمعیت کو لیکر دوسرے خیر میں پناہ گزین ہو جاتیں اور ظالم اُسے بھی جلا کر خاک سیاہ کر دیتا۔

یکے بعد دیگرے تمام خیرے جلا کر راکھ کا دمیر ہو گئے۔ صحن آخری خیرہ باقی رہ گیا جس میں عابدہ بیارہ بخار کی شدت سے بیہوش پڑے تھے۔ بہتر و غار بھر چلے ہی بوٹ لینگے تھے اب میں کے سوا جسم کے بچے فرش باقی نہ تھا۔ باش برض کی نرا دواقی نے ہم گم کرنے والے مصائب سے بے خبر کر دیا تھا۔

تباہ حال شہزادیاں مضطرب سرایمہ غصے گھیر کر بیٹھ گئیں۔ یہ امید تو ہمیشہ نہیں سکتی تھی کہ جفا کا مظالم سے ہاتھ کھینچے ہوئے صحن ایک خیرہ الم غمیدوں کے پناہ لینے کو چھوڑ دینگے البتہ بیخیال فرد تھا کہ جب تک پرے کا امکان باقی رہے تاخروں میں کھلے سر نہ بکھلے سے گریز کرتے رہینگے۔

میوں کا اندر لیتے غلط نہ تھا، ہنوز نہیں خیر میں داخل ہوئے دیر نہ ہوئی تھی کہ قنات سے شعلہ بلند ہونے لگو۔ دھوپ سے تپتے خیر کو جلتے کیا نہ لگتی ہے؟ ہلکے تھپکتے آگ نے زور پکڑ لیا۔ مظلوم سیدائیوں کو اب چارہ نہ تھا۔ وہ دُری سہمی ہوئی ثانی ذہیرہ کا منہ تاک ہی تھیں۔ گویا خاموش زبان سے دریافت کرنا چاہتی تھیں کہ ”اب کیا حکم ہے؟“

زینب نے واقعات کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے سید سجاد کا شانہ بالا گرفتار سے ہوشیار کیا۔ جب انھوں نے بھرکتے ہوئے شملوں کے درمیان نینت دنا تو ان آنکھیں کھولیں تو چاہنے والی چھو بھی نے فرمایا ”جینا ہو خیار جو! غارتگوں نے ہیں بوٹ کر خیریں اب آگ لگا دی ہے، ان کا مطلب ہے کہ بنی نادیاں بے پردہ ہو جائیں اور ان کے سر و لبہ کسی چیز کا سایہ باقی نہ رہے۔ اب تک ہلکن عمر میں جلنے سے بچے رہے۔ جھٹاکے بعد تم امام زماں ہو کہو تو خیر کے ساتھ جل نہیں کرنا کہہ سہجائیں یا پھر برہنہ سر و بچہ عام میں نکل پڑیں؟“

”چھو بھی! مشیت اُتھی سے کوئی چارہ نہیں ہے“ سید سجاد نے کمزور دانے سے جواب دیا ”مجبب تمام دلی دواؤں شہید ہو گئے، قالوں نے بیٹھے کاٹھکا کا جلا ڈالا تو باہر نکلنے کے سوا چارہ ہی کیا ہے؟“

چند بیبیوں نے بغلوں میں ہاتھ دیکر الم کو دکھایا، بچوں کی انگلیاں پکڑیں اور ”واغمداء ودا علیہ ودا حسنا ودا حسنا“ کے دلدوز نغمے لگاتی ہوئی سیمکا روں کے چیم میں نکل آئیں۔

رنگین تان کے بچہ سمندر پر گیا رہیں مات کا چاند چمکے ہاتھ۔ سنسان صحرائی ٹھنڈی فضا میں سیمیں کر دیں میں نہا نہا کر نکھر چکی تھیں اور نگاہ کی دھست تک نورس نور پھیلا تھا تاہم دنیا ویران اور سو گوار محسوس ہوتی تھی اور ایسا

ہی ہونا بھی چاہیے تھا۔ منافقین نے رسول کرم کی حرمت نظر انداز کرتے ہوئے قرآنِ مطلق کو پارہ پارہ کر ڈالا تھا۔ رزم گاہ میں اسکی چھوٹی بڑی سورتیں بھری بڑی قہیں صبح کا مس آں عبا کے دھو سے کائنات کا ذرہ ذرہ سکڑا دکھائی دیتا تھا مگر باطل پرستوں نے چار گھنٹی دن ہے سے ایمان کی ضیاء بخش شمع گل کر کے دنیا میں نہ ہیرا کر دیا تھا۔ اب جس چیز پر آنکھ پڑتی تھی یہ حسین کے غم میں دل نگارہ داشتک یز معلوم ہوتی تھی۔

یزیدی سپاہ میں تو اسوقت عیش و عشرت کا دور دورہ تھا۔ ہر سپاہی بکاسخو ہمسور و مطمئن تھا، زندہ دل، منصب بھگوت حاصل ہونکی امیدوں نے تھکان کا نام و نشان تک باقی نہ رکھا تھا، لیکن وہ بکین و کیکسا سید انبال جکا بھرا بھرا گھر تباہ ہو چکا تھا، کھلے میدان میں حلقہ باندھے تھیں قہیں انکی آنکھوں نے نسوؤں کی بھرنی لگا دی تھی مگر اس خون سے آواز نہ نکال سکتی تھیں کہ مبادا شمر تازیانہ لیکر آجائے، ان کے سر کھلے تھے اور پرے کو کوئی چیز پاس نہ تھی پھر بھی غیو بیسیوں نے سر کے بائیں کو ہس طرح بکھرا لیا تھا کہ چہرے سے کمر تک کچھ نہ بچ رہا ہو گیا تھا، ان کے درمیان ریاک کے بستر پر سید شجاد آرام فرما تھے۔ حالت یہ تھی کہ کبھی گھر اگر غرض سے آنکھیں کھول دیتے تھے اور کبھی بیہوش ہو جاتے تھے۔

منجانی کی خدمت نہ بننے اپنے ذمہ لے لی تھی۔ سوختہ عود کا ایک ٹکڑا اور بار بار اٹھکھڑکی تھوڑی در در طلائے بھر کر دیکھ لیتی تھیں کہ کوئی درندہ صفت مغلوں کی ایذا رسانی کا ارادہ تو نہیں رکھتا ہے۔ بقیۃ السلف بچے پانی کی خاطر بلک بلک کے سو گئے تھے لیکن انصار داترا کا دل اٹھا اٹھا ہونے بیسیوں کی آنکھوں میں نیند کا نام نہ تھا۔ وہ رہ رہ کر اس داہمہ سے اچھل پڑتی تھیں کہ خالین بھر لوٹنے آسے ہیں۔ رات بھیگ جلی تھی، سعد کے لشکر کا غل اور شورش کو مت متعل سے مبدل ہو چکا تھا، جا بجا روشن ہونوالی آگ بھی آہستہ آہستہ ٹھنڈی ہو رہی تھی۔ اب ہڑکتے ہوئے نعلیوں کے پرے ہلکا ہلکا و میداں بل کھاتا ہوا آسمان کی جانب اٹھنے عروس ہو رہا تھا۔ ستم دیدہ عورتیں زانو پر سر دھرے انجام کی بندت طر کر رہی تھیں، ربنت حیدر بدتور چکنا چری کی خدمت میں مشغول تھیں۔

ٹہلے ٹہلے دفعۃً انکی نظر ان جھللاتی روشنیوں پر جا پڑی جو یزیدی لشکر سے نکال کر ان مظلوم بیکس عورتوں کو طرٹ بڑھتی معلوم ہوتی تھی۔ شجاع باب کی دیر بیٹی کو فوری کسی تازہ خطبے کا احساس پیدا ہو گیا۔ اگرچہ ذاتعات نے انکی حالت کو زائد زبوں کر دیا تھا لیکن بائیں ہلو نے رگوں میں جوش مارا دیر باقی مبادری نے مقابلہ پر آمادہ کر دیا اور بہن بھادوں کو پیش آئی اے جد یہ مظالم سے محفوظ رکھے کو تیار ہو کر شیرازہ انداز سے آگ بڑھیں، اودھلی عورت ذوالفقار کبیر کاندھے پر عتی اور مافوت کا عزم، فشار سے نمایاں تھا، یہی بڑھتے بڑھتے قتل گاہ کے رست پر جا کھڑی ہوئیں۔

روشنیاں نظار کی صورت میں بڑھتی رہیں جب تو دو تو قدم کا فاصلہ رکھتا تو بڑھتے ہوئے فرمایا :-  
 معتم کون لوگ ہو جو اتنی رات گئے بھی مصیبت زدوں کو صبر و سکون سے بیٹھے نہیں دیتے، ہر دتے روتے  
 یتیم بچے ابھی سوئے ہیں، اس وقت واپس جاؤ صبح کو وہ جفا میں بھی کر لینا جا آج باقی رہ گئی ہوں یا  
 ان چند بلبوں نے نہ جانے کیا تاثیر کی کہ برصی ہوئی روشنیاں تم گئیں صرف ایک سایہ سا صاف سے ٹھکڑا  
 بڑھتا ہوا دکھائی دیا۔ جب نزدیک پہنچو تو زیر نیچے دیکھا کہ چادر پیچے میں اپنی بیوی ایک عراقی خاتون ہے۔ چہرے  
 سے نقاب لٹی ہوئی ہے اور نگاہیں شرم و ندامت کے بوجھ سے زمین کی طرف جھکی پڑتی ہیں۔  
 آزموائی عورت چند قیقے بالکل ساکت و صامت کھڑی تھی، پھر ادب موزعنوان سے عرض کیا :-  
 ”بی بی! کہنے کوئی غیر نہیں ہے، آپ کے مظلوم و مقول بھائی کے جاں نثار حرمینہ زید ریحی کی بیوہ ہے،  
 بچوں کے واسطے پانی اور تھوڑی سی حاضر لیکر حاضر ہوئی ہے۔ آپ آگے آگے تشریف لے چلیں ورنہ عقب  
 میں حاضر ہوتی ہے۔“

پانی کا ذکر کرتے ہی بنت اسد ائد کا کلیہ پلاسوں کے تصور سے شوق پونے لگا لیکن یتیم بھتیجی کی تشنہ لہی  
 یاد کر کے خاموش ہو گئیں۔ اُدھر انھوں نے تباہ شدہ شیوں کی طرف رنج پھیلا، اُدھر مڑ کر بیوہ نے ہر اسی خواتین کو  
 بڑھنے کا اشارہ کیا۔



## نظم

از عالیجناب خان بہادر سید احمد علی صاحب رئیس پٹنہ دام تبارہ

|                                    |  |
|------------------------------------|--|
| جن و انساں ہمہ در غبطہ از شان حسین | کا تجہ باخدا بہ دو عالم یو دا زان حسین |
| وہ چہ اغوا کرے سیکال منگس ران حسین | دزدادب ر زنج ایں مرد چہ بیان حسین      |
| مہر تابندہ شد از ریگ بیا بان حسین  | خل شر مندہ شد از خار خیابان حسین       |
| سرنگوں ماہ بود از سر دچوگان حسین   | تباہ گردوں بود از وسعت میدان حسین      |
| ہر نفس خردہ جانہاست پسندان حسین    | وانچہ باشد بہ دو عالم ہمہ قربان حسین   |
| وہ چہ بوحش کہ فلک مقام چاوش حسین   | وہ چہ ادحش کہ فلک حاجب اودان حسین      |
| سوجب فخر جہاں حاضر در بار حسین     | مایہ ناز شہاں چاکر در بان حسین         |

سالک مسلک عرفاں ہمہ اقرانِ حسین  
 حارثِ بیشہ صولتِ ممہ اخوانِ حسین  
 افسرِ چرخِ بریں پائے غلامانِ حسین  
 مزنِ ساکب پے دینِ ست درخشاں حسین  
 ماہِ نو پر تو فعلِ سیم یک رانِ حسین  
 بہتر از تصادمِ کلبہ احسانِ حسین  
 من و سلیہ چہ بود زلہ از خوانِ حسین  
 باغِ جنت چہ بود گوشہ بستانِ حسین  
 قللِ یزدانِ صمد سائہ دامانِ حسین  
 مطلعِ صبحِ ازل چاکِ گریبانِ حسین  
 منفعلِ گوہرِ ناب از دُرِ دندانِ حسین  
 از ہرازِ مہرِ فلکِ اختر تا بانِ حسین  
 کہ قوی بود از د باز دے لزانِ حسین  
 ناز آدَم شہدِ اللہ نیساگانِ حسین  
 قتل از تیغِ ستم اکبر ذی شانِ حسین  
 یتدی دیر ہمنہ سر خواہر دَنسوانِ حسین  
 دود سے بر شدہ از سینہ بریانِ حسین  
 آہِ غلطیدہ بچوں پیکرِ عریانِ حسین  
 رعدِ نالائ شدہ بر نالہ و افغانِ حسین  
 اشکِ خونیں چکد از دیدہ گریانِ حسین

صاحبِ دولتِ ایماں ہمہ اصحابِ حسین  
 فارسِ عرصہِ سلطت ہمہ انصارِ حسین  
 مفخرِ خلدِ مبینِ مقدمِ خدامِ حسین  
 برقِ خاطر پے کیں تیغِ شررِ بارِ حسین  
 بدرِ عکسیت ز نقشِ قدمِ پاکِ حسین  
 بر ترازِ بامِ فلکِ زینہ مشکوئے حسین  
 چرخِ خضر چہ بود حاشیہ از فرشِ حسین  
 عقدِ پیرِ دیں چہ بود خوشہ خردِ حسین  
 زینہِ قربِ خدا پایہ درنگِ حسین  
 مشرقِ مہربیں سینہ پر نورِ حسین  
 یاسمنِ غرنِ عرنِ از گلِ رخسارِ حسین  
 ہمسرِ فوجِ فلکِ مرکبِ جبارِ حسین  
 نازشِ جعفرِ طیارِ علتِ دارِ حسین  
 فقرِ عالمِ علمِ اللہ فوامیسِ حسین  
 ذبحِ از تیرِ جفا صغیرِ بے شیرِ حسین  
 پایہ زنجیرِ حنینِ دلبرِ بیمارِ حسین  
 تشنگیِ سبختِ جدا با جگرِ قلبِ حسین  
 دالہ بر نیزہِ خولی پر نورِ حسین  
 ابرِ گریاں شدہ بر گریہ و فریادِ حسین  
 بکراے چرخِ دفرِ غم و اندوہِ حسین

ہمت از فضلِ خدا ز اُردو راجِ حسین  
 احمد ایچھاں بندہٴ لبانِ حسین

# رأس الحسين

فاضل طیل جناب مولانا سید کاظم رضا صاحب تعلیم مدرسہ الاعظمین لکھنؤ

کربلا کے خونریز مرقع کی صبح نقشہ کشی کہاں سے کوئی دل لائے جو کربے۔ سلیمان کربلا کے مصائب کربلا ہی تک محدود نہیں، ایک سلسلہ ہے مصیبتوں کا جسکے امن کا طول خم نہیں ہوتا۔ مضمون مندرجہ ذیل میں صرف ایک مصیبت کا تذکرہ مقصود ہے جس کا عنوان انتہائی جھگڑا ہے حضرت حجت زیارت ناچہ میں ارشاد فرماتے ہیں السلام علی الاعضاء المقطعات سلام ہو اس غریب مظلوم پر جسکے اعضاء بندہ سے جدا کر دیے گئے، دنیا کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی کو کسی سے دشمنی ہوتی ہے تو وہ صرف اس وقت تک سہی ہے جب تک دشمن زندہ رہتا ہے اور شرح حیات کبھی اذہر نہیں ہو گیا۔ مگر معلوم نہیں کربلا میں کیسے سفاک جمع ہو گئے تھے جسکی عداوت بعد شہادت امام مظلوم بھی ختم نہیں ہوئی۔ رسول کا یران ایاکلم والمثلہ مسلمانوں! قطع اعضاء سے باز رہو یہ سبی خیر تھی کہ کفار تک کے لئے ناروا ذلیل نہ سمجھا گیا۔ مگر فرزند النظمین کے لئے کلمہ گویوں نے بجا قرار دے لیا۔ شمر نے سرِ ظلم کیا، جمال نے ہاتھوں کو کاٹا، بکمل نے انگلیوں کو قطع کیا۔ کسی نے ردالی کوئی عامہ لے گیا۔ لاش کو برہنہ درختِ غم کربلا پہنچو نہ یا۔ آج تک موصوفین کو تیر خیر حیرت زدہ بنائے ہوئے ہے کہ کیا شہدائے حسین کمان اور کس جگہ واقع ہے۔ کتب تاریخ و سیر بنا بر اختلاف رائے باہم دست و گریبان نظر آتی ہیں۔ ہر مونیخ نے اپنے مختار پیرا لنگ دیلیں قائم کی ہیں۔ بیوف کتاب حسین لاعلیٰ جلال حسینی مصری نے جو علماء اہلسنت سے ہیں۔ جمع اوقاس کی ہمت پوشش کی ہے لیکن بایں ہر صبح تحقیق سے بھر بھی ہر ہے بعض اذیتا سات کتاب مذکور کے حوالہ سے پیرین کرتا ہوں۔ اسکے بعد املہ شیعہ عشریہ کے مختار کو بھی وضع کر دیا۔

سبط ابن جوزی نے متذکرہ خواص الامامہ میں پانچ مختلف قول سر مبارک کے متعلق تحریر کئے ہیں۔

(۱) قیدیوں کے تہارہ سر الشہید ہوا۔ مدینہ گیا پھر یثرب کربلا طر کے ساتھ دفن ہوا۔ (۲) مدینہ میں جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا کے پیلو میں دفن ہوا (۳) سر مبارک خزانہ مدینہ سے کربلا تک دینق ہی میں مقام البقیع میں دفن ہوا (۴) مسجد قہ میں دفن ہوا (۵) خلافا فاطمیین بالاندرائیس سے عسقلان لے گئے بعد کو قاهرہ میں لیا جا کر دفن کیا۔

سبط ابن جوزی نے اپنے عقیدہ کا اظہار ذیل کے الفاظ میں کرتے ہیں:۔ مختصر یہ کہ جہاں بھی شہدائے حسین ہو یا جسم طیب طہارہ دونوں جو حسین ابن علی کا شہد دل ضمیر سرار و خواطر میں ہے۔ کیا خوب کہنے والے نے کہا ہوا

لا تطلبوا الموتی الحسین بارض شوق اور بغضب۔ دعوا الجمیعہ دعوہ جو نحوی مشہدہ بقلوب مولادفا حسین کو تم نہ تلاش کرو مغرب مشرق میں، بسکو چھوڑ کر میری طرف بڑھاؤ کیونکہ میرے دل میں آپ کی مشہدہ مؤلف کتاب حسین اسکے بعد تحریر کرتے ہیں کہ علاوہ سبط ابن جوزی اور مورخین کی کتابوں کو دیکھنے سے نواقل تک تعداد پہنچی ہے۔ (۶) سر حضرت کا دشمن کیا ہی نہیں جیسا کہ ابن کثیر نے کتاب البدایہ والنہایہ میں ایک قول تحریر کیا ہے (۷) ذہبی نے تاریخ اسلام میں ابی حرب سے روایت کی ہے کہ جو قمرت ولیدہ چڑھائی ہوئی میں بھی ان لوگوں کے ساتھ تھا جو خزانہ لوٹ رہے تھے ایک چڑے کی تھیلی دستیاب ہوئی جو اہل بیت کے دھوکے میں اسے باہر لیکر نکالا درگوٹے پر سوار ہوا جب باب قعاس سے باہر ہو گیا تو اس وقت اس تھیلی کو کھولا ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹی ہوئی کوئی چیز نظر آئی۔ ریشمی کپڑے پر لکھا ہوا تھا ہذا مرا من الحسین یہ حسین ہے فوراً بتی تلوار سے ایک گڑھا کھودا اور کھودیں دفن کر دیا (۸) مقریزی نے خط میں لکھا ہے کہ تین دن تک بتی میں سرسولی پر لٹکا رہا۔ پھر خزانہ نیرید میں داخل کر دیا گیا۔ سلیمان ابن عبد الملک نے اپنے عہد میں مقابلہ سلیمان میں اسے دفن کر دیا۔ عبد العزیز جب ممکن ہوا تو داروغہ سلیمان سے سر مبارک آپ کا طلب کیا جواب میں لکھ دیا گیا کہ سلیمان اسے دفن کر چکا ہے۔ لیکن جب بنی عباس کا تسلط ہوا تو انھوں نے مقام سلام دریافت کیا۔ جگہ معلوم ہونے پر سر نکالا اور اپنے قبضہ میں کر لیا پھر معلوم نہیں کیا ہوا اور کہاں دفن کیا۔ (۹) عبد اللہ شبراوی نے ”تاج البحار“ میں ابی فضل خلوتی سے روایت کی ہے جو کہ انھوں نے قول کے سادی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ مقریزی نے بنی عباس کے ہاتھ میں لکھا ہے اور شبراوی نے تیمور کے تسلط کے دوران میں یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

## مؤلف کتاب حسین کا مختار اور اس کا ثبوت

تفصیل تلاش کے بعد میں یہ نتیجہ تک پہنچا کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ مشہدہ اس حسین قاہرہ ہی میں ہو حق اور درست ہے تاؤ فیکہ قطعی ثبوت اسکے خلاف یہ نہ پایا جاوے۔ البتہ یہ بات کہ سر مبارک دمشق سے عسقلان اور پھر عسقلان سے قاہرہ آیا اور دفن ہوا محتاج ثبوت ہے۔ لیکن سر مبارک آپ کا قاہرہ ہی میں دفن ہوا یہاں مشہدہ اس حسین کی تحریز خلفاء فاطمیین کے ہاتھوں ہوئی آج تک یہ یادگار موجود ہے اور زیارت گاہ مؤمنین بنی ہوئی ہے شاہ فیاد مرحوم نے اس کی تجدید تعمیر کے لئے کئی کئی کردری مصیبت کی۔

شعرانی نے کتاب منن میں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ میں اور شیخ شہاب الدین چلبی حنفی المذہب مشہدہ اس حسین کی زیارت کو گیا قبر کے سرانے شیخ الدین سوگئے عالم خواب میں دیکھا ایک شخص مصروف نقیبہ سر مبارک کے قریب سے بے نام ہوا اور رسول خدا کے پاس گیا میں دیکھ رہا تھا کہ وہ حجۃ نبوی میں

دخل ہوا اور جاکر آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ سحرین اچلی اور شیخ شہاب الدین زیارت کے لئے آئے ہیں تو کھانا  
نے درگاہ خدایں ہاتھ بلند کئے فرمایا کہ ہمارا کھانا دونوں کی زیارت کو قبول فرما اور ان کو بخش دے۔ اس دن سے  
براہ شیخ شہاب کا سحر دستور رہا کہ چھ روز زیارت کے لئے آتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ کھانا یقین سے کھا کر آپ کا  
سراقدس اسی مقام پہنچن ہے۔

واقعہ مذکورہ سے نظر اہر ٹولف کتاب عین کے خیال کی تائید ہوتی ہے مگر اس سے دھوکا نہ کھانا چاہیے  
بہت ممکن ہے کہ ایسا واقعہ پیش آیا ہو اسلئے کہ الشہداء کی طرف جو حصہ بھی زمین کا منسوب ہو گیا وہیں رحمت  
و برکت خداوندی خیمہ زن ہو گئی۔ آج سیکڑوں عزا خاں اور درود خدہ مبارک کی بہت سی شبیں لڑاؤں و اکناف  
عالم میں موجود ہیں جن سے براہی قسم کی کرامات و برکات ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔

### امامیہ کا خیال

بحار الانوار جلد دہم میں علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ مشہور علما امامیہ میں یہی ہے کہ سر مبارک صبر اہل کے ساتھ  
دفن ہوا اور خود امام زین العابدین نے جسد پاک کے ہمراہ دفن کیا۔ لیکن کثرت سے خیریں اس امر کے متعلق پائی جاتی  
ہیں کہ حضرت گنج بخش میں قبر میر ابو منین سے قریب دفن ہے واللہ اعلم۔ جلاہیوں میں تحریر فرماتے ہیں کہ  
علما شیعہ میں مشہور ہے کہ حضرت زین العابدین مع سر لائے شہداء روزار بعین کمر بلائے اور ان سروں کو  
بدن سے طے کیا لیکن یہ قول بنا بر روایات کے بعید معلوم ہوتا ہے۔ احادیث کثیرہ اسی بات پر دلالت کرتی ہیں  
کہ ایک شخص نینان نامی آنحضرت سے سراقدس کو لے گیا اور بالائے حضرت میر ابو منین دفن کیا۔ اسی سبب سے  
گنج میں بھی زیارت امام حسین سنت ہے اور یہ روایت اسپر بھی دال ہے کہ حضرت رٹو کھدا سرائہ کو اپنے ہمراہ  
لے گئے۔ واضح ہو کہ حقیقت واقعی دفن سراقدس کی اگرچہ ہم کو دریافت نہ ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ سراسر طراور  
بدن اور مقام شریف اور محل منیف کو منتقل ہو کے عالم قدس میں باہم دگر ملحق ہوا۔

ہمارے کارخانہ کا بنایا ہوا درتی قوام تنباکو خوردنی اپنی پاکار اور دھن کو  
معطر کر دینے والی خوشبو، لطافت اور پان کو بچھ خوش ذائقہ اور لذیذ بنانے  
کے کاٹھے مشہور معرّف ہر آپ بھی بطور امتحان ایک مرتبہ ضرور استعمال فرمائیے  
قیمت فی تولہ دو روپیہ۔ علاوہ اسکے ہر قسم کے عطریات، زردہ تنباکو خوردنی  
درتی گولی تنباکو وغیرہ فرمائش آنے پر روانہ کیجاتی ہیں۔  
پتہ غلام حسین غلام سبطین تاجر عطر چوک لکھنؤ





# زمگاہ کربلا میں قتل حسین رسول اسلام کو بھی قتل کر ڈالا

عالیجناب شیخ محمد رضا صاحب بریل علی مدظلہ العالی نے کربلا کا ذکر کبھی نہیں کیا

واقعات عالم شام ہیں کہ دنیا میں حق و باطل کی جنگ اس وقت سے قائم ہے جب سے نوع بشری عالم وجود میں آئی خاصان خدا و عاشقان اسی کے پاؤں سے دامن گیتی ہمیشہ غلغلہ بنا یا جا تا رہا دنیا کی آنکھوں نے حق پرستی کے جرم میں لاکھوں بلکہ کروڑوں ہندوگان خدا کو خاک و خون میں تر پتے دیکھے مگر جن آنکھوں نے جوہر و استبداد کے ہاتھوں سے ان حوادث کبریٰ کے وقوع کے مناظر دیکھے ہیں وہی اسکے شاہد ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے علم انجمن مادہ نہ شہادت کو موجودات عالم کے اندر سطح افوازا دہوتے نہیں کیا جس طرح حسین مظلوم کے حادثہ شہاد کبریٰ کے موقع پر دیکھا حق پرستی اور اعلیٰ کلہ اللہ کی قربانگاہ پر بے شمار قربانیاں ہوئیں مگر قدرت کی جانب سے تاثرات حزن و غم کے اظہار میں وہ بہت کم کبھی مشاہدہ میں نہ آیا جو سر زمین نبیوں کی قربانی کے موقع پر دیکھا گیا۔

موضنین صاف لکھتے ہیں کہ سرخی شفی حسین کے قتل کے پہلے نہیں دیکھی گئی اور ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات میں ذکر کیا ہے کہ میرے جدا مجھ نے سب ترصو کیا ہے کہ جب کسی کا غصہ میں چہرہ سرخ ہو جا کر تار ہے تو اس سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ شخص غصہ میں ہے اور یہ بات ناراضگی کی علامت ہے حق سبحانہ جنہم نہیں رکھتا کہ اسکے چہرہ پر اور وہ غصہ میں سرخ ہو جاتا اس نے قتل حسین پر اپنی ناراضگی اور غضب کا اظہار حق کی سرخی کے توسط سے کیا اور یہ امر اس جرم کے عظیم ہونے کی دلیل ہے۔ (تذکرہ خواص لامہ ص ۱۵۲، صوفی محرقہ ملا، الاغانی بول الشرف ص ۱۳۱، حق سبحانہ کی جانب سے محض اسی اظہار ناراضگی پر انکشاف نہیں کی گئی بلکہ یہ بہت کم بھی کیا گیا کہ موجودات عالم علیٰ دغلی سب سے شہید مظلوم کی اتھاری میں حصہ لیں چنانچہ جب حسین شہید ہوئے تو آسمان سرخ ہو گیا آفتاب کو گمن لگ گیا یہاں تک کہ دن دوپہر میں تارے دکھائے دینے لگے کوئی پتھر نہیں اٹھا یا گیا مگر اس کے نیچے خون تازہ نکلا۔ (صوفی محرقہ۔ نیابیح الموقۃ ص ۳۲۱)

ابو اسحاق سفرائی اپنے مقتل میں واقعہ قتل کے بعد ص ۲۳ پر لکھتا ہے کہ اس وقت زمین کو زلزلہ لگا مشرق و مغرب تیرہ دتار ہو گیا لوگوں پر بھلیاں گرنے لگیں بھلا یک منادی نے آسمان سے ندا دی امام ہر امام پیرائے قتل کر دیے گئے۔ ایک ایسی ہی نقل کرتا ہے کہ اس وقت آسمان پر ایک تار بیک در سیاہ عبا اٹھا جسکے ساتھ سرخ آندھی تھی جی جبر لوگوں کو یہ گماں ہو ا کہ اب ہمیر عذاب نازل ہو گیا۔

حسین کا بیان ہے کہ جب حسین قتل ہوئے تو لوگ دمینہ اس طرح سے کہ گویا دیواروں خون آلودہ کر دی گئی

ہیں طلوع آفتاب دن چڑھے تک ایسا ہی رہتا تھا (تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۲۳)  
 ابن سیرین کہتے ہیں کہ کچھ دن ذکر کیا کہ بعد آسمان کسی پر نہیں روایا سوائے حسین بن علی کے تاریخ ابن عساکر ج ۲  
 ص ۳۲۹ اس تاریخ میں یہ بھی ہے کہ جب سینی شہید ہوئے تو دن کو تارے نظر آنے لگے جو ستارہ بھی عصر کو دکھائی  
 دیا آسمان سے سرخ خاک برس دی اور سات نشانہ روز آسمان ایک خون کے پھوٹے کی طرح رہا۔

۱۱ تا ثمرات علم کی یہ وسعت اور امتنا جزن دالم کی یہ ہمہ گیری اس کا ثبوت بہم پہنچانے کے لئے کافی ہے کہ  
 شہادت حسینی کو جو درج عظمت حاصل ہے وہ کسی دوسری شہادت کو حاصل نہیں ہوا اور وہ صرف اس لئے کہ کمال  
 رسول اسلام میں ہوگی (شہادت احمی اس کو حضرت امام حسین نے اس بلند حیثیت سے پورا کیا کہ عالم کے ذریعے  
 ذریعے نے گواہی دیدی کہ حسینی شہادت لہذا کسی ایسی جلیل القدر شخصیت کی طرف سے تھی کہ جسکی روحانیت و اثر  
 کا سکہ ستر وسیع تھا کہ عالم علوی و مطلق کو گھیرے ہوئے تھا اور یہ عظمت بمنزلت سوائے جناب سالک کسی کو  
 حاصل نہ تھی پس یزید یوں نے حسین مظلوم کو شہید کر کے رسول اسلام کو بھی قتل کر ڈالا۔

(۲) شہادت حسینی کا عین شہادت رسول ہونا حسین مہی وانا من المحسنین حسین مجھ سے ہیں اور  
 میں حسین سے ہوں اور اولنا محمد و آخرنا محمد وادسطننا محمد وکلنا محمد وغیرہ احادیث نبویہ پر  
 فی الجملہ غور و فکر کرنے سے واضح ہو سکتا ہے علاوہ اسکے شاہ عبدالعزیز دہلوی نے کتاب ستر الشہادتین میں فرمایا  
 ہے (ترجمہ عربی) معلوم ہو کہ جو کمالات حجاب اور بغیر میں تھے وہ ہمارے پیغمبر میں یکجا جمع ہو گئے تھے (بعد ذکر  
 کرنے کمالات انبیاء کے لکھتے ہیں) لیکن ایک کمال باقی رہ گیا تھا جو حضرت کی ذات میں حاصل نہ تھا یعنی شہادت  
 اور آپ کی ذات میں اسکے حاصل نہ ہوئے کہ وہ بھی اگر حضرت جنگ میں شہید ہوتے تو شہادت اسلام کی ٹوٹ  
 جاتی اور عوام کی نگاہوں میں دین کے اندر ظل بڑھ جاتا اور اگر ناگہانی پوشیدہ شہید ہو جاتے جیسے حضرت کے  
 بعض خلفاء شہید ہوئے تو آپ کی شہادت مشہور نبوی بلکہ پوری شہادت ہی نبوی اس واسطے کہ شہادت تائید  
 اسی کا نام ہے کہ آدمی طہارت اور کرب و مشقت میں مارا جائے اور اسکے گھوڑے کو پتے کو دیا جائے اور اسکی لاش  
 میدان میں پڑی رہے اور اسکے ساتھ اسکے اعزاء و صحابہ در قارب مارے جائیں اور مال اسکا لوٹا جائے اور  
 اسکی عورتیں اور یتیم بچے گزندار کئے جائیں اور یہ مصیبتیں صرف خدا کے واسطے ہوں پس حکمت الہیہ نے چاہا کہ  
 آنحضرت نے تمام کمالات میں اس کمال عظیم کو ملحوظ کیا جائے۔ بعد آپ کی وفات کے اور بعد آپ کے ان ایام  
 خلافت کے گزر جانے کے جنہیں آپ کے لئے مظلومیت و ظلمیت مناسب تھی اور یہ کمال عظیم آپ کو بواسطہ  
 ایسے لوگوں کے حاصل ہو جو آپ کے اہلیت ہوں بلکہ آپ کے اقرب قارب اور اعزاء و اولاد و ہمنزل آپ کے بیٹوں کے  
 ہوں تاکہ ملحق ہو جائے ان کا حال حضرت کے حال سے اور داخل ہوں ان کا حال حضرت کے حال سے اور داخل ہو

ان کمال حضرت کے کمالات میں پس عنایت الہیہ بعد گزر جانے ایام خلافت نبوی کے اس کمال کو طبع کر کے  
طرف متوجہ ہوئی اور اس نے حسین علیہا السلام کی آنحضرت کا قائم مقام بنایا اور دونوں کو قرار دیا دو آئینے  
پر تو کمال محمدی کے لئے اور در رخسارے جمال مصطفوی کے لئے اور چونکہ شہادت کی دو تہیں تھیں ایک شہادت  
پوشیدہ اور دوسرے علانیہ یہ دونوں تہیں ان دونوں بزرگواروں پر تقسیم کر دی گئیں۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حسین کے کمالات و حالات عین کمالات و حالات رسول اللہ  
تھے اور ان دونوں بزرگواروں کو رشتہ الہی سے حاصل اتحاد باطنی تھا اور اس اتحاد باطنی و اتصال حالات  
و کمالات کی وجہ سے یہ دونوں فرزندان رسول آپ کے قائم مقام اور بدل تام تھے پس حسین کا شہید ہونا گو یا  
رسول کا قتل ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔

(۳) اور سواد عظیم کے علمائے اجل۔ یعنی اعتراف کیا ہے کہ اہلبیت جباریہ رشتہ الہی کے بدل اور قائم مقام  
تھے احکام میں آنحضرت سے اتحاد و مشترک رکھتے تھے۔ چنانچہ علامہ غنیابی نے فرمایا کہ یہ کتب تکفرون و انتم تنلی  
ایات اللہ و فیکم رسولہ کی تفسیر کے ذیل میں فرمایا ہے (ترجمہ عربی) کتاب خدا تو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے  
لیکن جناب رشتہ الہی اگرچہ بظاہر ہر جوار رحمت الہی میں گئے مگر ذریعہ باطن آپ کا مومنین کے درمیان باقی ہو  
تو کیا حضرت ہی باقی ہیں اسکے علاوہ حضرت کی عترت اور آپ کے ورثہ ظاہر میں بھی آپ کے قائم مقام ہیں اسی  
لئے حضرت نے فرمایا ہے انی ماریک فیکم الثقلین۔

اور صواعقِ محمدیہ میں ابنِ حجر نے لکھا ہے (ترجمہ عربی) چونکہ تمام دنیا کو اپنے نبی کے لئے پیدا کیا ہے ہذا  
قلرد یا اس کا دوام رسول و اہلبیت کے دوام سے اسلئے کہ اہلبیت بہت سی اشیاء میں رشتہ الہی سے  
مساوات رکھتے تھے۔

اور امام رازی نے جو لکھا ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ اہلبیت رسول آنحضرت سے پانچ چیزوں میں مساوات  
رکھتے ہیں سلام صلوٰۃ طہارت تحريم صدقہ اور محبت، ان تمام کاموں سے صاف قطعی طور پر معلوم ہو گیا کہ اہلبیت  
جناب رشتہ الہی کے بدل تام تھے اور احکام میں انکو حضرت سے مرتبہ اتحاد و اصل تھا لہذا انکی شہادت یقیناً شہادت  
رسول ہوگی۔

(۴) اور چونکہ جناب رشتہ الہی کمالات میں کمال ترین خلایق تھے اسی طرح شہادت بھی عظیم و اکمل ہونا چاہیئے  
اور تاریخ عالم یہ بتاتی ہے کہ اسی عظم و اہم مراتب شہادت پر حضرت امام حسین فائز ہوئے کہ جس مرتبہ شہادت تامہ  
کو کبھی کسی نبی یا ولی نے حاصل نہیں کیا اور یہ مرتبہ شہادت تامہ کا ذاتِ مبارکہ حضرت امام حسین ہی کے لئے  
مخصوص رہا لہذا خدا کے لئے کوئی بھی حضرت کا ہمسر نہیں ہوا اسی وجہ سے جو مضطرب و بے تاب تھے تاثرات خدا کے سننے

جانناڑ کی رگوں سے بے ہونے خون ناحق میں تھیں وہ کسی اور کے خون میں نہ تھیں اور یہ لانا فی عظمت و اہمیت  
اس حقیقت کو بے نقاب کرتی ہے کہ نہ فیہ راہ خدا حسینؑ کو حضرت سے خاص اتحاد باطنی حاصل تھا اور نہ کے قاتلوں  
نے تمنا تھیں کو جام شہادت نہیں پلایا بلکہ بغیر اسلام کو بھی شہید کر کے اُن کا بھی خون بہایا۔

## سلام

انجناب خان بہادری سید شریف محسن صاحبہ نموی مدظلہ لائف اہل محبت و اہل علم و فضل و عظمیٰ

طرح گہر نشاں ہے مگر قدر داں کہاں  
ہم جنکو ڈھونڈتے ہیں وہ آنکھیں یہاں کہاں  
راحت کبھی ہوا گئی بھولے سے اس طرح  
آئی صیدا یخا نہ دل سے کہاں کہاں  
ملت تو بے سنبھلنے کی تھم تھم ختم کر  
جائیں گے تجھ سے بھاگ کے آسماں کہاں  
بچھڑے ہوؤں کا حال ہو معلوم کس طرح  
یہ بھی خبر نہیں کہ گیا کار داں کہاں  
شمیرے کے خرچو چلا بسرکار زار  
نشہ نے کہا کہ اے مرے صفد کہاں کہاں  
کیوں ہونہ کر بلا کی زیارت کا دلیں شوق  
اسکے سوا جہاں میں ہر سیر جہاں کہاں  
جز نام حسینؑ کو فی فکر ہی نہیں  
کھتے تھے شاہ یہ تو بتا دو ستم گرو  
زندہ ہے یا کہ دارِ فنا سے گذر گیا  
دم توڑتا ہے بدشت میں یا ہے لب فرات  
سبط نبیؐ یہ چل گئے حوے ہزار ہا  
کیونکر کہوں کہ خیم لگے تھے کہاں کہاں

کھتے کو سب ہیں ذاکر سرور ہیں پر شریف  
یہ دلولہ، یہ جوش، یہ حسینؑ بیان کہاں

# سلام

عاجلہ صاحبہ ہری سید نظر حسن صاحب ذوق رضوی بالقابہ

پکارے بعد احوالے اکبر ہے نافہ ایسا کہاں ختن کا  
 شمیم لیسوئے عنبریں سو، بسا ہے میدان تمام رن کا  
 کھایا عدانے دشت کس میں جو آیا نخت چکر حسن کا  
 جو تھا حجاز کا باغ خوشنود، یہ گل ہر دوس شہی چین کا  
 یہ نیلے منبر کے نہ فلک میں بیان غم ہر شہ زمن کا  
 تو برہم تہم پشاہ دیں کے گماں ہر انجم کی انجمن کا  
 ہے تخم بہتات ہر تاباں نشان سجدہ بین و عارض  
 کماں جن میں بھرے ہیں سو نوہ ایک رخ ہر شہ زمن کا  
 شمیم گلگون جسم اکبر سے دشت سارا بسا ہوا ہے  
 گرہ ہر نیل و سف مشکو کی کہ نافہ ہر اکھوئے ختن کا  
 ہوا ہے دم بند بلبلوں کا، جو مدح شبیر پڑے ہا ہوں  
 ہے شور تحسین کا جلسہ میں کھلا ہر برے سخن کا  
 پسند کیوں ہوا اہل فن کو، نہ کیوں ہو شہرت مر و سخن کی  
 کہ ہے تیار بختین کی یہ فضل ہے بی و المن کا  
 ہر ایک نچ و لم کا دلیں خالی رہتا جو چند دن تک  
 مگر اکثر جسمیں آجکات یہ حال غم ہے شہ زمن کا  
 کیا ہو کہ تم نے نہ لاکہ جو کسی سے کبھی نہ ہوتا  
 رہیگا جبر جاسد اجاں میں تہا ری بہت کا بانچین کا  
 پس خوجہ زیب کے لڑے ہے کر، یہ تو سیدیں میں چاہو تھا  
 الٹ دیا ہے تمام لشکر جہاد کو یہ ہلے بن کا  
 عجب ہے یہ اٹھلا گئے دل، یہ ظلم ہواں مصطفیٰ پر  
 حسین خمیہ میں سطر ج سو ٹھاکر لائے ہیں لاش اکبر  
 علم ہو تار و دست شہ میں قلم سرا عدا کے ہونہ ہو ہیں  
 بڑے تھے بیدار دہ ستگر نہ آیا کجی بہ رحم آخر  
 جو آئی کرے بلایں زینب کما نیل و رو کے لاش شہ پر  
 کسے بھر دوسرے کو ایک دم کا کسے تو فتح ہے زندگی کی  
 خیر ہے انکو اپنے سر کی نہ ہوش ہو بختن بدن کا  
 سیکتہ گھٹ گھٹ گویا ساڑھی مگر وہ حلقہ گھلاسن کا  
 برہنہ سرد رہی بھری کر یہ حال ہے ایک کی بہن کا  
 نکل کے اے فوق بن سے بھر مزار دیکھو شہ زمن کا

# موت و شہادت

عاجل بناب سید آل سبطین صاحب صفیری پسر سرری از جبل پور

موت کا نام بشر کو ایک عبرت کا سبق دیتا ہے۔ موت کا ظاہری پیغام ہر ذی روح کے سفر کو ختم کر دیتا ہے۔ موت کے آثار تمام جان والوں کو غم میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ موت کا ذکر تمام مٹناؤں کو مضحک کر دیتا ہے۔ نہ معلوم ان تین حرفوں میں کونسا ایسا زہر پوشیدہ ہے جو ہر ایک کے لئے باعث آفت بن جاتا ہے۔ جبکہ دیکھو اسکو نگر پریشان ہو جاتا ہے جس کے صندوقہ آہیں بھر کر اس کا ذکر کرتا ہے جس سے بوجھو وہ اس سے اٹھ کر نہیں کھڑا جانتا ضرور ہے مانتا ضرور ہے مگر صحت نام لینے سے اس طرح کی وحشت سپرطاری ہوتی ہے کہ سوائے اس منظر کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ دل میں مگر کسی چیز کے نام سے غمت پیدا ہوتا ہے تو بس موت کے نام سے۔ فانی موت زندگی کا دوسرا نام ہے جو انسان کو آگاہ کرتی جاتی ہے کہ بے خبر انسان اس سے بہتر رہا غافل ہے کہ جس طرح خود اپنے وجود سے کہ کرب ہوا اور کس طرح ہوا۔ اپنے وجود کی تو خود خبر نہیں مگر موت سے باخبر ہیں یہ جانتے ہیں کہ ضرور آئے گی۔ اتنا معلوم ہے کہ یہ کسی کو نہ چھوڑے گی۔ یہ روز دیکھتے ہیں کہ آج فلاں گھر میں صف ماتم بھی ہے اعزہ گریہ و بکا میں مشغول ہیں بے سادینے والے موجود ہیں۔ دوسرے کا واقعہ سنکر دل دُست کر تعلیم صریحی نے ہیں خاندان والے موت کا شکوہ نہیں کرتے اچانک اقراب کوئی سپر شکایت نہیں کرتا سب جانتے ہیں کہ یہ وہ منزل ہے جو سب کیلئے ہے اور اس سے کوئی ذی روح بچ نہیں سکتا مگر یہ خبر نہیں کہ کب درگی اور کہاں آوے گی۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سویر میں کا بے کل کی خبر نہیں

میدان علم میں اپنے علم سے کام لینے والوں نے جب موت کا ذکر کیا تو ایک بے بسی کی ہستی نظر نہ پڑی جہاں نہ کوئی برسان حال ہے نہ کوئی چراغ جلائیوا لائے نہ کوئی فاتحہ پڑھنے والا ہے کہ ان بھولے ہوئے عزیزوں کو جو ہماری زندگی کے باعث وجود تھے یا دگر کچھ انکو یاد یہ کریں۔ نہ کسی شخص نے اپنے مرنے کی خبر کسی کو دی ہے کہ میں غلام تاریخ فلاں دن اس دنیا سے کوچ کر رہا ہوں۔ اگر زندگی کے نادیدہ اس گروشن موت میں کچھ جاوے تو کوئی شخص ہنسی خوشی اپنی زندگی نہیں بسر کر سکتا۔ اور ہر ذی بشر کو نہ اس کا علم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اوقات زندگی کو آخری منزل تک بڑھتا جائے۔ یہ رموز ہیں اور ان راز کے مالکوں کو پتہ در دگار عالم نے صرف چند مخصوص وجوہ کی بنا پر اپنی حجت قائم کر کے اپنا علم دیدیا ہے۔ وہ علم جو ہر در دگار و دہاں کے لئے دیرت عبادت بنے ہوئے ہیں انکو خاص خاص بندوں پر عطا ہر کر کے اپنا خلیفہ مقرر کر لیا ہے۔ انھیں مخصوص حصہ عبادت میں علم خدا کے

دریا میں نہاں ہو چکا ہے معلوم ہے کہ موت کیلئے جہان کی ہے اور اس سے انسانی زندگی کا کیا تعلق ہے۔  
موت کا حال ایسا واقعہ ہے جو کسی پر پوری طرح روشن نہیں مگر صرف اتنا ملنے میں کہ جب یہ ہماری جان  
کا مالک حکم دیتا ہے کہ میں اب سجاؤ تو بے چون و چرا غاموش ہو کر چلے جاتے ہیں اور بعد مرنے کے یہ شخص اپنے جسم کی حالت  
کو دوسروں کی زیر نگرانی سپرد کر دیتا ہے اگر کوئی ہوا تو جو کچھ کرا کر اس کے دفن کو سن کا انتظام کر دیتا ہے درہم یہ بعض مصلح  
ہو کر یونہی گزار دیتا ہے نہ کسی سے کوئی وصیت کی اور نہ اب کر سکتا ہے۔

وصیت کرنے والے اپنے عزیز و اقربا سے وہ باتیں کہتے ہیں جو بعد مرگ ان کو پیش آسوال ہیں اگر کوئی شخص عزیز  
و اقربا رکھتا ہو اور وہ یہ جانتا ہو کہ میرے ساتھ ساتھ یہ بھی موت کے منہ میں جاؤ گے تو وہ کس سے وصیت کرے  
کہ بعد میرے میری لاش کو دفن کر دینا۔ ان تمام مصائب کا منتظر ہونا کا خط اپنے بطن میں سوئیوں کو دکھا کر  
کہہ رہے کہ اے دنیا والو! ذرا میں سوئیوں کو دکھو کہ جنہوں نے اپنے مرنے کی خبر دی تھی اور اہل قریہ کو بلا کر یہ  
کہا تھا کہ اے اہل قریہ جب ہم شہید ہو جائیں تو ہماری لاشوں کو دفن کر دینا۔

یہ آوائس نازیدہ دروہ رسول اسلام کی تھی جس نے اپنے علم سے کام لیکر دنیا کو جادو یا تھا کہ ہم ہیں زمین  
کر لاکھ صرف اس فرض سے غریبہ میں کہ بعد مرگ ہمیں دفن کر دیا جائے موت سے آگاہ تھے اور ہونے والے  
واقعہ سے باخبر تھے۔ فرزند رسول جناب امام حسین نے اپنی شہادت کا یہ پہلو واقعہ قبل موت نبی اسد مظلوم  
کر دیا تھا۔ خاندان نبی ہمدرد کہ اس زمین کے مالک تھے۔ جہاں انکے قبائل تھے وہیں یہ لوگ کا شکار ہی کیا کرتے  
تھے۔ امام حسین نے موت کے لفظ کو حقیقی معنوں میں سمجھ لیا تھا۔ کہ سے روزِ آخر ہونے والے وقت بلکہ مدینہ سے روانگی  
کا مقصد یہی تھا کہ اب موت بدھ کر رہے ہو جاؤ وہی لے کر بلا میں ہو چکا کہ نبی ہمدرد کو جتنا نیکہ کر دی تھی۔

میدانِ اسلام میں فرزندِ شاہِ لافنی کی حقیقت افروز کارگزاریاں دیناے اسلام کو اسلام بنانے کا سبق  
دیر کی ہیں۔ موت سے ہلکا رہستیاں اپنے وجود کو نابود سمجھ رہی ہیں واقعات کی آپ بیتیاں سمجھانے پر مجبور ہو کر رہی  
ہیں اسلام کے صبحِ صعد میں دائرہ شریعت کے مالکوں نے اپنی جانوں کو سپردِ زمین کرنے سے قبل ہدایت آموز  
تعلیم سے بہرہ ور کر دیا ہے۔ علم لدنی کے وارثوں سے دریافت کئے کہ امام حسین نے اپنی موت سے قبل موت  
کیوں یاد کیا واقعہ کمر لاکا سنگین معرکہ اپنے دامن میں امام حسین کی شخصیت کو واضح کر رہا ہے دشمنوں نے  
امام حسین کے واقعہ خاک ڈالنے کا ہی ہو چکا تھا ہرگز غبارِ کفر سے پوشیدہ نہیں ہو سکتا۔ وارثِ خلیل اپنے  
حق کو بعد مرگ بھی دنیا پر بظاہر کرتا رہا ہے۔ اور اعداءِ دین کو خاموش ہونے پڑتا ہے۔

سلطانِ دین اپنے نامائے دین کو قتل نہ رکھنے کے لئے موت پر آمادہ ہو گیا سفر میں متفرق رہنے کے باوجود بھی  
علمِ امامت کے پردہ میں ہمارا کسی سے مازِ طوائفہ رموز بھی طرہ جلتے ہیں امام حسین نے اپنی ذات کو سترِ خدا

میں روپوش ہو گیا تھا۔ احکامِ الٰہی بدل دیا، غریب ہو چکے تھے دنیا کے حوالے سے منہ موڑ کر اسلام کی باگ ڈور اپنے دامن سے باندھ لی تھی سرکارِ حسینؑ میں بارِ اب ہونیوالی ہستیاں ان ہی کے نقشِ قدم پر چلنے کی جو یا نفسِ واقعات کی رنگین فضا اپنے خونی منظر میں ایک دوسرے کا خون بہانے پر آمادہ ہو چکی تھی دنیا کا ہر ذرہ خاندانِ رسول کا دشمن ہو گیا تھا۔ بیجائی دے مروتی کی آغوش میں بدویش پائیواں نے امامِ حسینؑ کا خون بہانا کھیل سمجھ لیا تھا۔ دوستوں کے مجمع میں چند پایہ کے بزرگ تھے چونکہ انسانیت میں حسینؑ سے ملکر اپنی الفت کا نقش باقی کر رہے تھے سردارِ دُعا عالم کے روحِ رواں حسینؑ مظلوم ان مراحلِ زندگی کی جولانیوں کو کا کا حق، خوب سمجھ چکے تھے کہ اب اگر دین کی عزت کو قائم رکھنا ہو اور نانائے حول مذہب کو برقرار رکھنا چاہیے، ثبوت کی گود میں کھیلو اور اس شغل میں وہ شرط طے کر دے کہ دنیا کھج جائے کہ موت و شہادت میں کیا فرق ہے محبت و الفت کا سبق کس طرح حاصل ہوتا ہے دین و دنیا میں کیا فرق ہے اسلام و کفر کی تعلیم کن سے قائم ہے مذہبِ غیرِ مذہب کا سوال ختم کر دیا جائے۔ شریعت کے حوالے میرے دم ہی تک نہیں بلکہ بعدِ مرگ نہ سہرح جاری و ساری ہوں کہ ہر گوشہٴ عالم میں اسلام کا ڈنکا بجے اور میری موت پر دو آنسو بہائے۔ میرے بعد آئینوالی نسلوں میں اس واقعہ کی زندہ مثال پیدا ہو کہ ہر ذی روح سلام کے نام سے واقف ہو جائے۔

واقعات کی رنگینی اپنے پہلوئیں موت سے بہکنار ہونیوالوں کو منزل بہ منزل سبق دیتی چلی جا رہی ہے۔ موت کی آواز کھیلنے والوں نے کبھی خیال بھی نہ کیا کہ موت ہماری نظر سے ہلکا بنے دل موت کی گود میں سوئے کے معنی تھے۔ انہوں نے حوالے شریعت میں چار چاند لگانے کے واسطے موت سے کھیلنا سیکھا تھا۔ روزگارِ دانا اپنی نیرنگی میں سزاوارت حسینؑ کو لئے ہوئے کہ سے کوچ کر چکا تھا۔ ہر ذرت ہی فکرِ ازہی ذکرِ قبلِ موت دنیا کو سمجھا دیں کہ اے غافل، حرص کے بتلو، زر کے غلام، نفس کے بندوں اب تم پر تیار ہو جاؤ کہ حسینؑ نے اپنی زندگی اسلام پر قربان ہونے کے لئے وقف کر دی ہے۔ منزل بہ منزل کو حج کا ڈنکا بجا چلا جا رہا تھا کبھی زبانِ امام برکتِ نفسِ ذائقۃ الموت کا جملہ آجاتا تھا کبھی انا اللہ وانا الیہ راجعون کہہ کر خاموش ہو جاتے تھے معلوم ہوتا ہو کہ عورتوں میں امامِ دُعا عالم اپنے واقعہ کو دیکھ رہے تھے کہ کربلا کی طبعی زمین تازتِ آفتاب سے شعلہ بن رہی ہے ریگ میدانِ گرمی سے تپ رہی ہے نہر کا پانی بہ رہا ہے بچے خیمہ میں شہرِ اعطش کے غمرے لگا رہے ہیں طفلِ شیرخوار بے آب گھوارہ میں ٹپ رہا ہے۔ اجاب جوش و فائیں ڈبے ہوئے ہیں۔ انصافِ مدت میں بہر تنِ مسرور ہیں بہن بھائی کی خدمت میں حاضر ہے بھائی آدھ مرگ جھپٹے قضا کو اردوں کو تو نے کھڑے ہیں بچے بچا رہنے کے حکم کے منتظر ہیں مگر دنیا کا امام دین کا مالک جنت کا سردارِ فاطمہؑ کا لاؤ لہ علی کا دولا رسول کا جیلا حسینؑ اپنی امامت میں بحرِ روض کی طرح رواں تھا۔ ہزاروں حادثات کی موجیں نظم و نسقِ امام میں تلاطم



چارہی تھیں ایک جائزہ سخت کفر تھی جو لعنت کفر کا طوط پینے تھی دوسری طرف رحمت للعالمین کی گود کا پالا ذرا  
فرس تیر کام پر ہر ترح کر نے کے بعد زندہ کے پہلو میں جو خواب ہوا کچھ جو کھلی تو یہی موت کا کلمہ زبان بہا دانا لاشہ دانا  
الیدہ راجون کا جلد دھرایا۔ دائیں بائیں ہر ام کے بھائی و بیٹے ساتھ ہیں دنا دار و دنا ر سعادت نشان اولاد پہلو بہ  
پہلو موجود تھے ہوئے رخ امام چہر ت بھری لچکائے تھا گوش علی اکبر کہ جملہ انا لاشہ دانا الیدہ راجون کے جملہ نے ضطر  
ہذا کر دیا اندر حق کی بابا ہوت اس کلمہ کا کو ناسا مل ہے فرمایا بیٹا اس وقت محل تو کوئی نہیں میری ذرا کچھ لگ گئی  
تھی عالم رو میں سر کر رہا تھا کہ ایک سوا نظر آیا کہ کتابا جا رہا ہے انتم تسرعون و النما یا تسرع بکرم الی الخ  
اے جان پر مجھے یقین ہے کہ موت ضرور آئے گی اندر یہ موت ایسی چیز ہے جو کسی کو نہ چھوڑے گی عرض کی بابا کیا ہم حق پر  
نہیں ہیں جواب میں ارشاد ہوا کہ اے علی اکبر ہم بھی حق پر ہیں اور تم بھی حق پر ہو۔ جواب امام نے جناب علی اکبر  
کی رگوں میں جو شہید اکبر دیا خون ہاشمی میں ابال اکیا رگ رگ میں محبت و درگئی نس نس سے حق حق کی آداد  
بیدا ہوئی اس جملہ حق نے حق والوں کو سرور و انبساط کی نروں میں دھوم مچادی اور جو شہ سرد میں بڑھ کر عرض  
کرتے ہیں کہ اے بابا جب ہم حق پر ہیں تو ہمیں موت سے کیا ڈر؟

راز خدا کا عالم دہر کے ذرہ ذرہ کا مالک جہاں کے گوشہ گوشہ کا واقف امام نے موت کی آغوش میں پھیلے  
دائے انسان نے اپنے چہرے نیلے رنگین واقف کو ہر پہلو سے جھانک دیا تھا کہ اے میرے مدگار میں آج وہ مرگ ہو چکا ہو  
اندر میں ہر طرح اپنے خون میں ناکر شہید کیا جاؤں گا اور میرے ساتھ جو بھی جائے گا ضرور راجا جائے گا چنانچہ شہید شہ  
کا واقعہ پیش نظر کیا ہوں کہ جب امام حسین نے مسکے قتل کی خبر دی ہے کہ کل ہر نہ شخص قتل کیا جا دیا گیا جو میرا ساتھ دیا  
و جناب اسم نے پوچھا کہ اے غیب کیا میں بھی؟ یہ تیرہ برس کا بچہ امام حسن کا یتیم ہمراہ عم کو بلا کی ملتی زمین پر لٹش کی شدت  
میں مبتلا رہی سمجھ میں لا علم ہونے سے دریافت کر بیٹھا مگر واقف ہوا امام سر خدا کے عالم نے یہ تو نہیں فرمایا کہ تم  
قتل کئے جاؤ گے بلکہ یتیم کے دل کی دھارس کے پہلو سے اندازہ کرنا چاہتے ہیں اور معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ دل  
کی کس قدر تیزی حال ہے دریافت کیا کہ اے جان بلو تم موت کو کیسا سمجھتے ہو۔ یہ سوال ایسا تھا جو ہونیوے  
واقف اور موت سے لڑنے والوں کو آرائش میں ڈال رہا تھا اور موت و زندگی کو قبول رہا تھا مگر یہ بے جگر نہاں  
کب موت کی پندار کرتے تھے جگر نہاں موت سے لڑنے کے لئے اپنی حفاظت جان کے خاطر اپنے بدن پر ذرہ  
پہن لیا کرتے ہیں مگر یہ دلدادہ جوان ندر کیچے اپنے قلب کو ذرہ پر ہندا دیا کرتے تھے۔ لہذا امام حسن کا نونہاں جو مسک  
کے بائیں کنارے کو نابو دیکر آیا تھا بھلا وہ خاموش ہو جاتا یا موت سے ڈر جاتا۔ جواب نے یا عی میں تو موت کو شہد  
سے زیادہ شریں سمجھتا ہوں۔ جب یہ مولائے عالم نے سن لیا اور آزالیا کہ میدان صبر میں یہ الصابرین کا ساتھ  
دیگا تو کہہ لاکہ ہاں قاسم تم بھی شہید کئے جاؤ گے بلکہ وہ بے شیر غلام بھی شہید ہو گا۔ اپنی موت کا ذکر تو ہم ہم زخم نہیں گیا مگر

بچہ کی شہادت سے مضطمانہ راہ پر چلے جہین ہمد گئے دریافت کیا کہ کیا عین عورتوں کی گود سے بچوں کو لیکر قتل کر ڈالیں گے فرمایا کہ اے قائم تہی تو کسی کی مجال نہیں کہ میری زندگی میں کوئی گود سے لے سکے مگر میں خود بعد تم سب کی شہادت کے علی صغیر کو نہر پانی پلانے لجاؤں گا لعلیوں سے سوال آب کروں گا وہ تیرے پانی سو میرا بچہ کرے اسکو شہید کرینگے۔

دیدنی واقعات تو اب محبت میں محو شینہ تو ایچ اس امر پر ہندی نالقی ہے کہ کمر بلا کا منظر ایک چوٹا سا کپلو لئے موت سے کھیلنے والوں کو داد دیر ہے کہ کج عالم کے مشہور بہادر دوں دہر کے نامور دلہن میں دینا کے حسین کارناموں میں کمر بلا کا واقعہ دشت مار یہ کی جنگ نینوا کی لڑائی سب پر سبقت لگے گی یادگار جہاں منظر کمر بلا کے ذرہ ذرہ سے جھک رہا ہے امام حسینؑ کی دلداری صحابہ کی باوقائی اولاد کی قربانی بھائیوں کی چاں نثاری، اقربا کی اطاعت بہنوں کی خدمت میہیں کی اطاعت بیٹوں کی غلامی غلاموں کی حق شناسی اخلاقی تعلیم کا بہترین نمونہ میں کمر بلا میں چوینے والے واقعہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔

بچانچہ امام نے تمام ماننے والوں کو جانچنے کے لئے موت و زندگی کی ترازو کو ہا پر رکھنے کے لئے خلیفہ ہم کلامی  
رات گنہ نے بیعت کی کلام میں ڈھیل دیدی تھی کہ لیگ یہ خیال نہ کریں کہ ہمارا دامن بیعت امام سے گروہ نہ  
ہے۔ لو میں یہ بھی تم پر آسان کئے دیتا ہوں رات کے وقت وہ ڈراؤنی رات جو کا عالم عطش کی شب نشیں  
کی کھڑی رات اندھیری رات سناٹے کا عالم امام حسینؑ نے چراغ دنیا دی کو خاموش کر کے مانی چٹا کھولایا  
اور اس نور وحدت میں انسانی پیکر کی انسانیت اور روحانی جہارت کو توڑنے کے لئے خاموش ہو گیا۔ کہ بلا کامیران  
یہ حق ووق انھار سے بھلا جاں فروشان آقا سے ملو تھا جس میں بعض روایات کی بنا پر یگبارہ سید و کا حسین  
موجود تھے مگر بہت دیجات کا مالک نفس انسانیت کو آزمانے کے لئے اپنی کمرمانہ تقریر حیرانہ انداز سے آگاہ  
کیا کہ کل جو میرے ساتھ رہا یگبارہ جانیگا بہتر ہے کہ تم مجھے تنہا چھوڑ دو کیونکہ ان ملائین کو صرف میرے سر کو جلا کر نا  
منظور ہے۔ قیاد مددگار ۲۷، شہداء سے زیادہ تھی ہواں پردہ شرب کی سیاہی میں ایسی گردنوں کو غم کئے  
حرص دینا حرب جاہ۔ سوال جان پر خاموشی کس گئے لفظ موت نے ان کے دلوں میں خون پیدا کر دیا لالچ  
زندگی انکو مدوام سے مانع چوٹی مگر با: ارا انسان کی یہ ایک بین دلیل ہے کہ اسکے ثبات قدم بہت شکن  
تیور دلیر دل۔ حری قلب عقل کل میں مسطر رہا کو قری ہے ہی جبہ تھی کہ یہ انسانی نگہ روحانی اجسام کا بیکہ تیر  
ہوش و حواس میں اپنے ارادوں میں ہمدرد ثبات قدم ہے کہ دنیا کی کوئی شئی انکے ارادہ سے ہٹا نہ سکی۔ اعلیٰ  
شجاعت نے ملائکہ کے دلوں کو سخر کر دیا یہ شجاع قلب انسان فخرانہ کھنگئے جامع انسانیت میں انسان نمائی کا  
کام کرنے کے لئے کر ملائی جلتی ریت پر خون میں نہا کر زمین پر لوٹ کر انھوں نے اپنی فطرت کو قدرت کے سانچہ

میں ڈھال کر دکھایا۔ قدرت دیکھ رہی تھی کہ آج میرے نبی کے دوا سے پر خدا ہونے والے کس قدر شوق شہادت میں  
سبقت کر رہے ہیں خصوصاً قلب ان کا جو ہر تھا پاکیزت انکی جدیت تھی نیک طہارت انکی فطرت تھی ثابت قدمی  
انکی عزت تھی۔ مردانگی انکی خصلت تھی خدمت امام انکی جان تھی اور شہادت انکی رنجِ سلام تھی۔ اگر آج  
دنیا میں مردے کو انھوں نے اسلام نہ پکایا ہوتا تو اسلام بھی میرے کھڑے طرح ملکِ عدم میں ردِ پوش ہوتا۔

میں عرض کر رہا تھا کہ موت کے حادثوں سے ہمارا امام سب کو آگاہ کرتا جاتا تھا۔ اور اس قدر واقع  
تھا جتنا کوئی اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے باخبر ہے کہ کتنی ہیں۔ کیوں ہیں انکے وجود سے کس قدر فائدہ حاصل ہو  
موت سے آگاہ کرنا گو یا اس کے حکام کی عبادت کرنا واقعات شہادت سے مطلع کرنا امامت و شہادت کی بین لیل  
ہے۔ امامِ مظلوم نے اپنے ہزار ہیوں ہی سے نہیں بلکہ قومِ نبی اسد کو بلا کر جتا دیا تھا کہ اے قومِ نبی اسد ہم اس جنگی کو  
مشکل بنانے آئے ہیں ہمیں چاری قبریں نہیں گی! یہ جیب ہم شہید ہو جاؤں تو ہماری لاشوں کو ہر در زمین کر دینا  
سرتاج امامت اپنی موت کو دیکھ رہے تھے کہ بعد قتل لعین آادہ جفا ہونگے ہماری لاشیں پونہی دھوپ میں  
پڑی رہیں گی اعداءِ دین بے حرمتی کریں گے بانی شریعت رسولِ سلام نے کسی بھی میت کو کسی کی جھوج لاش کو فوجاً  
دفن کر دینے کا حکم دیا ہے بلکہ یہاں تک اجازت دیدی ہے کہ اگر لکھن دستیاب نہ ہو سکے تو اسی کے کپڑوں میں دفن  
کر دو مگر ضرور دفن کر دو۔

مگر اے دینا داور جواب دہ کہ کلمہ گویانِ سلام نے امام حسین کے ساتھ کیا رعاداری کرتی کسی نے بھی لاش  
امام یا اور شہداء کو دفن نہ کیا وصیت امام کی اعتقاد نہ کی شریعتِ سلام کو پس پشت ڈال دیا بلکہ ان مرنیوں کی  
لاشیں کٹی بٹا کر درویشی خاک کر بلا بے سرتپڑی رہیں عرب کی محرم ریت اڑا ڈال کر غریبوں کی لاشوں پر پڑا  
کرتی تھی۔ دن کی دھوپ بجانے کے لئے بہرِ ندان صحرائی اپنے پردوں سے سایہ کرتے تھے خوب کہا جان صحرائی  
اپنے امام کی لاش کو گود میں لیکر رو دیا کرتے تھے۔ جگہ فہوس ہے کہ چرند و بہرند آدمیوں سے بہتر تھے جن سے  
کہ امام نے کوئی وصیت نہ کی تھی ان جاوہروں کو بلا کر سمجھا یا کہ نہ تھا ان حسنِ ظہور کو تو ہوت خرم ہوئی جبکہ  
مناہی نے الا قتلِ حسین کر ملا کہاں سوزِ فہم نہ آیا تمام بے جان چیزوں سے خون نکالنا شروع ہو گیا جس بھوکہ اُٹھانے  
تھے خون البتہ تھلے جان چیزیں غمِ حسین میں خون کے آئینہ سے گریہ کر رہی تھیں درخت روتے تھے شجرِ گریہ کہاں  
تھے زمین روتی تھی آسمان روتا تھا فطرت کا پانی بنزوں اُچھل رہا تھا کہ انوس فرزندِ سانی کو تو میرے کٹاے  
رہ کر پیا سا شہید کر ڈالا گیا عالم کے تہہ بالانے ان جافروں کو ہوشیار کر دیا کہ چلو اپنے امام کو کر بلا کی زمین پر  
پڑا دے میں۔

خوش قسمت اے جانورانِ صحرائی کہ تم نے آئینوں سے بڑھ کر امام کی خدمت کی اپنے پردوں کو خونِ امام میں

ترکیا اور دودماز مقاموں پر جا کر دوسرے جانوروں اور پرندوں کو آگاہ کیا بلکہ بہت سی مخلوقات خدا انھیں جانوروں کے ذریعہ سے قتل نام حسین سے آگاہ ہوئی۔

جناپنا ایک بن نصرانہ کہتی ہے کہ عقب کوہ میرا خیر تھا میں اپنی چند سہیلیوں کے ہمراہ بالائے کوہ گئی دیکھا ایک لٹ دلق میدان ہے ہزاروں چاند پرندہ کا مجمع ہے جو چرخ رہے ہیں چلا رہے ہیں بد بھی اڑتے ہیں کبھی گرتے ہیں اور وہاں بہت سی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ میں دھم کی ماری پس پیش میں پڑی رنج و غم میں مٹری جانب میدان نظر جمی سکتہ کے عالم میں کھڑی دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ عجیب واقعہ اس میدان میں ہوا ہے سہیلیوں نے قہر کی سب بیوہ دیکھنے لگیں اور یہی مشورہ دیا کہ وہاں چکر دیکھنا چاہئے کہ کیا سمت ہے۔ زمین سرخ پتھر خونی لاشیں مومیں تر تر نظر پڑیں میدان جنگ میں عجب کھرام بپا ہے جانوران صحرائی کی نوحہ کن حالت ہے برندان دینا اپنے چروں کو خون شہداء سے رنگ کرنا ہے جا رہے ہیں نہ انکو آب و دانہ کی فکر نہ لاشوں کو کھلنے کا خیال نہ انکو ان اجسام پاک کے فچے کا دھیان، مگر صحرائی شیر درندہ اپنے چہروں کو خون امام حسین سے رنگین کے حفاظت لاش امام میں پیچھے نظر پڑے میں ہی شش و پنج میں آگئی بڑی ہو گیا دیکھا کہ چند لاشکے شہداء ہیں نہ انکے جسم پر سرہن نہ انکی لاشیں بہر دفاع ہیں بے والی وارث لاشیں ظالموں کے ظلم کی انتہائی شقاوت کا منتظر دکھا رہی ہیں بے سر لاشوں کا بچانا مشکل تھا مگر قدرت سے ہاتھ پیروں کی شناخت سے جسم کے جھوٹے نمبے کے فرق نے ظاہر کیا کہ یہ سب یکساں نہیں ہیں کئی جھان ہے کئی لڑکا ہے کوئی دوسرے کوئی نابالغ ہے یہ سبھی ایک نفیسی لاش نے میرے دل کے ٹکڑے اڑا دیے۔

ہائے کافور! اگر میں اسی نفیسی لاش کے قریب بیٹھ گئی اور کہا ضرور یہ لوگ تہ میں عیسیٰ روح اللہ سے کم نہیں ہیں یا تو یہ کوئی نبی کا گھر ہے یا ولی کا جو کہ بقول ان جانوروں کو رلا رہا ہے ابھی ہی دیکھا تھا کہ کچھ حصہ زمین پر ایک طرف جھپٹے ہوئے خیاں کے نشان ملے کھنڈے لگی کلاس بن میں یہ گھر بڑی طرح برباد ہوا ہے لاش صحرانوردوں کی لیکر گھیر کر نے لگی سہیلیوں نے کہا اب یہ ایک لاش سے فوراً ملے ہے مشک غنہ سے زیادہ خوشبو آ رہی ہے بری طرح زخمی کیا گیا ہے خاک و خون میں لاش لٹی پڑی ہے کبھی زمین میں سے رونے کی آواز آتی ہے کبھی جانوروں کی نفاق مبتلائے غم کرتی ہے اور یہی فکر میں ہے کہ کس طرح اس واقعہ کو معلوم کروں زن نصرانہ نے بیابان پر کھڑا داندی کہ اے شہیدوں مجھے آگاہ کرو کہ تم کس قوم و قبیلہ سے ہو تمہارا کیا نام ہے۔

کر بلا کے زخمی شیر زخمی شیرہ شیر سے کٹے پڑے ہیں موت و حیات کے رشتہ کیو ظالموں نے قطع کر دیا ہو رنگائے شہیدان سے خون کا دورہ بند ہو گیا ہے شہداء راہ خدا انسان اپنی ہستی کو اسلام پر قربان کئے جلتی ریت پر پڑا ہے رسول اسلام کا لاڈلا بیٹا اپنے خون میں نہائے تغیرہ ریگ بد سورہا ہے مگر جانوروں کو رلا رہا ہے

پہنموں کو رلا رہا ہے، انسانوں کو رلا رہا ہے، جنوں کو رلا رہا ہے ظاہر ہے پس ہے مگر باطن میں قلب عالم کو منور کر رہا ہے دل و دماغ انسانی صرف نام حسین لینے سے انسانیات کا کلہ پڑھنے لگتے ہیں ظاہر میں امام حسین زن نصرانیہ کے سامنے خاموش پڑے ہیں مگر حقیقت اس نے سوال کیا کہ اے شہید و مجھے اپنے نام و قبیلے سے آگاہ کر دیو گویے بریدہ امام حسین کو بخش ہوئی اور جواب میں ارشاد ہوا کہ اے زن نصرانیہ میں فرزند مصطفیٰ پرل ماسیری ناظمہ ہوا ہے باپ میرا فاختہ بنی ہاشم علی ہے اور میں مظلوم حسین ہوں ظالموں نے بیگناہ قتل کیا حمان بلایا تین دن تک جھوکا بیا سا رکھا اور میرے سب جہاں عزیز و اقرا کو قتل کر ڈالا۔

مصطفیٰ را میکین بگذاشتند

اہل دنیا کار داشتند

اے اہل دنیا ذرا ہوش میں آؤ اور غور کرو کہ مولانا ردم نے شاعر یہ شعر ہی لئے کہا ہے کہ در حقیقت رسول اللہ تو دفن کر دیے گئے مگر انامن الحسین آج ریگ گرم پر پڑا تبلیغ دین میں مصروف ہے کیونکہ امام حسین بصدائق حدیث محکم لھی درکام دمی ہیں گو کہ جبر رسول تو پسو خاک ہو گیا مگر جز جہد رسول خاک خون میں غلطاں کر بلا کی ریگ پر پڑا رہا اور اسی جسم نے ذریعہ تعلیم بن کر زن نصرانیہ کو کلہ رسول پڑھوایا۔ گویے بریدہ محسن نے زن نصرانیہ کے گلے میں گریہ کا پھندا ڈالا میدان دشت میں ذبح و ماتم کا جرجا ہونے لگا خوش قسمت کہ بخت نے یادی کی اور غریبے منکدر اخل سلام ہوئی جنت کٹی ہوئی گردن دین رسول کی ترقی کا سبب بن گئی۔

گریہ دیکھا زن نصرانیہ نے قرب دہرا کے آدمیوں کو ہتھیار کر دیا قوم بنی ہسکاری اور خود تماشہ بن کر بکھیتی رہی یہودیوں نے زراعت کر نیوالوں سے ان شہیدوں کا حسب نسب دریافت کیا جب ان یہودیوں کو معلوم ہوا تو خود آمادہ ہوئے کہ مسلمانوں کے نبی کا نواسہ بگور و کفن پڑے اسکو دفن کریں قوم بنی ہسار نے جب یہ دیکھا کہ ہمارے نبی کے نواسہ امام حسین اور ان کے اعزاء و اقرا کو یہودی دفن کرنے پر آمادہ ہیں تو بغیرت دامن گیر ہوئی۔

وصیت امام یاکئی عورتوں نے غیرت دلائی اپنی چادر میں مردوں کے سر پر ڈالیں تب وہ مسلمان آمادہ دفن امام ہوئے شہیدان را خدا بعد کئی روز کے سپرد زمین کئے گئے مگر جب تک کہ زمین پر پڑے رہے گو کہ ظاہر میں بے جان تھے مگر باطن میں دھلاٹھے ایسا کام کر رہے تھے کہ اسلام آج تک انکا نام لیکر زندہ ہے اور تابندہ زندہ رہیگا۔

اے انقلابیہ ماں تیرا درد و حکومت بائمال ہو گیا مگر آغوشِ مروت میں مونیوالوں نے جامہ انسانیات میں چاچا نڈ لگا دیے بیگنی تلک نے ظلم جو کرکی آسیا بنکر خھیں پیس ڈالا۔ رنگ لاتی ہے خا پتھر پہ پس جانیکے بعد کا صحیح مفہیم بنا دیا زیر آسمان اپنے خون میں پٹا رہ کر موت دحیات کی تجبیر دل کو سمار کر دیا شہید جاہد نے زندہ جاوید ہو کر سلام کی زندگی کو سلام بنا دیا اور بتا دیا کہ موت دشمادت کیا چیز ہے۔





